

يَهْدِي بِهٖ اللّٰهُ مَن اَتٰهُ بِرِضْوَانِهٖ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

الهدى

اور

الهدى

تأليف

فضيلة الشيخ سعيد بن علي بن وهف القحطاني

ترجمه

فضيلة شيخ ابو عبد الله عنایت اللہ سنابلی

نظر ثانی

فضيلة شيخ ابو المكرم عبد الجليل



يَهْدِي بِكَ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ

الحشر الندم

تأليف

فضيلة الشيخ سعيد بن عيسى وهف القحطاني

ترجمه

فضيلة الشيخ أبو عبد الله عثمان بن أحمد الشناي

نظر ثاني

فضيلة الشيخ أبو المكرم عبد الجليل



الفرقان ٹرسٹ، خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، پاکستان

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب

روشنی اور اندھا

تالیف

۱۵۷۸۹۹
۲۹۷۰۴
۷۳
فاضل الشیخ سعید بن عبد القادر القحطانی

نظر ثانی

ترجمہ

فضیلۃ الشیخ ابو عبد اللہ عنایت اللہ سنبلی فضیلۃ الشیخ ابوالمکرم عبد الجلیل

سعودی عرب

دارالعلوم الندیہ للنشر والتوزیع

س ت: ۱۰۲۰۴۸۷۶

فرع: مرکز الجامع التجاري شارع باخشب جدہ

معرض: ۰۲۶۳۳۶۶۴۰ فاکس: ۰۲۶۸۷۴۵۵۷

المکتب الرئيسی الرياض، حي الفيصله

هاتف: ۰۱۲۴۲۳۱۲۶

مکتبه دار الفرقان، الرياض

هاتف: ۰۵۰۷۴۱۹۹۲۱، ۰۵۶۳۰۶۴۷۳۶، ۰۱-۴۳۵۸۶۴۶

مکتبه بيت السلام، الرياض

هاتف: ۰۵۰۲۰۳۳۲۶، ۰۵۰۵۴۴۰۱۴۷، ۰۱-۴۴۶۰۱۲۹

پاکستان

الفرقان ٹرسٹ: خان گڑھ ضلع مظفر گڑھ، گل والا فون: 066-2611270

مکتبه الكتاب: حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 0321-4210145

ڈیلرز

اسلامی اکیڈمی: افضل مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-7357587

کتاب سرائے: الحمد مارکیٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-7320318

نعمانی کتب خانہ: حق سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-7321865

مکتبه اسلامیه: غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-7244973

مکتبه قدوسیه: غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 042-7351124

دارالاندلس: 4-لیک روڈ، چورجی لاہور فون: 042-7230549

فضلی بک سپر مارکیٹ: نزد یڈیو پاکستان کراچی فون: 021-2212991



نہایت پرکشش

توحید کا نور

11 حریف چند..... (عبدالرؤف، مدیر مکتبۃ الكتاب)	✽
15 تقدیم	✽
18 مقدمہ	✽
21 پہلی بحث..... نورِ توحید	✽
21 پہلا مطلب:..... توحید کا مفہوم	●
21 دوسرا مطلب:..... توحید کے اثبات میں روشن دلائل	●
27 تیسرا مطلب:..... توحید کی قسمیں	●
30 چوتھا مطلب:..... توحید کے فوائد اور ثمرات	●
36 دوسری بحث..... شرک کی تاریکیاں	✽
36 پہلا مطلب:..... شرک کا مفہوم	●
37 دوسرا مطلب:..... ابطال شرک کے روشن دلائل	●
51 الوہیت میں منفرد	◀
54 تیسرا مطلب:..... شفاعت	●
59 چوتھا مطلب:..... بھرپور نعمتوں سے نوازنے والا ہی عبادت کا مستحق ہے	●
63 پانچواں مطلب:..... شرک کے اسباب و وسائل	●
65 تعریف میں مبالغہ، حد سے تجاوز اور دین میں غلو	◀
66 قبروں پر ساجد کی تعمیر اور ان میں تصویر کشی	◀

- 67 قبروں کو سجدہ گاہ بنانا <
- 68 قبروں پر چراغاں کرنا اور عورتوں کا ان کی زیارت کرنا <
- 68 قبروں پر بیٹھنا اور ان کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرنا <
- 69 قبروں کو میلہ گاہ بنانا اور گھروں میں (نفل) نماز نہ پڑھنا <
- 70 تصویریں اور قبروں پر قبوں کی تعمیر <
- 70 تین مسجدوں کے علاوہ کسی جگہ کے لیے کجاوہ کسنا (سفر کرنا) <
- 71 قبروں کی بدعی زیارت شرک کے اسباب میں سے ہے <
- 73 چھٹا مطلب:..... شرک کے انواع و اقسام <
- 80 ثانیاً: شرک اکبر اور شرک اصغر کے درمیان فرق <
- 80 ساتواں مطلب:..... شرک کے آثار و نقصانات <

ایمان کا نور

- 89 عرض مترجم * <
- 92 مقدمہ * <
- 95 پہلا بحث..... ایمان کا نور * <
- 95 پہلا مطلب:..... ایمان کا مفہوم <
- 97 دوسرا مطلب:..... حصول ایمان اور اس میں زیادتی کے اسباب و ذرائع <
- 102 تیسرا مطلب:..... ایمان کے فوائد و ثمرات <
- 122 چوتھا مطلب:..... ایمان کی شاخیں <
- 128 پانچواں مطلب:..... مومنوں کے اوصاف <
- 134 دوسرا بحث..... نفاق کی تاریکیاں * <
- 134 پہلا مطلب:..... نفاق کا مفہوم <

- 135 نفاق کا شرعی مفہوم <
- 136 دوم: زندیق کا مفہوم <
- 137 دوسرا مطلب:..... نفاق کی اقسام * <
- 137 اوّل: نفاقِ اکبر (بڑا نفاق) <
- 139 دوم: نفاقِ اصغر (چھوٹا نفاق) <
- 141 سوم: نفاقِ اکبر اور نفاقِ اصغر کے درمیان فرق <
- 142 تیسرا مطلب:..... منافقین کے اوصاف ●
- 157 چوتھا مطلب:..... نفاق کے اثرات و نقصانات ●

• اخلاص کا نور

- 165 عرض مترجم * <
- 166 مقدمہ * <
- 171 پہلا بحث..... اخلاص کا نور * <
- 171 پہلا مطلب:..... اخلاص کا مفہوم ●
- 172 دوسرا مطلب:..... اخلاص کی اہمیت ●
- 182 چوتھا مطلب:..... اخلاص کے فوائد و ثمرات ●
- 184 دوسرا بحث..... اخروی عمل سے دنیا طلبی کی تاریکیاں * <
- 184 پہلا مطلب: اخروی عمل سے دنیا طلبی کی خطرناکیاں ●
- 185 ریا کاری اور اپنے نیک عمل سے دنیا طلب کرنے کے درمیان فرق <
- 188 دوسرا مطلب:..... دنیا کی خاطر عمل کی اقسام ●
- 189 تیسرا مطلب:..... ریا کاری کی خطرناکی اور اس کے نقصانات ●
- 195 چوتھا مطلب:..... ریا کاری کی قسمیں اور اس کی باریکیاں ●

- 198 پانچواں مطلب:..... ریا کی قسمیں اور عمل پر اس کا اثر ●
- 200 چھٹا مطلب:..... ریا کاری کے اسباب و محرکات ●
- 202 ساتواں مطلب:..... اخلاص کے حصول کے طریقے اور ریا کاری کا علاج ●

بدعت کے اندھیرے

- 215 مقدمہ از مولف * ●
- 218 مقدمہ از مترجم * ●
- 221 پہلی بحث:..... سنت کی روشنی * ●
- 221 پہلا مطلب سنت کا مفہوم ●
- 221 عقیدہ کا لغوی و اصطلاحی مفہوم < ●
- 222 اہل سنت کا مفہوم < ●
- 223 جماعت کا مفہوم < ●
- 224 دوسرا مطلب اہل سنت و جماعت ●
- 224 اہل سنت کی وجہ تسمیہ < ●
- 230 تیسرا مطلب سنت مطلق نعمت ہے ●
- 232 چوتھا مطلب سنت کا مقام ●
- 233 پانچواں مطلب صاحب سنت کا مقام اور بدعتی کا انجام ●
- 236 دوسری بحث بدعت کے اندھیرے * ●
- 236 پہلا مطلب بدعت کا مفہوم ●
- 237 بدعت کی دو قسمیں ہیں < ●
- 240 دوسرا مطلب قبولیت عمل کی شرطیں ●
- 243 تیسرا مطلب دین میں بدعت کی مذمت ●

- 243 اولاً..... بدعت کی مذمت قرآن کریم کی روشنی میں <
- 246 ثانیاً..... بدعت کی مذمت سنت نبوی کی روشنی میں <
- 252 ثالثاً..... بدعات کے سلسلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے چند اقوال <
- 252 رابعاً..... بدعت کے سلسلہ میں تابعین و تبع تابعین کے چند اقوال ... <
- 254 خامساً..... بدعات درج ذیل وجوہات کی بنا پر مذموم ہیں <
- 254 چوتھا مطلب..... بدعات کے اسباب <
- 269 پانچواں مطلب..... بدعت کی قسمیں <
- 270 پہلی قسم بدعت حقیقی و بدعت اضافی <
- 271 دوسری قسم بدعت فعلی و بدعت ترکی <
- 275 تیسری قسم بدعت قولی اعتقادی اور بدعت عملی <
- 276 چھٹا مطلب..... دین میں بدعت کا حکم <
- 280 ساتواں مطلب..... قبروں کے پاس انجام دی جانے والی بدعات <
- 283 آٹھواں مطلب..... عصر حاضر کی بدعات <
- 284 (۱) نبی کریم ﷺ کی یوم پیدائش کا جشن منانا <
- 292 (۲) ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں جشن منانا <
- 298 (۳) اسراء و معراج کی شب میں جشن منانا <
- 301 (۴) شعبان کی پندرہویں شب میں جشن منانا <
- 306 (۵) تبرک (حصول برکت) <
- 312 (۳) زم زم نوشی سے تبرک کا حصول <
- 313 (۴) آب باران سے برکت کا حصول <
- 314 ناجائز تبرکات <
- 318 ممنوع تبرکات کے اسباب <

- 318 ممنوع تبرکات کے آثار و مظاہر
- 318 ناجائز و ممنوع تبرکات کے دفاع کے وسائل و ذرائع
- 319 (۶) مختلف قسم کی منکر بدعات <
- 322 نواں مطلب بدعتی کی توبہ ●
- 325 دسواں مطلب بدعات کے آثار و نقصانات ●



حرفے چند

اس جہانِ رنگ و نور کی چکا چوندی میں انسان گم ہے، اور اسی گم راہی میں اپنی منزل سے دُور تر ہوتا جا رہا ہے، اصل روشنی کی طرف دیکھتا ہی نہیں جو اس کے دل و دماغ کو روشن کرنے والی، سچ اور جھوٹ میں تمیز سکھانے والی، حق اور باطل کا فرق ظاہر کرنے والی اور اس کی اصل منزل کا دیا ہے۔ یہ روشنی اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب اور انبیائے کرام کی دعوت ہے۔ ان کی دعوت کا آغاز لوگوں کو توحید کی طرف موڑنا، گمراہی سے ہدایت کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی طرف لانے سے ہوتا۔ سب سے آخر میں جب تمام کائنات (جن و انس) کے آخری نبی سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو ان کی دعوت کا آغاز بھی اسی نقطہ سے ہوا۔ آپ ﷺ کی مکی زندگی کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو یہی نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ اُن کے دن رات اسی تگ و دو اور جہد مسلسل میں گزرے کہ لوگ اللہ کی توحید کی طرف آجائیں۔ اس روشنی، یعنی دین اسلام کی جڑ، اس کی کوہان اور انبیا کی دعوت کا نقطہ آغاز توحید ہی ہے۔

اس کتاب کا پہلا حصہ بھی اسی پر مشتمل ہے، جس سے ہماری کتاب کا آغاز ہوتا ہے، یعنی وہی نقطہ ”توحید“، جو انبیا، صلحاء، علما کی دعوت کا طرہ امتیاز رہا ہے۔

کتاب کا دوسرا حصہ ”ایمان“ سے متعلق ہے۔ محترم ڈاکٹر سعید بن علی قحطانی حفظہ اللہ جو بہت سی کتب کے مؤلف اور تالیف کے میدان کے شہسوار ہیں۔ انہوں نے اس حصے پر خاصی عرق ریزی سے کام کیا جس کا ثمرہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، کیونکہ ایمان کے بالمقابل کفر و نفاق ہیں، یہ دونوں چیزیں اسلام کے منافی ہیں اور جب مقابلہ کفر و نفاق سے ہو تو ایمان کی مضبوطی کی ضرورت اشد ہو جاتی ہے۔

تیسرا حصہ ”اخلاص“ پر مشتمل ہے۔ ایمان کی تکمیل کے لیے اخلاص کی ضرورت ہوتی

ہے، کیونکہ کوئی بھی عمل تب تک شرفِ قبولیت سے بہرہ یاب نہیں ہو سکتا جب تک اس میں اخلاص نہ ہو۔ مولف نے بھی اس حصے پر اتنے اخلاص سے کام کیا کہ اخلاص کا مفہوم، اس کی اہمیت، اچھی نیت کا مقام، نیک عمل سے دنیا طلبی کی خطرناکی، دنیا کی خاطر عمل کی قسمیں، ریاکاری کی خطرناکی، اس کے انواع و اقسام، عمل پر اس کے اثرات اور ریاکاری کے اسباب و محرکات، نیز حصول اخلاص کے طریقے روزِ روشن کی طرح واضح ہو گئے ہیں۔

چوتھے حصے کو آسانی اور عام فہمی کے لیے دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ پہلے حصے میں سنت کا مفہوم، اہمیت اور مقام و مرتبے کو واضح کیا گیا ہے جب کہ دوسرے حصے میں بدعت کے اسباب، اقسام، عصر حاضر کی مروجہ بدعات، بدعتی کی توبہ، بدعات کے اثرات اور نقصانات جیسے پُر مغز موضوعات کو قرطاس کی زینت بنا دیا گیا ہے تاکہ عام قاری کے دل میں یہ بات اتر جائے کہ صاحب سنت (متبع سنت) ہونے سے انسان میں زندہ دلی، روشن ضمیری اور ظاہری و باطنی طور پر احکام الہی کا پیروی کا جذبہ موجزن ہو جاتا ہے اور بدعات سے دل مردہ، ضمیر تاریک اور پھر تاریک سے تاریک تر ہوتا چلا جاتا ہے۔

اس کتاب کا مقصد لوگوں کو بدعات و خرافات، قبر پرستی، کفر و شرک کی تاریکی سے نکال کر کتاب و سنت والی ہدایت، توحید، ایمان، اخلاص والی روشنی کی طرف لانا ہے۔ ان تمام امورِ خیر کے ہر اول محترم بھائی ابو ساریہ عبد الجلیل ہیں۔ وہ ”الفرقان“ کو کتاب و سنت کی روشنی پھیلانے کا ذریعہ بنائے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جملہ معاونین کو ثوابِ عظیم سے نوازے۔

آمین!

عبدالرؤف

مدیر مکتبۃ الكتاب

کیم جون ۲۰۰۹ء





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقدیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى رَسُوْلِ اللّٰهِ..... اَمَّا بَعْدُ!

توحید انسان کی سب سے بڑی ضرورت اور دنیا و آخرت میں سعادت کا ذریعہ ہے۔ توحید کا مطلب ہے اللہ سبحانہ کی وحدانیت کا اقرار کرنا، ہر قسم کی عبادت کو اسی کے لیے خاص رکھنا اور اس کے ساتھ کسی بھی شے کو شریک نہ ٹھہرانا۔ اسی عظیم مقصد کے لیے اللہ تعالیٰ نے جن وانس کی تخلیق فرمائی اور اسی کی وضاحت کے لیے رسول بھیجے اور کتابیں نازل کیں۔

توحید تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی اول ترین دعوت اور بندے کے اعمال کے قبولیت کی بنیاد ہے۔ توحید کی معرفت اور اس کے مطابق عمل، نیز توحید کے منافی امور کی معرفت اور ان سے اجتناب کے بغیر عذاب الہی سے نجات ناممکن ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علماء اسلام نے ہر دور میں توحید کے موضوع پر خصوصی توجہ دی ہے اور اس پر گرانقدر کتابیں تالیف کی ہیں۔ زیر نظر کتاب (توحید کا نور اور شرک کی تاریکیاں) بھی اسی زریں سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو ڈاکٹر سعید بن علی فحطانی حفظہ اللہ کی عربی تالیف ”نور التوحید وظلمات الشکر“ کا اردو ترجمہ ہے۔

کتاب کے مولف دعوت الی اللہ اور تصنیف و تالیف کے میدان میں معروف و مشہور ہیں، آپ کی مؤلفات کی تعداد چالیس (۴۰) سے متجاوز ہے اور دعوت الی اللہ آپ کا خاص موضوع ہے۔ امام محمد بن سعود اسلامک یونیورسٹی ریاض سے آپ کے ایم اے اور ڈاکٹریٹ کے رسالوں کا موضوع بھی یہی ہے، چنانچہ ایم اے کا رسالہ ”الحکمة فی الدعوة الی اللہ“ ایک جلد میں اور ڈاکٹریٹ کا رسالہ ”فقہ الدعوة فی صحیح الامام البخاری“ دو جلدوں

میں طبع ہو کر دونوں ہی رسالے قبول عام حاصل کر چکے ہیں، ان کے علاوہ ”الذکر والدعاء والعلاج بالرقی من الكتاب والسنة“ چار جلدوں میں، ”صلاة المؤمن“ دو جلدوں میں اور ”نور الهدی و ظلمات الضلال“ ایک جلد میں، نیز دیگر درجنوں کتابیں طالبان علوم دین کے لیے گرانقدر سرمایہ ہیں۔

ذکر و دعا کے موضوع پر مشہور کتاب ”حصن المسلم“ آپ ہی کی تالیف ہے جو دنیا کی تمام زندہ زبانوں میں ترجمہ ہو کر دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل چکی ہے۔

زیر نظر کتاب کو مولف نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلا حصہ توحید سے متعلق ہے جس میں توحید کا معنی و مطلب، توحید کے دلائل، توحید کے اقسام اور اس کے فوائد و ثمرات بیان کیے گئے ہیں، اور دوسرا حصہ شرک سے متعلق ہے جس میں شرک کا معنی و مطلب، شرک کی تردید اور اس کے دلائل، مثبت و منفی شفاعت، شرک کے اسباب و وسائل، شرک کے انواع و اقسام اور اس کے نقصانات بیان کیے گئے ہیں۔

مولف کی ایک خوبی یہ ہے کہ ہر مسئلہ کو عام فہم پیرائے میں کتاب و سنت سے مدلل بیان کرتے ہیں جس کا عام قاری پر بڑا گہرا اثر ہوتا ہے۔

عصر حاضر میں اس قسم کی کتابوں کی نشرو اشاعت کی شدید ضرورت ہے، خصوصاً اس زمانہ میں جبکہ بہت سے مسلمان علم توحید سے غافل ہو چکے ہیں یا انہوں نے دیگر علوم و فنون کو توحید پر ترجیح دے دی ہے اور اس عظیم علم سے دور جا پڑے ہیں جس پر ان کی دنیوی و اخروی سعادت کا دار و مدار ہے، اور یہی وجہ ہے کہ آج شرک عام ہو چکا ہے، قبروں کی پوجا اور ان کا طواف کیا جا رہا ہے اور اللہ کو چھوڑ کر مردوں کو پکارا جا رہا ہے، بلکہ بعض ناواقف تو شرک ہی کو توحید جان کر اس پر عمل پیرا ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہی اللہ کا وہ دین ہے جو اس نے اپنے رسولوں کو دے کر بھیجا ہے اور یہ درحقیقت عصر حاضر میں دین اسلام کی اجنبیت کا ایک منظر ہے۔

اس کتاب کے اردو ترجمہ کی توفیق اللہ تعالیٰ نے برادر عزیز شیخ عنایت اللہ سنبلی کو بخشی جو تحریر و ترجمہ کا اچھا ذوق رکھتے ہیں، مکتب توعیۃ الجالیات قبہ، القصیم کی جانب سے

ان کی کئی تحریریں طبع ہو کر منظر عام پر آچکی ہیں جنہیں دعوتی حلقوں میں قبولیت حاصل ہے۔ موصوف جامعہ اسلامیہ سناہل (نئی دہلی) سے فارغ التحصیل ہیں۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ انہوں نے القسیم کے مذکورہ دعوتی مرکز میں دعوت و ارشاد کا کام انجام دیا اور اب جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کلیۃ الحدیث میں زیر تعلیم ہیں، تعلیمی مصروفیات کے ساتھ ہی موصوف دعوت و ارشاد اور تحریر و ترجمہ کا مشغلہ بھی جاری رکھے ہوئے ہیں، جوان کے دعوت دین سے خصوصی دلچسپی کی دلیل ہے۔

مذکورہ ترجمہ کو میں نے اصل کتاب سے لفظ بلفظ ملایا اور حسب ضرورت اس میں اصلاح کی ہے، مجھے خوشی ہے کہ یہ ترجمہ اصل کے مطابق ہے اور زبان کے لحاظ سے عام فہم اور سلیس بھی۔ مترجم نے مولف کے مقصود کی بحسن و خوبی وضاحت کی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ترجمہ کو اصل کتاب کی طرح قبولیت عطا کرے۔

عام قارئین کو اس سے فائدہ پہنچائے اور مولف، مترجم، ناشر اور جملہ معاونین کو اجر جزیل سے نوازے۔

آمین!

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَىٰ عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ
وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْنَ .

ابوالمکرم عبد الجلیل

الریاض

۲ صفر ۱۴۲۳ ہجری

بروز جمعۃ المبارک



مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ
 شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ
 يُضِلِّ فَلَا هَادِيَ لَهُ ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ
 لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ
 وَأَصْحَابِهِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ، وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا
 كَثِيرًا.....أَمَّا بَعْدُ!

توحید کے نور اور شرک کی تاریکیوں کے سلسلہ میں یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے، جس میں
 میں نے توحید کا مفہوم، اس کے دلائل، اس کے انواع و اقسام، اس کے ثمرات، شرک کا
 مفہوم، اس کے ابطال کے دلائل، مثبت و منفی شفاعت، شرک کے اسباب و وسائل، اس کے
 انواع و اقسام اور اس کے آثار و نقصانات بیان کیے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ توحید ایک نور ہے جس کی توفیق اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں
 سے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور شرک تہہ بہ تہہ تاریکی ہے، جسے اللہ تعالیٰ کافروں کے لیے
 مزین اور خوش نما بنا دیتا ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿أَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ
 كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ۗ كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ
 مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۲۲﴾﴾ [الانعام: ۱۲۲]

”کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اسے ایک
 ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لیے ہوئے آدمیوں میں چلتا پھرتا ہے، کیا ایسا شخص

اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا، اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال خوش نما معلوم ہوا کرتے ہیں۔“

اللہ عزوجل نے بیان فرمایا ہے کہ اس نے محمد ﷺ پر واضح نشانیاں اور روشن دلائل و معجزات نازل فرمائے ہیں اور ان میں سے سب سے عظیم معجزہ قرآن کریم ہے، تاکہ رسول ﷺ کی بعثت اور آپ پر نازل کردہ کتاب و حکمت کے ذریعہ سے لوگوں کو شرک و ضلالت اور جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان، توحید اور علم و ہدایت کی روشنی کی طرف لے آئے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿هُوَ الَّذِي يُنَزِّلُ عَلَىٰ عَبْدِهِ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ لِّيُخْرِجَكُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ وَإِنَّ اللَّهَ بِكُمْ لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٩﴾﴾ [الحديد: ٩]

”وہ اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں پر واضح آیتیں اتارتا ہے تاکہ وہ تمہیں اندھیروں سے نور کی طرف لے جائے، یقیناً اللہ تعالیٰ تم پر نرمی کرنے والا، رحم فرمانے والا ہے۔“

میں نے اس بحث کو دو مباحث میں تقسیم کیا ہے اور ہر بحث کے تحت حسب ذیل

مطالب ہیں:

☆ پہلی بحث..... نور توحید

پہلا مطلب: توحید کا مفہوم

دوسرا مطلب: توحید کے اثبات میں روشن دلائل

تیسرا مطلب: توحید کی قسمیں

چوتھا مطلب: توحید کے فوائد و ثمرات

☆ دوسری بحث..... شرک کی تاریکیاں

پہلا مطلب: شرک کا مفہوم

دوسرا مطلب: ابطال شرک کے دلائل

تیسرا مطلب: مثبت و منفی شفاعت

چوتھا مطلب: نعمتوں سے نوازنے والا ہی عبادت کا مستحق ہے

پانچواں مطلب: شرک کے اسباب و وسائل

چھٹا مطلب: شرک کے انواع و اقسام

ساتواں مطلب: شرک کے آثار و نقصانات

میں اللہ عزوجل سے اس کے اس اسم اعظم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ جب اس کے ذریعہ سے اس سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ عطا کرتا ہے کہ وہ اس تھوڑے سے عمل کو مبارک اور خالص اپنی رضا کے لیے بنائے اور میرے لیے میری زندگی میں اور مرنے کے بعد نفع بخش بنائے اور جس شخص تک بھی یہ کتاب پہنچے اسے اس کے ذریعہ سے نفع پہنچائے۔ بے شک اللہ کی ذات سب سے بہتر ہے جس سے سوال کیا جاتا ہے اور انتہائی کریم ہے، جس سے اُمید وابستہ کی جاتی ہے، وہی ہمارے لیے کافی اور بہترین کارساز ہے اور تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے لائق ہیں جو سارے جہان کا پالنہار ہے۔

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَىٰ عَبْدِهِ وَرَسُولِهِ الْأَمِينِ، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ.

مؤلف

بروز منگل، مطابق ۱۶/۱۰/۱۴۱۹ ہجری



نورِ توحید

پہلا مطلب..... توحید کا مفہوم:

اللہ تبارک و تعالیٰ کے تنہا لائق عبادت ہونے، عظمت و جلال اور صفات کمال میں واحد اور بے مثال ہونے اور اسمائے حسنیٰ میں منفرد اور نادرہ روزگار ہونے کا علم رکھنے اور پختہ اعتقاد کے ساتھ اعتراف کرنے کا نام توحید مطلق ہے۔^①

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالْهُكْمُ إِلَهُ وَاحِدٌ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٣﴾﴾

[البقرہ: ۱۶۳]

”اور تمہارا معبود ایک معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، وہ بڑا مہربان نہایت رحم کرنے والا ہے۔“

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات، اپنے اسماء، اپنی صفات اور افعال میں تنہا اور اکیلا ہے، چنانچہ نہ تو اس کی ذات میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ ہی اس کا کوئی ہم نام ہے، نہ ہمسر، نہ ہی کوئی اس کے مثل و مشابہ اور نہ ہی اس کے علاوہ کوئی خالق اور مدبر ہے۔ جب بات ایسی ہے تو وہی اس بات کا حقیقی مستحق ہے کہ اس کی عبادت کی جائے اور اس کے ساتھ اس کی مخلوق میں سے کسی کو شریک نہ کیا جائے۔“^②

دوسرا مطلب..... توحید کے اثبات میں روشن دلائل:

توحید کے اثبات پر کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں روشن براہین اور بے شمار واضح دلائل

① دیکھئے: القول السدید فی مقاصد التوحید للسعدی، ص: ۱۸.

② تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص: ۶۰.

ہیں، لیکن ان میں سے چند دلائل بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

۱۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴿٥٦﴾ مَا أُرِيدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا أُرِيدُ أَنْ يُطْعَمُوا ﴿٥٧﴾ إِنَّ اللَّهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِينُ ﴿٥٨﴾﴾ [الذاریات: ۵۶ تا ۵۸]

”اور میں نے جن و انس کو صرف اپنی عبادت ہی کے لیے پیدا کیا ہے، میں ان سے کوئی روزی نہیں چاہتا اور نہ میں یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں بے شک اللہ تعالیٰ ہی روزی رساں قوت والا مضبوط ہے۔“

مفہوم یہ ہے کہ میں نے جن و انس کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری توحید کا اقرار کریں۔ ❶

۲۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ ﴿٣٦﴾ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلَالَةُ ﴿٣٧﴾﴾

[النحل: ۳۶]

”اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (یہ حکم دے کر) کہ میری عبادت کرو اور طاغوت سے اجتناب کرو تو ان میں سے کچھ لوگوں کو اللہ نے ہدایت دی اور کچھ لوگوں پر گمراہی ثابت ہو گئی۔“

ان آیات میں اللہ عزوجل اس بات کی خبر دے رہے ہیں کہ اس کی حجت تمام امتوں پر قائم ہو چکی ہے اور کوئی بھی اگلی یا پچھلی امت نہیں ہے مگر اس میں اللہ تعالیٰ نے ایک رسول مبعوث فرمایا ہے اور وہ سارے انبیاء و رسل ایک دعوت اور ایک دین پر متفق ہیں، اور وہ ہے تنہا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا جس کا کوئی شریک نہیں، پھر انبیاء کی دعوت کو تسلیم کرنے کے اعتبار

❶ الجامع لأحكام القرآن الکریم للقرطبی: ۵۷ / ۱۷.

سے امتیں دو حصوں میں تقسیم ہو گئیں۔ ایک وہ جن کو اللہ نے ہدایت عطا فرمائی، چنانچہ ان امتوں نے رسولوں کی اتباع کی اور دوسرے وہ جن پر گمراہی ثابت ہو گئی، چنانچہ انھوں نے راہِ ہلاکت کی پیروی کی۔^①

۳۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا

أَنَا فَاعْبُدُونِ ۝﴾ [الانبیاء: ۲۵]

”اور ہم نے آپ سے قبل کوئی رسول نہیں بھیجا مگر ہم نے اس کی طرف وحی کی کہ میرے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں، لہذا میری ہی عبادت کرو۔“

چنانچہ نبی کریم ﷺ سے قبل تمام رسولوں کی رسالت کا نچوڑ اور خلاصہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کا حکم دینا اور اس بات کی وضاحت کرنا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی معبودِ حقیقی ہے اور اس کے علاوہ کی عبادت باطل ہے۔^② اسی لیے اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿وَسَأَلْ مَنْ أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مَنْ رُسِلْنَا أَجَعَلْنَا مِنْ دُونِ

الرَّحْمَنِ إِلَهَةً يُعْبَدُونَ ۝﴾ [الزخرف: ۴۵]

”اور آپ ہمارے ان رسولوں سے پوچھے جنہیں ہم نے آپ سے پہلے بھیجا تھا کہ کیا ہم نے رحمن کے علاوہ اور معبود مقرر کیے تھے جن کی عبادت کی جائے؟“

۳۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا آيَاتُهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا ۝﴾ [الاسراء: ۲۳]

”اور تمہارے رب نے صاف صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ تم اس کے سوا کسی اور کی

عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان (حسن سلوک) کرو۔“

① دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام العنان للسعدی، ص: ۳۹۳.

② جامع البیان عن تأویل آی القرآن لقطبیری، ۴/۲۷۷، ۱۸، وتیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام

العنان للسعدی، ص: ۴۷۰.

پس اللہ تعالیٰ نے توحید کا فیصلہ کرتے ہوئے، وصیت کرتے ہوئے، حکم دیتے ہوئے اور تاکید کی طور پر لازم کرتے ہوئے فرمایا: ﴿وَقَضَىٰ رَبُّكَ﴾ اور تمہارے رب نے دینی طور پر فیصلہ کر دیا ہے اور شرعاً لازم کر دیا ہے کہ ﴿إِلَّا تَعْبُدُوا﴾ تم زمین اور آسمان میں رہنے والوں میں سے، خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ کسی کی عبادت نہ کرو ﴿إِلَّا آيَاتُهُ﴾ سوائے اسی (اللہ) کے، کیونکہ وہ تنہا، اکیلا، منفرد اور بے نیاز ہے۔^①

﴿يُقِيمُوا عِبَادَةَ اللَّهِ مَا لَكُمْ مِنْ آلِهِ غَيْرَةٌ﴾ [الاعراف: ۵۹]

”اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔“

مطلب یہ ہے کہ تم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو، کیونکہ وہی خالق، رازق اور تمام معاملات کی تدبیر کرنے والا ہے اور اس کے سوا جو بھی ہے وہ مخلوق اور محتاج ہے، اسے کسی معاملہ کا کوئی اختیار نہیں۔^②

۶۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ [البینہ: ۵]

”اور انھیں صرف اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اسی کے لیے دین کو خالص کر کے۔“

۷۔ اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾﴾

[الانعام: ۱۶۲، ۱۶۳]

”آپ کہہ دیجیے کہ بے شک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور میری

① دیکھئے: جامع البيان عن تأويل آي القرآن للطبري، ۱۷ / ۴۱۳۔ وتفسير القرآن العظيم لابن كثير،

۳ / ۳۴۔ وتيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان للسعدى، ص: ۴۰۷۔

② دیکھئے: تيسير الكريم الرحمن في تفسير كلام المنان للسعدى، ص: ۲۵۵۔

موت اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہان کا رب ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلمان (تابع فرمان) ہوں۔“

اللہ عزوجل نے اپنے نبی محمد ﷺ کو حکم دیا ہے کہ وہ مشرکین سے کہہ دیں کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی اور اس میں میں جن چیزوں سے دوچار ہوں اور ان تمام میں اللہ جو کچھ بھی مجھ پر جاری کرے اور جو کچھ بھی میرے نوشتہٴ تقدیر میں مقدر کرے، سب کچھ اللہ رب العالمین کے لیے ہے، اس کا کوئی شریک عبادت نہیں، جیسا کہ اس کی بادشاہت اور اس کی تدبیر میں اس کا کوئی سا جھی و شریک نہیں، اسی بات کا مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے اور میں اس امت میں اپنے رب کا سب سے پہلا اقراری، یقین کرنے والا اور تابع فرمان ہوں۔^①

۸۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اُن سے فرمایا: ((يَا مُعَاذُ! هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰی عِبَادِهِ؟))..... ”اے معاذ! کیا تم جانتے ہو اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟“ انھوں نے کہا کہ میں نے عرض کیا: ”اللہ اور اس کے رسول اس کا زیادہ علم رکھتے ہیں۔“ تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ((حَقُّ اللّٰهِ عَلٰی عِبَادِهِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا.)) ”اللہ کا اپنے بندوں پر یہ حق ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کریں، پھر آپ ﷺ تھوڑی دیر چلے اور فرمایا: ((يَا مُعَاذُ! هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلٰی اللّٰهِ اِذَا فَعَلُوْهُ.)) ”اے معاذ! کیا تم جانتے ہو بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے، جب وہ ایسا کر لیں؟“ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: ”اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔“ تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((حَقُّ الْعِبَادِ عَلٰی اللّٰهِ اَنْ لَا يُعَدِّبَ

① دیکھئے: جامع البيان عن تاويل آي القرآن للطبري: ۲۸۳ / ۱۲۔ وتيسير الكريم الرحمن في تفسير

كلام المنان للسعدي، ص: ۲۴۵.

مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا .)) ”بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ اللہ اس شخص کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کرے۔“ ❶

یہ عظیم حدیث اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ اللہ کا حق اپنے بندوں پر یہ ہے کہ وہ اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کریں جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے عبادتیں مشروع قرار دی ہیں اور اس کے ساتھ اس کے علاوہ کسی کو شریک نہ کریں، نیز بندوں کا حق اللہ عزوجل پر یہ ہے کہ وہ اس شخص کو عذاب نہ دے جو اس کے ساتھ کچھ شریک نہ کرے، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو جس ثواب کے عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے، وہ ان کا اللہ تعالیٰ پر حق ہے اور یہ وہ حق ہے جو اللہ تعالیٰ کے قول حق اور سچے وعدہ کے بموجب ثابت ہوا ہے جس میں نہ تو خبر کے جھوٹ ہونے کا کوئی امکان ہے اور نہ ہی وعدہ خلافی کا کوئی اندیشہ، بلکہ یہ وہ حق ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر از روئے فضل و کرم اپنی ذات پر واجب کر لیا ہے۔

اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی ذات پر اپنے مومن بندوں کے لیے ایک حق اسی طرح واجب کر لیا ہے جس طرح اپنی ذات پر ظلم کو حرام کر لیا ہے، اسے کسی مخلوق نے اللہ پر لازم نہیں کیا ہے، اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کو اس کی مخلوقات پر قیاس کیا جاسکتا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور عدل کے فیصلہ سے اپنی ذات پر رحمت لکھ لی ہے اور اپنے آپ پر ظلم کو حرام کر لیا ہے۔ ❷

۹۔ حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

((... فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، يَبْتَغِي

❶ متفق غلیہ: صحیح بخاری کتاب اللباس، باب ارداف الرجل خلف الرجل: ۸۹ / ۷۔ حدیث نمبر: ۵۹۶۷۔ و مسلم، کتاب الایمان، باب الدلیل علی أن من مات علی التوحید دخل الجنة قطعاً: ۵۸ / ۱، حدیث نمبر: ۳۰۔ مذکورہ الفاظ بخاری کے ہیں۔ حدیث نمبر: ۲۸۵۶ و ۶۵۰۰۔

❷ دیکھئے: المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم للقرطبی: ۲۰۳ / ۱۔ و شرح النووی علی

مسلم: ۳۴۵ / ۱۔ و مجموع فتاویٰ ابن تیمیة: ۲۱۳ / ۱۔

بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ .)) ❶

”..... بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو آگ پر حرام قرار دیا ہے جو لا الہ الا اللہ

کا اقرار کرتا ہو اور اس سے اللہ کی رضا چاہتا ہو۔“

تیسرا مطلب..... توحید کی قسمیں:

اللہ تبارک و تعالیٰ ہی اپنی تمام مخلوقات پر الوہیت اور عبودیت کا حق دار ہے، چنانچہ صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کے لیے ساری عبادتیں کرنا اور پورے دین کو اللہ کے لیے خالص کر دینا ہی توحید الوہیت ہے، اور یہی کلمہ ”لا الہ الا اللہ“ کا معنی و مفہوم ہے، اور یہ توحید کی تمام اقسام ❷ کو شامل اور مستلزم ہے، کیونکہ توحید کی دو اقسام ہیں:

۱۔ توحید خبری علمی اعتقادی۔ ❸

یہ توحید معرفت اور اثبات ہے، اور یہی توحید ربوبیت اور توحید اسماء و صفات بھی ہے، یہ ذات باری تعالیٰ، اس کی صفات، اس کے افعال، اس کے اسماء، اس کے اپنی مشیت کے مطابق اپنے بندوں سے اپنی کتابوں کے ذریعہ سے کلام کرنے کی حقیقت کے اثبات کا نام ہے، اور اس کی قضاء و قدر اور اس کی حکمت کے عموم کو ثابت کرنے اور اس کی ذات کو ان تمام عیوب و نقائص سے مبرا و منزہ کرنے کا نام ہے جو اس کے شایان شان نہیں۔

۲۔ توحید طلبی قصدی ارادی۔

یہ طلب اور قصد میں توحید ہے، اور اسی کا نام ”توحید الوہیت“ یا ”عبادت“ ہے۔ ❹

❶ متفق علیہ: بخاری، کتاب الصلاة، باب المساجد فی البيوت: ۱/ ۱۲۵، ح: ۴۲۵۔ و مسلم،

کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب الرخصة فی التخلف عن الجماعة بعذر: ۱/ ۴۵۵، ح: ۳۳۔

❷ دیکھئے: تیسیر العزیز الحمید للشیخ سلیمان بن عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب، ص: ۷۴ والقول السدید للسعدی، ص: ۱۷۔ و بیان حقیقة التوحید للشیخ صالح الفوزان، ص: ۲۰۔

❸ دیکھئے: مدارج السالکین لابن القيم: ۳/ ۴۴۹۔

❹ دیکھئے: اجتماع الجيوش الاسلامیة علی غزو المعطلة والجهمیة لابن القيم: ۲/ ۹۴۔ و معارج

القبول لحافظ الحکمی: ۱/ ۹۸۔ و فتح المجید لعبد الرحمن بن حسن، ص: ۱۷۔

پہلی قسم..... توحید ربوبیت:

توحید ربوبیت اس بات کے پختہ اعتقاد کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی رب ہے جو تنہا تخلیق، بادشاہت، روزی اور تدبیر کائنات کا مالک ہے جس نے اپنی تمام مخلوقات کی پرورش نعمتوں سے کی ہے، اور اپنی مخلوق کے چیدہ و برگزیدہ افراد، یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے سچے پیروکاروں کی پرورش صحیح عقائد، اچھے اخلاق، نفع بخش علوم اور اعمالِ صالحہ کے ذریعہ سے کی ہے اور دلوں اور ثمر آور روحوں کی یہ نفع بخش تربیت دنیا و آخرت کی سعادت و نیک بختی کے لیے ہے۔

دوسری قسم..... توحید اسماء و صفات:

توحید اسماء و صفات اس بات کے پختہ اعتقاد کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر پہلو سے مطلق کمال سے متصف ہے، بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے جن اسماء و صفات کو اپنے لیے ثابت کیا ہے یا جنہیں اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے لیے ثابت کیا ہے، انہیں ان کے معانی اور ان سے متعلق کتاب و سنت میں وارد احکام سمیت اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت کے شایانِ شان اس طرح ثابت کیا جائے کہ نہ کسی صفت کی نفی لازم آئے، نہ اس کا معنی معطل ہو، نہ اس میں تحریف کی جائے، نہ مخلوق کی صفت سے تشبیہ دی جائے، اور نہ ہی اس کی کیفیت بیان کی جائے، اور ان تمام نقائص و عیوب کی اللہ کی ذات سے نفی کی جائے جن کی اللہ نے اپنی ذات سے یا اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کی ذات سے نفی کی ہو، اور ہر اس چیز کی اللہ کی ذات سے نفی کی جائے جو اللہ کے کمال کے منافی ہو۔

توحید ربوبیت اور توحید اسماء و صفات کی وضاحت اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کی ہے، جیسے سورہ حدید کے ابتدا میں، سورہ طہ میں، سورہ حشر کے آخر میں، سورہ آل عمران کے آخر میں اور مکمل سورہ اخلاص میں وغیرہ۔^①

① دیکھئے: فتح المجید، ص: ۱۷۔ والقول السدید فی مقاصد التوحید لعبد الرحمن السعدی، ص:

۱۴ تا ۱۷۔ ومعارج القبول: ۹۹/۱۔

تیسری قسم..... توحید الوہیت (توحید عبادت):

توحید الوہیت کو توحید عبادت بھی کہا جاتا ہے، توحید عبادت علم، عمل اور اعتراف کے ساتھ اس بات کے پختہ عقیدہ کا نام ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات پر الوہیت اور عبادت کا حق دار ہے، اور تمام عبادتوں کا تنہا مستحق اللہ تعالیٰ کو سمجھنا، نیز اللہ تعالیٰ کے لیے پورے دین کو خالص کر دینا، توحید الوہیت توحید ربوبیت اور توحید اسماء و صفات دونوں کو شامل و مستلزم ہے، کیونکہ الوہیت ہی وہ صفت ہے جو تمام اوصاف کمال اور اوصاف ربوبیت و عظمت کو عام ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ ہی معبود حقیقی اور لائق پرستش ہے، اس لیے کہ وہی جلال و عظمت کی خوبیوں کا مالک ہے، اور اس لیے بھی کہ اسی نے اپنی مخلوقات پر ہر طرح کے انعامات و نوازشات نچھاور کیے ہیں۔

چنانچہ اوصاف کمال میں اللہ تعالیٰ کی یکتائی اور صفت ربوبیت میں اس کی انفرادیت سے لازم آتا ہے کہ اس کے سوائے کوئی عبادت کا مستحق نہ ہو۔

توحید الوہیت ہی شروع سے آخر تک تمام رسولوں کی دعوت کا مقصود اصل تھا، اور توحید کی اس قسم کا بیان سورہ کافرون اور درج ذیل فرمان باری تعالیٰ میں ہوا ہے:

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَ لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿۶۴﴾﴾

[آل عمران: ۶۴]

”آپ کہہ دیجیے کہ اے اہل کتاب! (یہود و نصاریٰ) اس انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اور نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کریں، اور نہ اللہ کو چھوڑ کر ہم میں کا بعض بعض کو رب بنائے، اور اگر وہ منہ پھیر لیں تو تم کہہ دو کہ گواہ رہو ہم مسلمان ہیں۔“

اسی طرح سورہ سجدہ کے شروع و آخر میں، اور سورہ غافر کے شروع، درمیان اور آخر میں، اور سورہ اعراف کے شروع اور آخر میں، اور قرآن کریم کی اکثر سورتوں میں توحید

الوہیت کا بیان ہوا ہے۔

قرآن کریم کی ہر سورت میں توحید کی قسموں کا بیان ہوا ہے، قرآن کریم از اوّل تا آخر توحید کی قسموں ہی کے بیان پر مشتمل ہے، کیونکہ قرآن کریم یا تو اللہ تبارک و تعالیٰ، اس کے اسماء و صفات، اس کے افعال اور اس کے اقوال کی خبر دیتا ہے، اور یہی توحید علمی خبری اعتقادی یعنی ”توحید ربوبیت اور توحید اسماء و صفات“ ہے، اور یا تو اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرنے اور دیگر معبودانِ باطلہ سے رشتہ توڑنے کی دعوت دیتا ہے اور یہی توحید ارادی طلبی یعنی ”توحید الوہیت“ ہے، اور یا تو قرآن کریم امر و نہی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے وجوب کے بیان پر مشتمل ہے، اور یہ ساری چیزیں توحید کے حقوق اور تمہ میں شامل ہیں، اور یا تو قرآن کریم اہل توحید کے اعزاز و اکرام اور انہیں دنیا میں عطا ہونے والی نصرت و تائید اور آخرت میں عطا ہونے والی عزت افزائی کی خبر دیتا ہے، اور یہ توحید کا ثمرہ ہے۔ اور یا تو قرآن کریم اہل شرک اور انہیں دنیا میں دی جانے والی سزاؤں اور آخرت میں ہونے والے عذاب کی خبر دیتا ہے، اور یہ توحید کے حکم سے خارج ہونے والے کا انجام ہے۔ الغرض! قرآن کریم مکمل طور پر توحید، اس کے حقوق، اس کے ثمرات اور شرک اور اہل شرک اور ان کے انجام کے بیان پر مشتمل ہے۔^①

چوتھا مطلب..... توحید کے فوائد اور ثمرات:

توحید کے بڑے عظیم فضائل، لائق تعریف ثمرات اور بہترین نتائج ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

- ۱۔ دنیا و آخرت کی بھلائی توحید کے فضائل و ثمرات میں سے ہے۔
- ۲۔ توحید دنیا و آخرت کی مصیبتوں اور بلاؤں سے نجات کا سب سے عظیم سبب ہے، اللہ تعالیٰ توحید کے ذریعہ سے دنیا و آخرت کی مصیبتیں مٹاتا ہے اور نعمتیں اور بھلائیاں کھولتا ہے۔

① دیکھئے: مدارج السالکین لابن قیم: ۱۳ / ۴۵۰۔ وفتح المجید، ص: ۱۷، ۱۸۔ والقول السدید،

ص: ۱۶۔ و معارج التبول: ۱۸ / ۹۸۔

۳۔ توحید خالص سے دنیا و آخرت میں مکمل امن و سلامتی پیدا ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ﴿۸۲﴾﴾ [الانعام: ۸۲]

”جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کیا ایسے ہی لوگوں کے لیے امن ہے اور وہی راہِ راست پر گامزن ہیں۔“

۴۔ صاحبِ توحید (موحد یا توحید پرست) مکمل ہدایت اور ہر اجر و غنیمت کی توفیق سے بہرہ ور ہوتا ہے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ توحید کے ذریعہ سے گناہوں کی مغفرت فرماتا اور خطاؤں کو مٹاتا ہے، چنانچہ

حدیث قدسی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ

((يَا ابْنَ آدَمَ! إِنَّكَ لَوْ أَتَيْتَنِي بِقَرَابِ الْأَرْضِ خَطَايَا ثُمَّ لَقَيْتَنِي لَا تُشْرِكُ بِي شَيْئًا لَأَتَيْتَكَ بِقَرَابِهَا مَغْفِرَةً.)) ❶

”اے آدم کے بیٹے! اگر تو میرے پاس زمین بھر گناہ لے کر آئے اور پھر تو مجھ سے اس حال میں ملے کہ تو نے میرے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کیا ہو، تو میں تیرے پاس زمین (کی وسعتوں) بھر بخشش لے کر آؤں گا۔“

۶۔ توحید کی بدولت موحد کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل فرماتا ہے، چنانچہ حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ

سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ شَهِدَ اللَّهَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ وَكَلِمَتُهُ))

❶ ترمذی، کتاب الدعوات، باب فضل التوبة والاستغفار: ۵/۵۴۸، حدیث: ۳۵۴۰۔ اس حدیث کو

علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترمذی (۱۷۶/۳) اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، (حدیث: ۱۲۷، ۱۲۸) میں صحیح قرار دیا ہے۔

أَلْقَاهَا إِلَىٰ مَرْيَمَ وَرُوحٍ مِنْهُ، وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ، وَأَنَّ النَّارَ حَقٌّ،
أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَىٰ مَا كَانَ مِنَ الْعَمَلِ .)) ❶

”جس نے اس بات کی گواہی دی کہ کوئی حقیقی معبود نہیں سوائے اللہ واحد کے، اس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے، اس کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ نے حضرت مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا تھا، اور اس کی طرف سے روح ہیں اور یہ کہ جنت حق ہے، اور یہ کہ جہنم حق ہے، تو اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل فرمائے گا، خواہ جیسا بھی عمل ہو۔“

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ .)) ❷

”جو شخص اس حال میں مرا کہ اللہ کے ساتھ کچھ بھی شریک نہیں کیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔“

۷۔ توحید جب دل میں راسخ اور پیوست ہو جاتی ہے تو موحد کو جہنم میں داخل ہونے سے بالکل روک دیتی ہے، چنانچہ حضرت عتبان رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((..... فَإِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، يَبْتَغِي
بِذَلِكَ وَجْهَ اللَّهِ .)) ❸

❶ متفق علیہ: بخاری، کتاب الأنبياء، باب قوله تعالى: ﴿يَأْهَلُ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ﴾، ۱۶۸/۴، حدیث: ۳۲۵۲۔ ومسلم، کتاب الايمان، باب الدليل على أن من مات على التوحيد دخل الجنة قطعاً: ۵۷/۱، حدیث: ۲۸۔

❷ مسلم، کتاب الايمان، باب من مات لا يشرك بالله شيئاً دخل الجنة: ۱/۹۴، حدیث: ۹۳۔

❸ بخاری، کتاب الصلاة، باب المساجد في البيوت: ۱/۱۲۶، ح: ۴۲۵۔ ومسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاة، باب الرخصة في التخلف عن الجماعة بعدد: ۱/۴۵۵، ۴۵۶، ح: ۳۳۔

”بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شخص کو آگ پر حرام قرار دیا ہے جو لا الہ الا اللہ کا

اقرار کرتا ہو اور اس سے اللہ کی رضا چاہتا ہو۔“

۸۔ اگر بندے کے دل میں رائی کے ادنیٰ دانے کے برابر بھی ایمان ہو تو وہ اسے جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہنے سے مانع ہوگا۔ ❶

۹۔ اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کا سب سے عظیم سبب توحید ہی ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ کی شفاعت پانے والا سب سے خوش بخت شخص وہ ہے جس نے خلوص دل یا خلوص نیت سے ”لا الہ الا اللہ“ پڑھا ہو۔ ❷

۱۰۔ تمام ظاہری و باطنی اعمال و اقوال کی قبولیت، کمال اور ان پر اجر و ثواب کا مرتب ہونا توحید پر موقوف ہے، چنانچہ جس قدر اللہ کے لیے توحید اور خلوص وللہیت قوی اور مضبوط تر ہوگا اسی قدر یہ اعمال و اقوال بھی مکمل اور تام ہوں گے۔

۱۱۔ توحید بندے پر نیکیوں کی انجام دہی اور برائیوں کے ترک کو سہل اور آسان بنا دیتی ہے اور اسے مصائب میں تسلی بخشتی ہے، چنانچہ موحد پر جو اللہ تعالیٰ کے لیے اپنی توحید میں مخلص ہو، نیکیوں کی انجام دہی آسان ہوتی ہے، کیونکہ اسے اپنے رب کی رضا اور ثواب کی امید ہوتی ہے، اسی طرح اس کے لیے ان معاصی اور گناہوں کو ترک کرنا آسان ہوتا ہے جنہیں انجام دینے کے لیے اس کا نفس آمادہ ہوتا ہے، کیونکہ اسے اللہ کی ناراضی اور سزا کا خوف ہوتا ہے۔

۱۲۔ توحید جب دل میں مکمل ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ موحد کے لیے ایمان کو محبوب بنا دیتا ہے اور اسے اس کے دل میں مزین و آراستہ کر دیتا ہے، اور اس کے نزدیک کفر، فسق اور نافرمانی کو ناپسندیدہ اور مبغوض کر دیتا ہے، اور اسے ہدایت یافتہ لوگوں کے زمرہ میں

❶ دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿لِإِنَّمَا خَلَقْتُ بَيِّنَاتٍ﴾، حدیث:

۷۴۱۰۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معرفة طریق الرؤية: ۱ / ۱۷۰، حدیث: ۱۸۳، ۱۹۳۔

❷ بخاری، کتاب العلم، باب الحرص علی الحدیث: ۱ / ۳۸، حدیث: ۹۹۔

شامل فرمادیتا ہے۔

۱۳۔ توحید بندے کے لیے ناپسندیدہ چیزیں ہلکی اور سہل بناتی ہے اور اس پر آنے والی تکلیفوں اور مصیبتوں کو آسان کر دیتی ہے، چنانچہ بندہ اپنے دل میں توحید کے کمال و رسوخ کے اعتبار سے تکالیف و مصائب کو شرح صدر، اطمینانِ قلب اور اللہ کی کڑوی تقدیروں پر تسلیم و رضا کا ثبوت دیتے ہوئے قبول کرتا ہے۔ توحید انشراح صدر کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے۔

۱۴۔ توحید بندے کو مخلوق کی غلامی، ان سے لو لگانے، ان سے ڈرنے اور اُمید وابستہ کرنے اور ان کی خاطر عمل کرنے کی قید و بند سے آزاد کرتی ہے۔

اور یہی حقیقی عزت اور عظیم شرف ہے، اور اسی سے بندہ اللہ کا عبادت گزار ہو جاتا ہے، اس کے علاوہ کسی سے اُمید کرتا ہے نہ اس کے علاوہ کسی سے خوف کھاتا ہے، اور اسی سے اس کی فلاح و کامیابی کی تکمیل ہوتی ہے۔

۱۵۔ توحید جب بندے کے دل میں مکمل ہو جاتی ہے اور مکمل اخلاص و للہیت کے ساتھ دل میں راسخ ہو جاتی ہے تو بندے کا تھوڑا عمل بھی زیادہ ہو جاتا ہے، اور اس کے نیک اعمال و اقوال بلا حساب گناہ گناہ ہو جاتے ہیں۔

۱۶۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے موحدین کے لیے دنیا میں فتح و کامرانی، نصرت و تائید، عزت و شرف، ہدایت یابی، نیکیوں کی توفیق، اصلاح احوال اور اعمال و اقوال میں استقامت و راستی کی ضمانت لی ہے۔

۱۷۔ اللہ عز و جل مومنین و موحدین کا دنیا و آخرت کے شرور و فتن سے بچاؤ اور دفاع کرتا ہے اور ان پر پاکیزہ زندگی، اپنی ذات سے حصول اطمینان اور اپنی یاد سے محبت و انسیت کے حصول کا احسان فرماتا ہے۔

علامہ سعدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”ان باتوں کے شواہد (دلائل) کتاب و سنت میں

بکثرت ہیں جو معروف ہیں۔“ واللہ اعلم ①

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقم طراز ہیں:

”اور دلوں کو سرور اور لذت تامہ صرف اللہ تعالیٰ کی محبت اور اس کی پسندیدہ

چیزوں کے ذریعہ سے اس سے قریب ہو کر ہی حاصل ہو سکتی ہے، اور اللہ کی محبت

اللہ کے علاوہ ہر محبوب سے اعراض کر کے ہی مکمل ہو سکتی ہے، اور یہی کلمہ ”لا الہ

الا اللہ“ کی حقیقت ہے۔“ ②



① القول السدید فی مقاصد التوحید، ص: ۲۵.

② مجموع الفتاوی: ۲۸ / ۳۲.

شُرک کی تاریکیاں

پہلا مطلب..... شرک کا مفہوم:

”شُرک“ اور ”شُرکت“ دونوں کے معنی ایک ہی ہیں، اور کبھی دونوں مشترک اور متشاکر ہوتے ہیں اور کبھی دونوں الفاظ ایک دوسرے کے شریک ہوتے ہیں، اور ”أشْرِكُ بِاللَّهِ“ کا مفہوم ہے اللہ کے ساتھ کفر کیا، لہذا وہ مشرک یا مشرکی قرار پایا، اور دونوں الفاظ سے اسم ”شُرک“ ہی آتا ہے، اور ”رغبنا فی شرککم“ کا مفہوم ہے ہم نے تمہارے نسب میں شریک ہونے کی خواہش کی۔^①

اور ”أشْرِكُ بِاللَّهِ“ کا معنی ہے اللہ کی بادشاہت یا اس کی عبادت میں اس کا شریک بنایا، لہذا ”شُرک“ کا معنی یہ ہے کہ آپ اللہ کا کوئی شریک ٹھہرائیں جب کہ اس نے آپ کو پیدا کیا ہے، شرک سب سے بڑا گناہ ہے، نیز شرک اعمال کو ضائع و برباد کرنے والا اور ثواب سے محروم کرنے والا ہے، چنانچہ جس کسی نے محبت یا تعظیم میں اللہ کے علاوہ کو اللہ کے برابر قرار دیا یا ملت ابراہیمی کے مخالف نقوش اور مبادی کی پیروی کی وہ مشرک ہے۔^②

شرک کی دو قسمیں ہیں:

۱- شرکِ اکبر..... جو انسان کو ملت سے خارج کر دیتا ہے۔

۲- شرکِ اصغر..... جو انسان کو ملت سے خارج نہیں کرتا۔^③

علامہ سعدی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ شرکِ اکبر کی ایسی تعریف جو اپنے تمام اقسام و افراد کو جامع ہو یہ ہے کہ بندہ عبادت کا کوئی حصہ یا عبادت کی کوئی قسم غیر اللہ کے لیے انجام

① دیکھئے: القاموس المحيط، باب الکاف، فصل الشین، ص: ۱۲۴۰.

② الأجوبة المفيدة لمهمات العقيدة لعبد الرحمن الدوسری، ص: ۴۱.

③ دیکھئے: قضية التكفير للمؤلف (زیر نظر کتاب کے مولف)، ص: ۱۱۹۔

دے۔ چنانچہ ہر عقیدہ یا قول یا عمل جس کے بارے میں یہ ثابت ہو کہ شارع نے اس کے کرنے کا حکم دیا ہے، اسے اللہ وحدہ لا شریک کے لیے انجام دینا توحید، ایمان اور اخلاص ہے۔ اور اسے غیر اللہ کے لیے پھیر دینا کفر و شرک ہے۔

یہ شرک اکبر کا ایسا ضابطہ ہے جس سے کوئی چیز خارج نہیں ہو سکتی، رہی شرک اصغر کی تعریف تو شرک اصغر ہر اس وسیلہ اور ذریعہ کو کہتے ہیں جس سے شرک اکبر تک پہنچا جائے، جیسے وہ ارادے، اقوال اور افعال جو عبادت کے مرتبہ تک نہ پہنچیں۔^①

دوسرا مطلب:..... ابطال شرک کے روشن دلائل:

شرک کے ابطال اور مشرکین کی مذمت میں واضح اور قطعی دلائل بے شمار ہیں، ان میں سے چند دلائل درج ذیل ہیں:

۱۔ ہر وہ شخص جس نے کسی نبی، یا ولی، یا فرشتہ، یا جن کو پکارا، یا اس کے لیے کسی بھی قسم کی کوئی عبادت کی تو اس نے اللہ کو چھوڑ کر اسے معبود بنا لیا^② اور یہی وہ شرک اکبر ہے جس کے سلسلہ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ

مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ۝﴾ [النساء: ۴۸]

”یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو نہیں معاف کرتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور

اس کے علاوہ گناہ جس کے لیے چاہے بخش دیتا ہے، اور جس نے اللہ کے ساتھ

شرک کیا اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔“

۲۔ ان قطعی دلائل و براہین میں سے جن کی وضاحت ایسے شخص کے لیے مناسب ہے جس

نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے معبود بنا لیے اللہ عزوجل کا درج ذیل فرمان بھی ہے:

﴿أَمَّا اتَّخَذُوا إِلَهًا مِّنَ الْأَرْضِ هُمْ يُنْشِرُونَ ۝﴾ لَوْ كَانَ فِيهِمَا

① دیکھئے: القول السديد في مقاصد التوحيد لعبد الرحمن السعدي، ص: ۳۱، ۳۲، ۵۴.

② دیکھئے: فتح المعجد شرح كتاب التوحيد، ص: ۲۴۲.

إِلَهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا ۖ فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ ﴿٣٣﴾
 لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُونَ ﴿٣٣﴾ [الانبیاء: ۲۱-۲۳]

”کیا ان لوگوں نے زمین سے جنہیں معبود بنا رکھا ہے وہ زندہ کرتے ہیں، اگر آسمان و زمین میں اللہ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہو جاتے، پس اللہ تعالیٰ عرش کا رب ہر اس وصف سے پاک ہے جو یہ مشرکین بیان کرتے ہیں، وہ اپنے کاموں کے لیے جواب دہ نہیں ہے اور وہ سب (اللہ کے آگے) جواب دہ ہیں۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر نکیر فرمائی ہے جس نے اللہ کے علاوہ زمین سے دیگر معبود بنا لیے، خواہ وہ پتھر ہوں یا لکڑی یا ان کے علاوہ دیگر بت ہوں جن کی اللہ کے علاوہ عبادت کی جاتی ہے، تو کیا یہ لوگ مردوں کو زندہ کر سکتے ہیں اور انہیں اٹھا سکتے ہیں؟

جواب یہ ہے کہ نہیں ہرگز نہیں، انہیں اس بات کی کوئی قدرت نہیں، اور اگر آسمانوں اور زمین میں اللہ کے علاوہ دیگر معبود عبادت کے حق دار ہوتے تو یقیناً زمین و آسمان فنا ہو جاتے، اور زمین و آسمان کی مخلوقات بھی تباہ و برباد ہو جاتیں، کیونکہ ایک سے زیادہ معبود ان کا ہونا، آپس میں ایک دوسرے کو منع کرنے، آپس میں جھگڑنے اور باہم اختلاف کرنے کا متقاضی ہے، اور اسی وجہ سے ہلاکت و تباہی پیدا ہوگی۔

چنانچہ اگر دو معبودوں کا وجود فرض کر لیا جائے اور ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز کو پیدا کرنا چاہے اور دوسرا نہ چاہے، یا ایک کوئی چیز دینا چاہے جبکہ دوسرا نہ چاہے، یا دونوں میں سے ایک کسی جسم کو ہلانا چاہے اور دوسرا روکنا چاہے تو ایسی صورت میں دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے گا اور زندگی برباد ہو جائے گی، کیونکہ:

☆ دونوں معبودوں کی چاہت کا بیک وقت پایا جانا محال ہے، اور یہ انتہائی باطل شے ہے، کیونکہ اگر دونوں کی چاہتیں بیک وقت پائی جائیں تو اس سے دو متضاد چیزوں کا اکٹھا ہونا لازم آئے گا، نیز یہ لازم آئے گا کہ ایک ہی چیز بیک وقت زندہ بھی ہو مردہ بھی ہو،

متحرک بھی ہو اور ساکن بھی ہو۔

☆ اگر دونوں میں سے کسی ایک کی بھی چاہت حاصل نہ ہو تو اس سے ہر دو معبودوں کا عاجز و در ماندہ ہونا لازم آئے گا، اور در ماندگی ربوبیت کے منافی ہے۔

☆ اور اگر دونوں میں سے کسی ایک کی چاہت پائی جائے اور وہی نافذ ہو، دوسرے کی نہیں تو جس کی چاہت پائی جائے گی وہی قدرت والا معبود مانا جائے گا اور دوسرا عاجز، کمزور اور بے بس قرار پائے گا۔

☆ اور تمام معاملات میں دونوں کا ایک ہی چاہت پر متفق ہونا ناممکن ہے، اور اس وقت متعین ہو جاتا ہے کہ طاقتور اور اپنے معاملے پر غالب وہی ذات ہے، تنہا جس کی چاہت پائی جا رہی ہے، جسے نہ کوئی روک ٹوک کرنے والا ہے، نہ آڑے آنے والا، نہ جھگڑنے والا، نہ مخالف اور نہ ہی کوئی شریک ہے، اور وہ اللہ عزوجل ہے جو پیدا کرنے والا تنہا معبود ہے جس کے سوا نہ کوئی معبود برحق ہے اور نہ کوئی رب اور پالنے والا، اور اسی وجہ سے اللہ عزوجل نے دلیل تمایح کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

﴿ مَا اتَّخَذَ اللَّهُ مِنْ وَلَدٍ وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ إِلَهٍ إِذَا لَذَهَبَ كُلُّ إِلَهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَّ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ سُبْحٰنَ اللَّهِ عَمَّا يُصِفُونَ ﴿٩١﴾
عَلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعَلَّىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٩٢﴾

[المومنون: ۹۱، ۹۲]

”اللہ تعالیٰ نے کوئی بیٹا نہیں بنایا ہے، اور نہ اس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے، ورنہ ہر معبود اپنی مخلوق کو لیے لیے پھرتا، اور ہر ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتا، اللہ کی ذات پاک اور بے نیاز ہے، ان تمام اوصاف سے جن سے یہ متصف کرتے ہیں، وہ غیب و حاضر کا جاننے والا ہے اور جو شرک یہ کرتے ہیں، اس سے بلند و بالا ہے۔“
عالم علوی و سفلی کا استحکام اور از وقت خلقت اس کا نظم و نسق اور بعض کا بعض سے ربط انتہائی گہرا اور مکمل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَا تَرَىٰ فِي خَلْقِ الرَّحْمَنِ مِن تَفْوُتٍ﴾ [الملك: ۳]

”آپ اللہ رحمن کی تخلیق میں کوئی بے سلیقگی اور کجی نہ دیکھیں گے۔“

اور ہر چیز مسخر اور مخلوقات کی مصلحتوں کے لیے حکمت کے ساتھ پابند کی ہوئی ہے، جو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا کا مدبر ایک ہے، اس کا رب ایک ہے، اس کا معبود ایک ہے، جس کے سوا نہ تو کوئی معبود ہے اور نہ کوئی خالق۔^①

۳۔ تمام عقلاء کے نزدیک یہ بات معلوم ہے کہ اللہ کے علاوہ جن معبودان کی بھی عبادت کی جاتی ہے وہ تمام وجوہ سے کمزور، عاجز اور بے بس ہیں، نیز یہ معبودان اپنے لیے یا اپنے علاوہ کسی اور کے لیے کسی بھی نفع یا نقصان، زندگی یا موت، دینے یا نہ دینے، بلند یا پست کرنے، عزت یا ذلت دینے کے مالک نہیں ہیں، اور نہ ان صفات میں سے کسی صفت سے متصف ہیں، جن سے معبودِ حقیقی (اللہ سبحانہ و تعالیٰ) متصف ہے، تو جس کی یہ حالت ہو اس کی عبادت کیسے ہو سکتی ہے؟ اور جس کے یہ اوصاف ہوں اس سے کیسے امید لگائی جاسکتی ہے یا ڈرا جاسکتا ہے؟ اور ایسے معبود سے کیسے سوال کیا جاسکتا ہے جو نہ سن سکتا ہے، نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی اسے کسی چیز کا علم ہے؟^②

اللہ عزوجل کے علاوہ جن کی بھی عبادت کی جاتی ہے، ان کی عاجزی و درماندگی کو اللہ تعالیٰ نے بڑی اچھی طرح بیان فرمایا ہے، ارشادِ باری ہے:

﴿قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا﴾

① دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل لابن تیمیة: ۱۹ / ۳۵۲، ۳۵۴، ۳۲۷، ۳۸۲ / ۱، ۳۵، ۳۷۔

وتفسیر البغوی: ۳ / ۲۴۱، ۳۱۶۔ وابن کثیر: ۳ / ۲۵۵، ۱۷۶۔ وفتح القدیر للشوکانی: ۳ / ۴۰۲،

۴۹۶۔ وتفسیر عبدالرحمن السعدی: ۱۵ / ۲۲۰، ۳۷۴۔ وأیسر التفاسیر لأبی بکر جابر الجزائری:

۳ / ۹۹۔ ومناهج الجدل فی القرآن الکریم للدکتور زاهر بن عواض الألمعی، ص: ۱۵۸، ۱۶۱۔

② دیکھئے: تفسیر ابن کثیر: ۲ / ۸۳، ۲۱۹، ۲۷۷، ۴۱۷، ۴۷ / ۳، ۲۱۱، ۳۱۰۔ وتفسیر السعدی:

۲ / ۳۲۷، ۴۲۰، ۴۲۰ / ۳، ۴۵۱، ۴۵۷، ۲۷۹ / ۵، ۴۵۷، ۱۵۳ / ۶۔ وأضواء البیان للشنقیطی: ۲ / ۴۸۲،

۱ / ۱۰۱، ۳۲۲، ۵۹۸، ۵۴۴ / ۵، ۲۶۸ / ۶۔

وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٤٦﴾ [المائدة: ٧٦]

”آپ کہہ دیجیے کہ کیا تم اللہ کے علاوہ ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے کسی نقصان کے مالک ہیں نہ کسی نفع کے، اللہ تعالیٰ ہی خوب سننے والا علم رکھنے والا ہے۔“

نیز ارشاد فرمایا:

﴿أَيُّ شِرْكُونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿١٩١﴾ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿١٩٢﴾ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَتَّبِعُوكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ أَدَعَوْتُمُوهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ ﴿١٩٣﴾ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادًا أَمْثَلُكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٩٤﴾ أَلَهُمْ أَرْجُلٌ يَمْشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ بِهَا أَمْ لَهُمْ آذَانٌ يَسْمَعُونَ بِهَا قُلِ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ كِيدُوا فَلَا تُنظِرُونَ ﴿١٩٥﴾ إِنَّ وَلِيَّ اللَّهِ الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ﴿١٩٦﴾ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ﴿١٩٧﴾ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَىٰ لَا يَسْمَعُوا وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ﴿١٩٨﴾﴾ [الاعراف: ١٩١ تا ١٩٨]

”کیا وہ ایسے کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے اور وہ خود ہی پیدا کیے گئے ہیں، اور ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے اور وہ خود کی بھی مدد نہیں کر سکتے، اور اگر تم ان کو ہدایت کی طرف بلاؤ تو تمہاری پیروی نہیں کریں گے، تمہارے لیے دونوں باتیں برابر ہیں، خواہ تم انھیں پکارو یا خاموش رہو، بے شک تم اللہ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں، اگر تم سچے ہو تو انھیں پکارو اور پھر وہ تمہارا کہنا پورا کر دیں!!، کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے

وہ چلتے ہوں، یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ کسی چیز کو تھام سکیں، یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں، یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں، آپ کہہ دیجیے: تم اپنے سارے شرکاء کو بلا لو، پھر میری ضرر رسائی کی تدبیر کرو، اور مجھے ذرا بھی مہلت نہ دو، یقیناً میرا مددگار (دوست) اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی اور وہ نیک بندوں کی مدد کرتا ہے، اور تم لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن لوگوں کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ خود اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں، اور اگر تم ان کو کوئی بات بتلانے کے لیے بلاؤ تو وہ اس کو نہ سنیں گے اور ان کو آپ دیکھیں گے کہ وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں، حالانکہ وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے۔“

نیز ارشاد باری ہے:

﴿ وَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَ هُمْ يُخْلَقُونَ وَ لَا يَمْلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَ لَا نَفْعًا وَ لَا يَمْلِكُونَ مَوْتًا وَ لَا حَيَوَةً وَ لَا نُشُورًا ۝۳ ﴾ [الفرقان: ۳]

”ان لوگوں نے اللہ کے سوا جنہیں اپنا معبود بنا رکھا ہے وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کیے جاتے ہیں، یہ تو اپنی جان کے نقصان و نفع کا بھی اختیار نہیں رکھتے، اور نہ موت و حیات کے اور نہ دوبارہ جی اٹھنے کے وہ مالک ہیں۔“

اور یہ معبودانِ باطلہ ان صفات کے ساتھ ساتھ نہ اپنے عابدوں سے تکلیف کے ہٹانے کے مالک ہیں اور نہ ہی اسے دوسرے کی طرف پھیرنے کے۔ ارشادِ الہی ہے:

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفِ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَ لَا تَحْوِيلًا ۝۵۶ ﴾ [الاسراء: ۵۶]

”کہہ دیجیے اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو، انہیں پکارو، لیکن نہ تو وہ تم سے کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں اور نہ بدل سکتے ہیں۔“

۴۔ یہ چیز یقینی طور پر معلوم ہے کہ مشرکین اللہ کو چھوڑ کر انبیاء یا صالحین یا فرشتوں یا مسلمان جنوں کی عبادت کرتے ہیں وہ ان سے بیزار ہو کر خود عمل صالح اور اپنے رب سے قریب ہونے میں منافست کے ذریعہ اللہ کی طرف محتاجی کا اہتمام کرتے ہیں، اس کی رحمت کی اُمید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں تو جس کی یہ حالت ہو اس کی عبادت کیسے کی جاسکتی ہے؟ ❶

ارشادِ باری ہے:

﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ۝٥٤﴾

[الاسراء: ۵۷]

”جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ خود اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے، وہ خود اس کی رحمت کی اُمید رکھتے اور اس کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں، بے شک تیرے رب کے عذاب سے ڈرنا ہی چاہیے۔“

۵۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انتہائی وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے کہ اللہ کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے ان میں تمام پہلو سے دعا کی عدم قبولیت اور عاجزی کے تمام اسباب موجود ہیں، کیونکہ یہ لوگ آسمانوں اور زمین میں ایک ذرہ کی مقدار کے بھی مالک نہیں، نامستقل طور پر اور نہ ہی اشتراک کے طور پر، اور نہ ہی ان معبودانِ باطلہ میں سے اللہ کا کوئی اس کی بادشاہت اور تدبیر میں معاون اور مددگار ہے، اور نہ ہی سفارش اس کے پاس کچھ نفع دے سکتی ہے سوائے اس کے جس کے لیے اللہ کی اجازت ہو۔ ❷

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

❶ دیکھئے: تفسیر ابن کثیر: ۴۸ / ۳۔ و تفسیر السعدی: ۲۹۱ / ۴۔

❷ دیکھئے: تفسیر ابن کثیر: ۳۷ / ۳۔ و تفسیر السعدی: ۲۷۴ / ۶۔

﴿ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ
فِي السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهَا مِنْ شَرْكٍ وَمَا لَهُ
مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيرٍ ﴿٢٣﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ ﴾

[سبا: ۲۲، ۲۳]

”کہہ دیجیے کہ اللہ کے سوا جن کا تمہیں گمان ہے ان سب کو پکار لو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمین میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے، نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے، نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے، سفارش بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دے سکتی، سوائے ان کے جن کے لیے اجازت ہو جائے۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا
يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْبِيرٍ ﴿١٣﴾ إِنْ تَدْعُوهُمْ لَا يَسْمَعُوا دُعَاءَكُمْ وَلَوْ
سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ وَلَا
يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ﴿١٤﴾ ﴾ [فاطر: ۱۳، ۱۴]

”یہی اللہ تمہارا رب ہے، اسی کی بادشاہت ہے، اور اس کے سوا جنہیں تم پکار رہے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے بھی مالک نہیں، اگر تم انہیں پکارو تو وہ تمہاری پکار سنتے ہی نہیں اور اگر (بالفرض) سن بھی لیں تو فریادری نہیں کریں گے، بلکہ قیامت کے دن تمہارے اس شرک کا صاف انکار کر جائیں گے، اور آپ کو کوئی بھی اللہ تعالیٰ جیسا خبردار خبر نہ دے گا۔“

۶۔ ارشاد باری ہے:

﴿ وَلَئِن سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ قُلِ
أَفَرَأَيْتُمْ مَا تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ أَرَادَنِيَ اللَّهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ
كَاشِفَاتُ ضُرِّيهِ أَوْ أَرَادَنِيَ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتُ رَحْمَتِي قُلْ حَسْبِيَ

اللَّهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُونَ ﴿٤٨﴾ [الزمر: ٣٨]

”آپ ان سے کہہ دیجیے کہ اچھا یہ تو بتاؤ جنہیں تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ تعالیٰ مجھے نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ اس کے نقصان کو ہٹا سکتے ہیں؟ یا اللہ تعالیٰ مجھ پر مہربانی کا ارادہ کرے تو کیا یہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کافی ہے، بھروسا کرنے والے اسی پر بھروسا کرتے ہیں۔“

۷۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَلَا تَدْعُ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠٦﴾ وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿١٠٧﴾﴾ [یونس: ١٠٦، ١٠٧]

”اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت نہ کرنا جو تجھے نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے، پہر اگر ایسا کیا تو ایسی صورت میں تم ظالموں میں سے ہو جاؤ گے، اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اور کوئی اُسے دُور کرنے والا نہیں، اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے نچھاور کر دے اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والا ہے۔“

اور یہ ہر مخلوق کا وصف ہے کہ نہ تو وہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان، درحقیقت نفع و نقصان پہنچانے والا اللہ تعالیٰ ہے، اور جس شخص نے ایسے کو پکارا جو نہ تکلیف پہنچا سکتا ہے نہ نفع دے سکتا ہے، تو اس نے شرکِ اکبر کا ارتکاب کر کے اپنے آپ پر ظلم کیا، اور جب نبی کریم ﷺ غیر اللہ کو پکار کر مشرکین اور ظالموں میں سے ہو سکتے ہیں تو آپ کے علاوہ کی کیا حیثیت ہے؟^①

① دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص: ٣٣١.

چنانچہ جو نفع و نقصان کا ملک ہے صرف وہی تنہا عبادت کا حق دار ہے، ارشادِ باری تعالیٰ

ہے:

﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يَمْسَسْكَ
بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿١٦﴾﴾ [الانعام: ١٧]

”اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اور کوئی اسے دور کرنے والا نہیں ہے، اور اگر اللہ تمہیں کوئی نفع پہنچائے تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے۔“

۸۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّن يَدْعُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَهُ إِلَى
يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَائِهِمْ غَفْلُونَ ﴿٥﴾ وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ
كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كُفْرِينَ ﴿٦﴾﴾ [الاحقاف: ٥، ٦]

”اور اس سے بڑھ کر گمراہ اور کون ہوگا جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی دعا قبول نہ کر سکیں، بلکہ ان کی پکار سے محض غافل اور بے خبر ہوں، اور جب لوگوں کو جمع کیا جائے گا تو یہ ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کی عبادت سے صاف انکار کر جائیں گے۔“

کیا ان لوگوں سے زیادہ گمراہ اور کوئی ہے جو ایسے لوگوں کو پکارتے ہیں جو دنیا میں اپنی اقامت کی مدت تک ان کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے، وہ ان سے ذرہ کے برابر بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتے، وہ نہ تو ان کی پکار کو سن سکتے ہیں اور نہ ان کی پکار کا جواب دے سکتے ہیں، یہ تو ان کی دنیوی حالت ہے، ورنہ آخرت میں تو وہ ان کے شرک کا صریح انکار کر دیں گے اور ان کے دشمن ہو جائیں گے، ان کا بعض بعض کو لعنت کرے گا اور ایک دوسرے سے براءت کا اظہار کرے گا۔^①

① دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، ص: ٧٢٤.

۹۔ معقول حقائق کو محسوس شکل میں ظاہر کرنے کے لیے مثالوں کا بیان کرنا واضح اور قوی ترین اسالیب میں سے ہے، اور یہ انتہائی عظیم شے ہے جس سے بت پرستوں کی ان کے عقیدہ اور عبادت و تعظیم میں ان کے خالق و مخلوق کو مساوی قرار دینے کے ابطال کے لیے ان کی تردید کی جاسکتی ہے، چوں کہ اس قسم کی مثالیں قرآن کریم میں بکثرت موجود ہیں، اس لیے میں مندرجہ ذیل صرف تین مثالوں پر اکتفا کروں گا، جن سے مقصود واضح ہو جائے گا۔

الف: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاستَبِعُوا لَهُ ۖ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَنْ يَخْلُقُوا ذُبَابًا وَلَوْ اجْتَبَعُوا لَهُ ۖ وَإِنْ يَسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَا يَسْتَنْقِذُوهُ مِنْهُ ۖ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوبُ ﴿٧٣﴾ مَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ ﴿٧٤﴾﴾ [الحج: ٧٣، ٧٤]

”اے لوگو! ایک مثال بیان کی جا رہی ہے ذرا کان لگا کر سنو! اللہ کے سوا جن جن کو تم پکارتے رہے ہو وہ ایک مکھی بھی تو پیدا نہیں کر سکتے گو سارے کے سارے ہی جمع ہو جائیں، بلکہ مکھی اگر ان سے کوئی چیز لے بھاگے تو یہ تو اس سے چہین بھی نہیں سکتے، بڑا کمزور ہے طلب کرنے والا اور بڑا بودا ہے وہ جس سے طلب کیا جا رہا ہے، ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کما حقہ قدر نہ کی، بے شک اللہ تعالیٰ قوی اور غالب ہے۔“

ہر بندے کے لیے ضروری ہے کہ اس مثال کو سنے اور کما حقہ اس میں غور و تدبر کرے، کیونکہ یہ مثال اس کے دل سے شر و فساد کے جراثیم کو کاٹ کر رکھ دے گی، جب وہ معبودانِ باطلہ جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے، انہیں ایک مکھی پیدا کرنے کی بھی قدرت نہیں ہے، اگرچہ سارے کے سارے اس کے پیدا کرنے کے لیے جمع ہو جائیں، تو اس سے بڑی چیز کے بارے میں کیا کہا جاسکتا ہے، بلکہ اگر مکھی ان سے کوئی چیز لے بھاگے، مثلاً: خوشبو وغیرہ

تو اس سے بدلہ لینے کی بھی انھیں قدرت نہیں ہے کہ وہ اسے اس سے چھین لیں، یعنی نہ تو انھیں ایک مکھی پیدا کرنے کی قدرت ہے جو کہ سب سے کمزور مخلوق ہے، اور نہ ہی اس سے بدلہ لینے اور چھیننی ہوئی چیز کے واپس لینے کی طاقت ہے، الغرض! ان معبودانِ باطلہ سے عاجز در ماندہ اور کمزور کوئی چیز نہیں ہے تو کیسے ایک عقل مند شخص اللہ کو چھوڑ کر ان کی عبادت کو اچھا سمجھتا ہے؟

یہ مثال شرک کے بطلان اور مشرکین کی تجہیل میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ بلیغ ترین مثالوں میں سے ہے۔^①

ب: شرک کے بطلان، مشرکین کے خسارہ اور انھیں اپنے مقصود کے برعکس حاصل ہونے کے سلسلہ کی ایک بہترین اور واضح الدلالت مثال اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ ۖ عَلَىٰ
 إِتْنَحْذَاتِ بَيْتٍ ۖ وَإِنْ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبِيتُ الْعَنْكَبُوتِ لَوْ كَانُوا
 يَعْلَمُونَ ۗ ۝۴۱ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ ۗ وَهُوَ
 الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝۴۲ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ ۖ وَمَا يَعْقِلُهَا
 إِلَّا الْعَالِمُونَ ۝۴۳﴾ [العنكبوت: ۴۱-۴۳]

”جن لوگوں نے اللہ کے سوا اور کارساز مقرر کر رکھے ہیں، ان کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک گھر بنا لیتی ہے، حالانکہ تمام گھروں سے کمزور اور بودا گھر مکڑی کا گھر ہی ہے، کاش! وہ جانتے، اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو جانتا ہے جنہیں وہ اس کے سوا پکار رہے ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے، ہم ان مثالوں کو لوگوں کے لیے بیان فرما رہے ہیں، انھیں صرف علم والے ہی سمجھتے ہیں۔“

① دیکھئے: أمثال القرآن لابن القيم، ص: ۴۷۔ والتفسير القيم لابن القيم، ص: ۳۶۸۔ وتفسير البغوي: ۲۹۸ / ۳۔ وتفسير ابن كثير: ۲۳۶ / ۳۔ وفتح القدير للشوكاني: ۴۷۰ / ۳۔ وتفسير السعدی: ۳۲۶ / ۵۔

یہ مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اس شخص کے لیے بیان فرمایا ہے جو اللہ کے ساتھ غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے اور اس کے ذریعہ عزت، قوت اور نفع کا خواہاں ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ نے وضاحت فرمائی کہ یہ لوگ ضعیف اور کمزور ہیں، اور جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر انھیں کارساز بنا لیا ہے وہ ان سے بھی کمزور ہیں اور ان کی مثال اپنی کمزوری اور کارساز بنانے سے جو ان کا مقصد ہے اس میں اس مٹری کی سی ہے جو سب سے کمزور جانور ہے، جو ایک گھر بنا لیتی ہے جو سب سے کمزور گھر ہوتا ہے، چنانچہ اس کے گھر بنالینے سے اس کی کمزوری میں اضافہ ہی ہوتا ہے، اسی طرح جس نے اللہ کو چھوڑ کر دوسروں کو کارساز بنا لیا وہ ضعیف اور کمزور ہیں اور انھیں کارساز بنانے سے ان کی کمزوری اور بے بسی میں اضافہ ہی ہوگا۔^①

ج: ان بلیغ ترین مثالوں میں جن سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ مشرک کی چادر تارتا رہتی ہے اور وہ اپنے معاملے میں حیران و ششدر ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے:

﴿ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا رَجُلًا فِيهِ شُرَكَاءُ مُتَشَكِّسُونَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِرَجُلٍ هَلْ يَسْتَوِينَ مَثَلًا الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ①﴾

[الزمر: ۲۹]

”اللہ تعالیٰ مثال بیان فرما رہا ہے کہ ایک وہ شخص جس میں باہم ضد رکھنے والے شریک ہیں اور دوسرا وہ شخص جو صرف ایک ہی کا (غلام) ہے، کیا یہ دونوں صفت میں یکساں ہیں، اللہ تعالیٰ ہی کے لیے سب تعریف ہے لیکن ان میں سے اکثر لوگ نہیں جانتے۔“

یہ ایک مثال ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مشرک اور موحد کے لیے بیان فرمایا ہے، چنانچہ مشرک چونکہ مختلف معبودوں کی پرستش کرتا ہے، اس لیے اس کی تشبیہ اس غلام سے دی گئی ہے

① دیکھئے: تفسیر البغوی: ۳ / ۳۶۸۔ وأمثال القرآن لابن القيم، ص: ۲۱۔ وفتح القدير للشوكاني:

جو آپس میں جھگڑنے اور اختلاف کرنے والی ایک جماعت کی ملکیت میں ہو، جو بد اخلاق اور اس سے خدمت لینے کے اس قدر حریص ہوں کہ ان تمام لوگوں کو راضی کرنا اس کے لیے ممکن نہ ہو، اور اس طور پر وہ ایک طرح کے عذاب اور مصیبت میں ہو۔

اور موحد چونکہ صرف اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کرتا ہے، اس لیے اس کی مثال اس غلام کی سی ہے جو صرف ایک آقا کی ملکیت میں ہو، وہ صرف اسی کا ہو، اسے اس کے مقاصد کا علم ہو اور وہ اسے راضی کرنے کا گر سمجھتا ہو تو ایسا غلام شریکوں کے باہمی کشاکش اور اختلاف سے امن و سکون میں ہوتا ہے، بلکہ وہ خالص اپنے آقا کا ہوتا ہے جس میں کسی کا کوئی تنازعہ نہیں، ساتھ ہی اس کا مالک اس کے ساتھ رحم و کرم، شفقت اور حسن اخلاق سے پیش آتا ہے اور اس کی مصلحتوں کا خیال رکھتا ہے تو کیا یہ دونوں غلام برابر ہو سکتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ نہیں، ہرگز نہیں، دونوں کبھی برابر نہیں ہو سکتے!! ❶

۱۰۔ تنہا عبادت کا مستحق صرف وہی ہو سکتا ہے جو ہر چیز پر قدرت اور ہر چیز کا احاطہ کیے ہو، مکمل سلطنت و غلبہ اور ہر چیز کی نگہبانی کا مالک ہو، ہر چیز کا جسے علم ہو اور دنیا و آخرت اور نفع و ضرر کا جو مالک ہو، دینا اور نہ دینا جس کے ہاتھ میں ہو، جس کی یہ شان ہو وہ اس لائق ہے کہ یاد رکھا جائے تو بھلایا نہ جائے، شکر کیا جائے تو ناشکری نہ کی جائے، اطاعت کی جائے تو نافرمانی نہ کی جائے، اور اس کے ساتھ کسی غیر کو شریک نہ کیا جائے۔ ❷

اور کمال مطلق کے اوصاف صرف اور صرف اللہ عزوجل کے لیے ہیں جن کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، لیکن ان میں سے چند اوصاف کمال درج ذیل ہیں:

❶ دیکھئے: تفسیر البغوی: ۷۸ / ۴۔ وابن کثیر: ۵۲ / ۴۔ والتفسیر القیم لابن القیم، ص: ۴۲۳۔

وفتح القدیر للشوکانی: ۴۶۲ / ۴۔ وتفسیر السعدی: ۴۶۸ / ۶۔ وتفسیر الجزائری: ۴۳ / ۴۔

❷ دیکھئے: تفسیر البغوی: ۱ / ۲۳۷، ۱ / ۳، ۷۱ / ۲، ۸۸ / ۳۷۲۔ وابن کثیر: ۱ / ۳۰۹، ۲ / ۵۷۲، ۱ / ۳

۲، ۴۲ / ۲، ۱۲۷، ۴۳۵، ۱ / ۳۴۴، ۲ / ۱۳۸۔ وتفسیر السعدی: ۱ / ۳۱۳، ۷ / ۶۸۶، ۲ / ۳۸۱، ۱ / ۳

۳۹۷، ۴ / ۲۰۴، ۶ / ۳۶۴، ۱ / ۳۵۶، ۲ / ۳۷۲۔ وأضواء البیان: ۲ / ۱۸۷، ۳ / ۲۷۱۔

۱۔ الوہیت میں منفرد:

عبادت کی مستحق تنہا اللہ وحدہ لا شریک کی ذات ہے، جو زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی، جو قیوم ہے، بذاتِ خود قائم ہے اور تمام مخلوقات سے بے نیاز ہے اور مخلوق ہر چیز میں اس کی محتاج ہے اللہ تعالیٰ کی کمال زندگی اور کمال قیومیت کی ایک دلیل یہ ہے کہ اسے اُوکھ آتی ہے نہ نیند اور آسمانوں اور زمین کی تمام مخلوقات اس کے بندے ہیں اور اس کے قہر اور بادشاہت کے ماتحت ہیں، ارشادِ باری ہے:

﴿إِنَّ كُلَّ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ إِلَّا آتِيَ الرَّحْمَنِ عَبْدًا ۗ لَقَدْ

أَخْضَعُوا وَعَدَّهُمْ عَدَا ۗ﴾ [مریم: ۹۳، ۹۴]

”آسمانوں زمین میں جو بھی ہیں وہ سب کے سب اللہ کے غلام ہی بن کر آنے والے ہیں، ان سب کو اس نے گھیر رکھا ہے اور سب کو پوری طرح گن بھی رکھا ہے۔“

اللہ تعالیٰ کی کمال بادشاہت اور عظمت و کبریائی کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر کوئی سفارش نہیں کر سکتا، چنانچہ تمام اہل و جاہت اور سفارشی اللہ کے غلام اور بندے ہیں، وہ کسی کی سفارش نہیں کر سکتے یہاں تک کہ اللہ عزوجل کی اجازت ہو جائے، اور اللہ کی اجازت اسی کے لیے ہوگی جس سے وہ راضی ہوگا، اور اللہ تعالیٰ کا علم تمام کائنات کو محیط ہے، اس کے علم کے ادنیٰ حصہ پر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا، سوائے اس کے جس کی اس نے ان کو اطلاع دے دی ہے۔ اور اس کی عظمت کی ایک دلیل یہ ہے کہ اس کی کرسی تمام آسمانوں اور زمین پر وسیع ہے، اور اللہ تعالیٰ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی مخلوقات کی حفاظت کیے ہوئے ہے، ان دونوں کی حفاظت اس کے لیے دشوار نہیں، بلکہ انتہائی سہل اور نہایت آسان ہے، وہ ہر چیز پر غالب اور اپنی ذات سے اپنی تمام مخلوقات پر بلند ہے، اور اپنی عظمت و صفات سے عالی و برتر ہے، وہ بلند ہے جو تمام مخلوقات پر غالب ہے اور تمام موجودات اس کے تابع ہیں، وہ عظیم، عظمت و کبریائی کی صفات کا جامع ہے، ان عظیم صفات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان ہے:

﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ ۚ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ ۚ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۗ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۗ وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ ۗ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ۗ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا ۗ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ ﴿٢٥٥﴾﴾ [البقرہ: ۲۵۵]

”اللہ تعالیٰ ہی معبودِ برحق ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو زندہ اور سب کا تھامنے والا ہے، جسے نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند، اس کی ملکیت میں زمین اور آسمان کی تمام چیزیں ہیں۔ کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے سامنے سفارش کر سکے، وہ جانتا ہے جو ان کے سامنے ہے اور جو ان کے پیچھے ہے اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے، اس کی کرسی کی وسعت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت سے نہ تھکتا اور نہ اکتاتا ہے، وہ بہت بلند اور بہت بڑا ہے۔“

۲۔ وہ ایسا معبود ہے جس کی بادشاہت کے سامنے ہر چیز جھکی ہوئی ہے، ساری مخلوقات، خواہ وہ جمادات ہوں، حیوانات ہوں، انسان ہوں، جن ہوں یا فرشتے ہوں اسی کے تابع فرمان ہیں۔ ارشادِ باری ہے:

﴿وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَكَرْهًا وَإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ﴿٨٣﴾﴾ [آل عمران: ۸۳]

”تمام آسمانوں والے اور زمین والے اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار اور تابع فرمان ہیں، خوشی سے ہوں یا ناخوشی سے، اور سب اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔“

۳۔ وہ ایسا معبود ہے جس کے ہاتھ میں نفع و نقصان کا اختیار ہے، چنانچہ اگر ساری مخلوق کسی ایک مخلوق کو نفع پہنچانے پر متفق ہو جائے تو اسے اتنا ہی نفع پہنچا سکتی ہے، جتنا اس کے نصیب میں اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے، اور اگر ساری مخلوق کسی مخلوق کو کچھ نقصان پہنچانے

پر متفق ہو جائے اور اللہ نہ چاہے تو اسے کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتی، ارشادِ باری ہے:

﴿وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ

فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ۗ يُصِيبُ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۗ وَهُوَ الْغَفُورُ

الرَّحِيمُ ﴿۱۰۷﴾ [یونس: ۱۰۷]

”اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اور کوئی اُسے دور کرنے والا نہیں اور اگر وہ تم کو کوئی خیر پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں، وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے بچھا کر دے اور وہ بڑی مغفرت اور رحمت والا ہے۔“

۴۔ اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز پر قادر ہے، اسے کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی۔ ارشادِ باری ہے:

﴿إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۸۲﴾﴾ [یس: ۸۲]

”وہ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو صرف اسے اتنا کہہ دینا کافی ہوتا ہے کہ ”ہو جا“ تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔“

۵۔ اس کے علم کا ہر چیز کو محیط ہونا تمام امورِ غیب کو شامل ہے، اسے اس چیز کا علم ہے جو

ہو چکا ہے اور جو ہوگا، اور جو نہیں ہوا اگر ہوتا تو کیسا ہوتا؟ ۱۰ ارشادِ باری ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿۵﴾﴾

[آل عمران: ۵]

”یقیناً اللہ تعالیٰ سے زمین و آسمان کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي

السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿۶۱﴾﴾

[یونس: ۶۱]

۱ دیکھئے: تفسیر ابن کثیر: ۱/۳۴۴، ۲/۱۳۸۔ والسعدی: ۲/۳۵۶، ۲/۳۷۲۔

”اور آپ کے رب سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں، نہ زمین میں نہ آسمان میں، نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ کوئی چیز بڑی مگر یہ سب کتابِ مبین میں ہے۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۗ وَيَعْلَمُ مَا فِي الدَّرِّ وَالْبَحْرِ ۗ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلْمِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٥٩﴾﴾

[الانعام: ۵۹]

”اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں انھیں اللہ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں، اور کوئی پتا نہیں کرتا مگر وہ اس کو بھی جانتا ہے، اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا نہ کوئی تر اور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتابِ مبین میں ہیں۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٧٥﴾﴾ [الانفال: ۷۵]

”بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔“

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص ان صفات اور ان کے علاوہ کمال و عظمت کے دیگر اوصاف کو جانے گا وہ صرف اللہ واحد کی عبادت کرے گا، کیونکہ وہی عبادت کا مستحق اور برحق معبود ہے۔

تیسرا مطلب: شفاعت:

اولاً: شفاعت کا لغوی مفہوم:

کہا جاتا ہے: ”شفع الشيء“ یعنی کسی چیز میں ایک اور چیز ملا کر طاق کو

جفت بنا دیا۔ ❶

❶ دیکھئے: القاموس المحيط، باب العين، فصل الشين، ص: ۹۴۷، والنہایۃ فی غریب الحدیث: ۱۲

۴۸۵۔ والمعجم الوسيط: ۴۸۷/۱۔

اصطلاحی تعریف:..... کسی دوسرے کو نفع پہنچانے یا اس سے نقصان کو دفع کرنے کے لیے سفارش کرنا۔ (شفاعت کہلاتا ہے) ❶

جو شخص غیر اللہ سے تعلق قائم کرتا ہے اور اس کی شفاعت کا طالب ہوتا ہے، اسے دعوت دینے میں قوی حکمت یہ ہے کہ اسے یہ سمجھایا جائے گا کہ شفاعت صرف تنہا اللہ کی ملکیت ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ

تُرْجَعُونَ ﴿۴۳﴾ [الزمر: ۴۴]

”کہہ دیجیے کہ تمام شفاعتوں کا مختار (مالک) اللہ تعالیٰ ہی ہے، تمام آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے لیے ہے، پھر تم سب اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔“

ثانیا:..... غیر اللہ سے شفاعت طلب کرنے والے کی درج ذیل اقوال حکمت سے تردید کی جائے گی:

۱۔ مخلوق خالق کی طرح نہیں ہے، چنانچہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ انبیاء، صالحین، فرشتے اور ان کے علاوہ دیگر مخلوقات کی اللہ کے یہاں بڑی وجاہت ہے اور ان کا بڑا اونچا مقام ہے، لہذا یہ اللہ کے ہاں ہماری سفارش کریں گے، جیسا کہ شاہان و سلاطین تک پہنچنے کے لیے اہل وجاہت اور وزراء کی قربت حاصل کی جاتی ہے، تاکہ انھیں اپنی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے ذریعہ اور واسطہ بنایا جاسکے تو یہ بات انتہائی باطل اور لغو ہے کیونکہ ایسا کہہ کر اس نے اللہ عظیم و برتر شہنشاہ کو دنیا کے فقیر بادشاہوں کے مشابہ قرار دیا، جو اپنی بادشاہت کی تکمیل اور اپنی طاقت و قوت کی تنفیذ کے لیے وزراء اور اہل وجاہت کے محتاج ہوتے ہیں، کیونکہ بادشاہوں اور عام لوگوں کے درمیان جو واسطے ہوتے ہیں وہ مندرجہ ذیل تین وجوہات میں سے کسی ایک وجہ کی بنیاد پر ہوا کرتے ہیں:

❶ دیکھئے: شرح لمعة الاعتقاد للشيخ محمد بن صالح العثيمين، ص: ۸۰.

پہلی وجہ: بادشاہوں کو لوگوں کے حالات سے آگاہ کرنے کے لیے جن کا انھیں علم نہیں ہوتا۔

دوسری وجہ: چونکہ بادشاہ اپنی رعایا کی تدبیر سے عاجز ہوتا ہے، لہذا اس کے لیے مددگاروں اور درباریوں کا ہونا ضروری ہوتا ہے۔

تیسری وجہ: بادشاہ اپنی رعایا کو نفع پہنچانا یا ان کے ساتھ احسان کرنا نہیں چاہتا، تو جب انھیں ایسا کوئی شخص ملتا ہے جو بادشاہ کو وعظ و نصیحت کرے، تو اپنی رعایا کی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے بادشاہ کی ہمت اور اس کا ارادہ حرکت کرتا ہے۔

لیکن اللہ عزوجل اپنی کمزور مخلوق کی طرح نہیں ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں، وہ اپنے علاوہ ہر چیز سے بے نیاز ہے اور اپنے بندوں پر ایک ماں کے اپنے بچے پر رحم کرنے سے زیادہ رحم فرمانے والا ہے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ دنیوی بادشاہوں کے پاس سفارش کرنے والے کی کبھی تو مستقل ملکیت ہوتی ہے، کبھی وہ ان کا ساجھی و شریک ہوتا ہے اور کبھی ان کا معاون و مددگار، چنانچہ دنیا کے بادشاہ مندرجہ ذیل تین وجوہ میں سے کسی ایک وجہ سے ان کی سفارش قبول کرتے ہیں:

الف: کبھی تو انھیں خود اس سفارشی کی ضرورت ہوتی ہے۔

ب: کبھی انھیں اس کا خوف ہوتا ہے۔

ج: اور کبھی انھیں اپنے ساتھ کیے ہوئے اس کے احسان کا اسے بدلہ دینا ہوتا ہے۔

چنانچہ بندوں کی ایک دوسرے کے لیے سفارشیں اسی قبیل سے ہیں، جو بھی کسی کی سفارش قبول کرتا ہے وہ یا تو کسی چاہت کی وجہ سے قبول کرتا ہے، یا کسی چیز کے ڈر سے اور اللہ عزوجل کی شان یہ ہے کہ وہ نہ کسی سے کسی چیز کی امید کرتا ہے نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ ہی کسی چیز کا محتاج اور ضرورت مند ہے۔^①

اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے علاوہ کے ساتھ تمام قسم کے تعلقات کی جڑ کاٹ کر رکھ

① دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱/۱۲۶-۱۲۹۔

دی ہے اور اس کا بطلان واضح طور پر بیان کر دیا ہے، ارشادِ باری ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيهَا مِنْ شَرْكٍ وَمَا لَهُ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيرٍ ﴿٢٣﴾ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ حَتَّىٰ إِذَا فُزِعَ عَن قُلُوبِهِمْ قَالُوا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ ۖ قَالُوا الْحَقُّ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ﴿٢٤﴾﴾ [سبا: ٢٢، ٢٣]

”کہہ دیجیے کہ اللہ کے سوا جن جن کا تمہیں گمان ہے سب کو پکار لو، نہ ان میں سے کسی کو آسمانوں اور زمین میں سے ایک ذرہ کا اختیار ہے، نہ ان کا ان میں کوئی حصہ ہے، نہ ان میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے، سفارش بھی اس کے پاس کچھ نفع نہیں دیتی سوائے ان کے جن کے لیے اجازت ہو جائے، یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جاتی ہے تو پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ حق فرمایا اور وہ بلند و بالا اور بہت بڑا ہے۔“

اس آیت کریمہ نے مشرکین کے لیے شرک تک پہنچنے کے تمام راستوں کو بڑی اچھی طرح اور مضبوطی سے بند کر دیا ہے، کیونکہ عبادت کرنے والا معبود سے تعلق محض اس لیے قائم کرتا ہے کہ اس سے نفع کی امید ہوتی ہے، اور ایسی صورت میں یہ ضروری ہے کہ معبود ان اسباب کا مالک ہو جن سے عابد فائدہ اٹھا سکے، یا ان اسباب کے مالک کا شریک، یا مددگار، یا وزیر، یا اس کا معاون ہو، یا صاحب جاہ و منزلت ہوتا کہ اس کے پاس سفارش کر سکے اور جب یہ چاروں چیزیں نہ پائی جائیں تو شرک کے اسباب و ذرائع بھی ختم ہو گئے۔^①

۲۔ شفاعت کی دو قسمیں ہیں:

(الف) مثبت شفاعت:..... مثبت شفاعت وہ شفاعت ہے جو اللہ عز و جل سے طلب کی جاتی ہے اور اس کی دو شرطیں ہیں:

① دیکھئے: التفسیر لابن القيم، ص: ۴۰۸.

☆ پہلی شرط: سفارشی کو اللہ کی جانب سے سفارش کرنے کی اجازت ہو۔ ارشادِ باری ہے:

﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ [البقرہ: ۲۵۵]

”کون ہے جو اس کے پاس اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔“

☆ دوسری شرط: سفارشی سے اور جس کے لیے سفارش کی جا رہی ہے، اس سے اللہ کی

رضامندی، ارشاد ہے:

﴿وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَى﴾ [الانبیاء: ۲۸]

”اور وہ سفارش نہیں کر سکتے سوائے اس کے لیے جس سے اللہ راضی ہو جائے۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَنُ وَرَضِيَ لَهُ

قَوْلًا﴾ [طہ: ۱۰۹]

”اس دن سفارش کچھ کام نہ آئے گی مگر جسے رحمن اجازت دے دے اور اس کی

بات سے راضی ہو جائے۔“

(ب) منفی شفاعت:..... منفی شفاعت وہ ہے جو غیر اللہ سے ایسی چیزوں میں طلب کی

جاتی ہے جس کی قدرت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے اور اللہ کی اجازت اور رضامندی کے بغیر

شفاعت، نیز کافروں کے لیے شفاعت (بھی اسی منفی شفاعت میں شامل ہے) ارشاد ہے:

﴿فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّفِيعِينَ﴾ [المدثر: ۴۸]

”سفارشچیوں کی سفارش انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔“

البتہ اس سے نبی کریم ﷺ کی وہ سفارش مستثنیٰ ہے جو آپ ابوطالب کے عذاب میں

تخفیف کے لیے فرمائیں گے۔^۱

۳۔ غیر اللہ سے شفاعت طلب کرنے والے کے خلاف نص اور اجماع سے دلیل قائم کرنا

۱ دیکھئے: بخاری مع الفتح، مناقب الأنصار، باب قصة أبي طالب: ۱۹۳/۷، حدیث: ۳۸۸۳۔

۲ مسلم، کتاب الایمان، باب أهون أهل النار عذاباً: ۱/۱۹۵، حدیث: ۲۱۱۔

چنانچہ نہ تو نبی کریم ﷺ نے اور نہ آپ سے پہلے کے انبیاء نے لوگوں کے لیے یہ مشروع کیا کہ وہ فرشتوں، انبیاء، یا صالحین کو پکاریں اور ان سے سفارش طلب کریں۔ اور نہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ان کے سچے تابعین میں سے کسی نے ایسا کیا اور نہ مسلمانوں کے اماموں میں سے کسی نے اسے پسند کیا، نہ ائمہ اربعہ نے، نہ ہی ان کے علاوہ کسی امام نے، نہ کسی ایسے مجتہد نے جس کے قول پر دین میں اعتماد کیا جاتا ہو، نہ کسی ایسے شخص نے جس کی بات کا اجماع کے مسائل میں اعتبار ہو۔ تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لیے ہی لائق ہیں۔ ❶

چوتھا مطلب..... بھر پور نعمتوں سے نوازنے والا ہی عبادت کا مستحق ہے:

مشرکین کو اللہ کی طرف دعوت دینے میں حکمت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی نگاہوں اور دلوں کو اللہ کی ظاہری و باطنی اور دینی و دنیوی عظیم نعمتوں کی طرف پھیرا جائے، کیونکہ اللہ عزوجل نے اپنے بندوں پر تمام نعمتیں نچھاور کر دی ہیں۔ ارشاد ہے:

﴿وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللَّهِ﴾ [النحل: ۵۳]

”اور تم پر جو بھی نعمتیں ہیں سب اللہ کی دی ہوئی ہیں۔“

یہ دنیا اور دنیا کی ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے مسخر کی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کو بیان فرمایا ہے اور ان کے ذریعہ سے بندوں پر اپنا احسان جتلیا ہے اور یہ کہ وہی تنہا عبادت کا مستحق ہے۔ اللہ نے جن نعمتوں کے ذریعہ سے بندوں پر احسان جتلیا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

☆ اولاً:..... اجمالی طور پر:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

❶ دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱/۱۱۲، ۱۵۸، ۱۴۰، ۳۹۹-۱/۴۱۴، ۱۰۸، ۱۶۵، ۱۴۰، ۳۸۰،

۱/۴۰۹، ۱۶۰-۱/۱۶۶، ۱۹۵، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۴۱- ودرء تعارض العقل والنقل لابن تیمیہ: ۵/۱۴۷-

واضواء البیان: ۱/۱۳۷.

﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا﴾ [البقرہ: ۲۹]

”وہ اللہ کی ذات ہے جس نے تمہارے لیے زمین کی ساری چیزیں پیدا فرمائیں۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿أَلَمْ تَرَوْا أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَ

أَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعْمَهُ ظَاهِرَةً وَبَاطِنَةً﴾ [لقمان: ۲۰]

”کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کی ہر چیز کو تمہارے لیے

مسخر کر دیا ہے اور تمہیں اپنی ظاہری و باطنی نعمتیں بھرپور دے رکھی ہیں۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ إِنَّ فِي

ذٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ ﴿۱۳﴾ [الحجاثیہ: ۱۳]

”اور آسمان و زمین کی ہر ہر چیز کو اس نے اپنی طرف سے تمہارے تابع کر دیا

ہے، یقیناً اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے بہت سی نشانیاں ہیں۔“

یہ احسان تمام ظاہری و باطنی، حسی و معنوی نعمتوں کو شامل ہے، چنانچہ آسمانوں اور زمین کی

تمام چیزیں اس انسان کے لیے مسخر کر دی گئی ہیں۔ یہ آسمانوں و زمین، ان کے درمیان کی تمام

مخلوقات، سورج، چاند، ستارے و سیارے، پہاڑ، سمندر، نہریں، ہر قسم کے حیوانات، درخت،

پھل، معادن اور ان کے علاوہ بنی آدم کے مصالح اور عبرت، فائدہ اور لطف اندوزی کی

ضرورتوں کے مصالح کو شامل ہیں۔ یہ ساری چیزیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تمہا اللہ تعالیٰ

کی ذات ہی وہ معبود ہے جس کے علاوہ کسی کے لیے عبادت، ذلت و انکساری اور حقیقی محبت

لاائق و سزاوار نہیں اور یہ اللہ عزوجل کے حق ہونے اور اس کے علاوہ جن کی عبادت کی جاتی ہے

ان کے باطل ہونے کے وہ عقلی دلائل ہیں، جن میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔^①

① دیکھئے: تفسیر البغوي: ۱/۵۹، ۳/۷۲۔ وابن كثير: ۳/۴۵۱، ۴/۱۴۹۔ والشوكاني: ۱/۶۰،

۴/۴۲۰۔ والسعدي: ۱/۶۹، ۶/۱۶۱، ۷/۲۱۔ وأضواء البيان للشنقيطي: ۳/۲۲۵-۲۵۳۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ذَلِكَ بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ﴾ [الحج: ۶۲]

”یہ سب اس لیے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جسے بھی یہ پکارتے ہیں وہ باطل ہے، اور بے شک اللہ ہی بلندی والا کبریائی والا ہے۔“

☆ ثانیاً:..... تفصیلی طور پر:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ ۗ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۗ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ۗ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَائِبَيْنِ ۗ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۗ ﴿۳۳﴾ وَآتَاكُم مِّنْ كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ ۗ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَتَ اللَّهِ لَا تَحْصُوهَا ۗ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ﴾ [ابراہیم: ۳۲-۳۴]

”اللہ عزوجل وہ ذات ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے، آسمانوں سے بارش برسا کر اس کے ذریعہ سے تمہاری روزی کے لیے پھل نکالے اور کشتیوں کو تمہارے بس میں کر دیا ہے کہ دریاؤں میں اس کے حکم سے چلیں پھریں، اور اس نے ندیاں نہریں تمہارے بس میں کر دی ہیں، اسی نے تمہارے لیے مسخر کر دیا ہے، اسی نے تمہیں تمہاری منہ مانگی ہوئی کل چیزوں میں سے دے رکھا ہے، اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو ان کا شمار نہیں کر سکتے، یقیناً انسان بڑا ظالم ناشکر ہے۔“

نیز اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتوں کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ

حَلِيَّةٌ تَلْبَسُونَهَا ۗ وَ تَرَى الْفُلْكَ مَوَاجِرَ فِيهِ وَ لَتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَ
 لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿١٣﴾ وَ الْقَى فِي الْأَرْضِ رَوَاسِي أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَ أَنْهَارًا
 وَ سُبُلًا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥﴾ وَ عَلَّمَتْ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ ﴿١٦﴾
 أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿١٦﴾ وَ إِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ
 لَا تُحْصُوهَا ۗ إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٨﴾ [النحل: ١٤-١٨]

”اور وہی وہ ذات ہے جس نے سمندر کو تمہارے بس میں کر دیا کہ تم اس سے نکلا
 ہوا تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے اپنے پہننے کے لیے زیورات نکال سکو اور تم
 دیکھتے ہو کہ کشتیاں اس میں پانی کو چیرتی ہوئی چلتی ہیں، اس لیے بھی کہ تم اس کا
 فضل تلاش کرو ہو سکتا ہے کہ تم اس کی شکر گزاری بھی کرو، اور اس نے زمین میں
 پہاڑ گاڑ دیئے ہیں تاکہ تمہیں لے کر لے نہ، اور نہریں اور راہیں بنا دیں، تاکہ تم
 منزل مقصود کو پہنچو، اور بھی بہت سی نشانیاں مقرر فرمائیں، اور ستاروں سے بھی
 لوگ راہ حاصل کرتے ہیں، تو کیا وہ جو پیدا کرتا ہے، اس جیسا ہے جو پیدا نہیں
 کر سکتا؟ کیا تم بالکل نہیں سوچتے، اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو تم ان
 کا شمار نہیں کر سکتے، بے شک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔“

کیا وہ ذات جو ان نعمتوں کو اور ان عجیب مخلوقات کو پیدا کرتی ہے اس جیسی ہو سکتی ہے جو
 ان میں سے کچھ نہیں پیدا کر سکتی؟

یہ بات قطعی طور پر معلوم ہے کہ بندوں میں سے کوئی فرد بھی اپنے کسی عضو یا کسی حاسہ کی
 بناوٹ و تخلیق کی نعمت کو شمار کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، چہ جائیکہ اپنے جسم کی ساری نعمتوں اور
 ہر وقت و ہر لمحہ عطا ہونے والی مختلف انواع و اقسام کی نعمتوں کا شمار کر سکے؟ ❶

کسی عقل مند کے لیے اس کے بعد اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں کہ وہ صرف اس اللہ
 کی عبادت کرے جس نے اپنے بندوں پر یہ نعمتیں نچھاور کی ہیں، اور اس کے ساتھ کسی بھی چیز

❶ دیکھئے: فتح القدیر: ١٥٤ / ٣، ١١٠ / ٣۔ وأضواء البيان للشنقيطي: ٢٥٣ / ٣.

کو شریک نہ کرے کیونکہ وہی تنہا عبادت کا مستحق ہے، اس کی ذات پاک ہے۔
پانچواں مطلب..... شرک کے اسباب و وسائل:

نبی کریم ﷺ نے (اپنی اُمت کو) ان تمام چیزوں سے ڈرایا ہے جو شرک تک پہنچاتی ہوں، یا اس میں واقع ہونے کا سبب ہوں، اور انھیں کھول کر واضح طور پر بیان بھی کر دیا ہے، ان میں سے چند وسائل و ذرائع مختصراً درج ذیل ہیں:

۱۔ صالحین کے بارے میں غلو:

یہ اللہ عزوجل کے ساتھ شرک کا ذریعہ ہے، چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر اتارے جانے کے بعد سے لوگ اسلام پر گامزن تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((كَانَ بَيْنَ آدَمَ وَنُوحٍ عَشْرَةٌ قُرُونٌ كُلُّهُمْ عَلَى الْإِسْلَامِ)) ❶

”حضرت آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیاں گزری ہیں، یہ سب کے سب اسلام (توحید) پر گامزن تھے۔“

اس کے بعد لوگ نیک لوگوں سے تعلق قائم کرنے لگے اور آہستہ آہستہ زمین میں شرک پیدا ہوا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، تاکہ وہ لوگوں کو اللہ واحد کی عبادت کی دعوت دیں اور غیر اللہ کی عبادت سے روکیں۔ ❷

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم نے انھیں جواب دیتے ہوئے کہا:

﴿ وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ
 وَيَعُوقَ وَنَسْرًا ۝۲۳ ﴾ [نوح: ۲۳]

”اور انھوں نے کہا: اپنے معبودوں کو ہرگز نہ چھوڑنا اور نہ ہی وُد، سواع، یغوث،

❶ مستدرک حاکم، کتاب التاريخ: ۵۳۶/۲، فرماتے ہیں: ”یہ حدیث امام بخاری کی شرط پر صحیح ہے، لیکن امام بخاری و مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی ہے، اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے، اور امام ابن کثیر نے اسے البدایہ والنہایہ: ۱/۱۰۱ میں ذکر فرمایا ہے اور امام بخاری کی طرف منسوب کیا ہے۔ دیکھئے: فتح الباری: ۳۷۲/۶۔“

❷ دیکھئے: البدایہ والنہایہ لابن کثیر: ۱/۱۰۶۔

یعوق اور نسر کو چھوڑنا۔“

یہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے نیک لوگوں کے نام ہیں، جب یہ فوت ہو گئے تو شیطان نے ان کے ماننے والوں کو یہ بات سمجھائی کہ جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے وہاں ان کے مجسمے نصب کر لو اور انہیں انہی کے ناموں سے موسوم کرو، تو انہوں نے ایسا ہی کیا، لیکن ان کی عبادت نہیں کی گئی، یہاں تک کہ جب یہ لوگ (مجسمے نصب کرنے والے) بھی مر گئے اور علم بھلا دیا گیا تو ان کی پرستش ہونے لگی۔^①

اس شرک کا سبب صالحین کی شان میں غلو کرنا ہے، کیونکہ شیطان صالحین کی شان میں غلو اور قبر پرستی کی دعوت دیتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں یہ ڈالتا ہے کہ ان قبروں پر عمارت تعمیر اور ان سے چمٹ کر بیٹھنا ان قبر والے انبیاء و صالحین سے محبت کی دلیل ہے، نیز یہ کہ ان قبروں کے پاس دعا قبول ہوتی ہے، پھر انہیں اس درجہ سے ہٹا کر ان کے وسیلہ سے دعا کرنے اور ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ پر قسم کھانے تک لے جاتا ہے، جب کہ اللہ کی شان اس سے عظیم تر ہے کہ اس کی مخلوق میں سے کسی کے واسطے سے اس سے سوال کیا جائے، پھر جب ان کے دلوں میں یہ بات راسخ ہو جاتی ہے تو انہیں صاحب قبر کو پکارنے، اس کی عبادت کرنے، اللہ کو چھوڑ کر اس سے شفاعت طلب کرنے اور اس کی قبر کو بت بنانے کی طرف لے جاتا ہے، جس پر پردے لٹکائے جائیں، اس کے گرد طواف کیا جائے، اسے چھوا جائے اور اس کا بوسہ لیا جائے اور اس کے پاس جانور ذبح کیے جائیں، اور پھر انہیں چوتھے درجے، یعنی لوگوں کو اس کی عبادت کرنے اور اسے میلہ گاہ بنانے کی دعوت دینے کی طرف پھیرتا ہے، اور پھر انہیں اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ جو ان چیزوں سے منع کرتا ہے وہ ان اونچے مقام و مرتبہ والے انبیاء و صالحین کی تنقیص و توہین کرتا ہے اور ایسا کرنے سے وہ ناراض اور غضب ناک ہوتے ہیں۔^②

① بخاری مع فتح الباری، کتاب التفسیر، سورة نوح: ۸ / ۶۶۷، حدیث نمبر: ۴۹۲۰.

② دیکھئے: تفسیر الطبری: ۲۹ / ۶۲ - وفتح المجید شرح کتاب التوحید، ص: ۲۴۶.

اسی لیے اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو دین میں غلو کرنے، قول، فعل یا اعتقاد سے کسی کی بہت زیادہ تعظیم کرنے اور مخلوق کو اس کے اپنے مرتبہ سے جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے فائز کیا ہے بلند کرنے سے ڈرایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ
إِنَّمَا الْمَسِيحُ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى
مَرْيَمَ وَرُوحٌ مِنْهُ﴾ [النساء: ۱۷۱]

”اے اہل کتاب! اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گزر جاؤ، اور اللہ پر حق بات ہی کہو، حضرت مسیح ابن مریم (علیہ السلام) تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول اور اس کے کلمہ (لفظ کُن سے پیدا شدہ) ہیں، جسے مریم (علیہا السلام) کی طرف ڈال دیا تھا اور اس کے پاس روح ہیں۔“

۲۔ تعریف میں مبالغہ، حد سے تجاوز اور دین میں غلو کی ممانعت:

رسول اللہ ﷺ نے کسی کو حد سے زیادہ بڑھانے سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے:

((لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَبِ النَّصَارَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنِّي أَنَا عَبْدُهُ،
فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ.)) ❶

”مجھے اس طرح سے نہ بڑھانا جس طرح عیسائیوں نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بڑھا دیا، میں تو صرف اللہ کا بندہ ہوں، لہذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہنا۔“

نیز ارشاد ہے:

((إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ الْغُلُوُّ
فِي الدِّينِ .)) ❷

❶ بخاری مع فتح الباری (انہی الفاظ کے ساتھ) کتاب الانبیاء، باب قوله تعالیٰ: ﴿وَإِذْ كُرِّفِي كِتَابِ مَرْيَمَ...﴾، ۶/۲۷۸، ۱۲/۱۳۳، اس کی شرح فتح الباری میں دیکھیے: ۱۳۹/۱۲۔

❷ نسائی، کتاب مناسک الحج، باب التقاط الحصی: ۵/۲۶۔ وابن ماجہ، کتاب المناسک، باب قدر حصی الرمی: ۲/۱۰۰۸۔ واحمد: ۱/۲۴۷۔

”دین میں غلو کرنے سے بچنا، کیونکہ جو لوگ تم سے پہلے تھے، انھیں دین میں غلو ہی نے ہلاک کیا تھا۔“

۳۔ قبروں پر مساجد کی تعمیر اور ان میں تصویر کشی کی ممانعت:

نبی کریم ﷺ نے قبروں پر مساجد تعمیر کرنے اور قبروں کو سجدہ گاہ بنانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ صالحین کی قبروں کے پاس اللہ کی عبادت کرنا خود ان کی عبادت کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور اسی لیے جب حضرت اُمّ حبیبہ اور حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ سے حبشہ کے ایک کنیہ (گر جا گھر) کا تذکرہ کیا جس میں تصویریں تھیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَوْلِيكَ إِذَا كَانَ فِيهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْنَا عَلَى قَبْرِهِ مَسْجِدًا وَصُورُوا فِيهِ تِلْكَ الصُّورِ، أَوْلِيكَ شَرَّارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.)) ❶

”بے شک یہ وہ لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی ہوتا اور پھر مر جاتا تو یہ لوگ اس کی قبر پر مسجد تعمیر کر لیتے اور اس میں تصویریں نصب کر دیتے، یہ قیامت کے روز اللہ کے نزدیک سب سے بدترین لوگ ہیں۔“

اور یہ نبی کریم ﷺ کی اپنی اُمت کے لیے (بھلائی کی) حرص اور چاہت ہی تھی کہ جب آپ ﷺ کی موت کا وقت آیا تو آپ نے فرمایا:

((لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الْيَهُودِ وَالنَّصَارَى اتَّخَذُوا قُبُورَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ.)) قَالَتْ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا: ((يَحْذَرُ مَا صَنَعُوا.)) ❷

❶ بخاری مع فتح الباری، کتاب هل تبش قبور مشرکي الجاهلية ويتخذ مكانها مساجد: ۱/ ۵۲۳، ۳/ ۲۰۸،

۱۸۷/ ۷۔ ومسلم، کتاب المساجد واماوض الصلاة، باب النهي عن بناء المساجد على القبور: ۱/ ۳۷۵۔

❷ بخاری مع فتح الباری، کتاب الصلاة، باب: حدثنا ابو الیمان: ۱/ ۵۳۲، ۳/ ۲۰۰، ۶/ ۴۹۴،

۱۸۶/ ۷، ۱۴۰/ ۱۰، ۲۷۷۔ ومسلم، کتاب المساجد واماوض الصلاة، باب النهي عن بناء

المساجد على القبور واتخاذ الصور فيها: ۱/ ۳۳۷۔

”اللہ کی لعنت ہو یہود و نصاریٰ پر جنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ”آپ ﷺ یہود و نصاریٰ کے عمل سے ڈرارہے تھے۔“

اور وفات سے پانچ روز قبل فرمایا:

((اَلَا وَاِنَّ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ كَانُوا يَتَّخِذُونَ قُبُورَ اَنْبِيَائِهِمْ وَصَالِحِيهِمْ مَسَاجِدَ، اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُورَ مَسَاجِدَ، فَاِنِّي اَنْهَاكُمْ عَنْ ذَلِكَ.)) ❶

”سنو! جو لوگ تم سے پہلے تھے وہ اپنے انبیاء اور صالحین کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے، خبردار! تم قبروں کو سجدہ گاہ نہ بنانا، میں تمہیں اس سے منع کر رہا ہوں۔“

۳۔ قبروں کو سجدہ گاہ بنانا:

نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو اپنی قبر کو بت بنانے سے ڈرایا ہے کہ اللہ کو چھوڑ کر اس کی پرستش کی جائے، اور آپ کے علاوہ مخلوق کے دیگر افراد بدرجہ اولیٰ اس تحذیر و تنبیہ کے مستحق ہیں، ارشاد ہے:

((اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُّعْبَدُ، اِسْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ اَتَّخَذُوا قُبُورَ اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ.)) ❷

”اے اللہ! میری قبر کو بت نہ بننے دینا کہ اس کی عبادت کی جائے، ایسے لوگوں پر اللہ کا غضب شدید تر ہو، جنہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔“

❶ مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب النهي عن بناء المساجد على القبور: ۱ / ۳۷۷۔

❷ مؤطا امام مالك، كتاب قصر الصلاة في السفر، باب جامع الصلاة: ۱ / ۱۷۲۔ یہ روایت امام مالک

کے نزدیک مرسل ہے، اور مسند احمد کے الفاظ یہ ہیں: ((اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا، وَلَعَنَ اللّٰهُ قَوْمًا اَتَّخَذُوا قُبُورَ

اَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ.)) والحلبة لابی نعیم: ۷ / ۳۱۷، نیز دیکھئے: فتح المجید، ص: ۱۵۰۔

۵۔ قبروں پر چراغاں کرنا اور عورتوں کا ان کی زیارت کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے قبروں پر چراغاں کرنے سے منع فرمایا ہے، کیوں کہ قبروں پر عمارت بنانا، ان پر چراغاں کرنا، ان کی گچکاری کرنا اور ان پر لکھنا (کتبے وغیرہ لکھ کر لٹکانا یا نصب کرنا) اور ان پر مساجد تعمیر کرنا وغیرہ شرک کے وسائل میں سے ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

((لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ وَالْمُتَّخِذِينَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَالسُّرُجَ .)) ❶

”اللہ کے رسول ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور ان پر مساجد بنانے اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔“

۶۔ قبروں پر بیٹھنا اور ان کی جانب رخ کر کے نماز ادا کرنا منع ہے:

رسول اللہ ﷺ نے شرک تک پہنچنے کے تمام دروازوں کو بند کر دیا ہے۔ ❷ اسی ضمن میں آپ کا یہ فرمان بھی ہے:

((لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ وَلَا تُصَلُّوا إِلَيْهَا .)) ❸

”قبروں پر نہ بیٹھو اور نہ ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو۔“

❶ نسائی کتاب الجنائز، باب التغليظ في اتخاذ السرج على القبور: ۹۴ / ۴۔ و ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب في زيارة النساء القبور: ۲۱۸ / ۳۔ و ترمذی، کتاب الصلاة، باب كراهية أن يتخذ على القبر مسجداً: ۱۳۶ / ۲۔ وابن ماجه في الجنائز، باب النهي عن زيارة النساء للقبور: ۵۰۲ / ۱۔ وأحمد: ۱ / ۲۲۹، ۲۸۷، ۳۲۴، ۳۳۷ / ۲، ۴۴۲، ۴۴۳۔ و حاکم: ۱ / ۳۷۴۔ نیز حدیث کی تصحیح کے سلسلہ میں صاحب فتح المجید نے امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے جو کلام نقل فرمایا ہے، اسے دیکھئے، ص: ۲۷۶۔

❷ نیز دیکھئے: فتح المجید، ص: ۲۸۱۔

❸ مسلم، کتاب الجنائز، باب النهي عن الجلوس على القبر والصلاة عليه: ۶۶۸ / ۲۔

۷۔ قبروں کو میلہ گاہ بنانا اور گھروں میں (نفل) نماز نہ پڑھنا:

نبی کریم ﷺ نے واضح طور پر بیان فرمادیا ہے کہ قبریں نماز کی جگہ نہیں ہے، نیز یہ کہ جو شخص بھی آپ ﷺ پر دُرود بھیجے گا اور آپ کو سلام عرض کرے گا وہ آپ تک پہنچ جائے گا، خواہ وہ آپ کی قبر سے دُور ہو یا نزدیک، لہذا آپ کی قبر کو میلہ گاہ بنانے کی کوئی ضرورت نہیں، ارشاد ہے:

((لَا تَجْعَلُوا بُيُوتَكُمْ قُبُورًا وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا، وَصَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تُبَلِّغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ.)) ❶

”اپنے گھروں کو قبرستان اور میری قبر کو میلہ گاہ نہ بناؤ، اور مجھ پر دُرود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا دُرود مجھ تک پہنچ جائے گا تم جہاں کہیں بھی ہو۔“

نیز ارشاد ہے:

((إِنَّ لِلَّهِ مَلَائِكَةً سَيَّاحِينَ يُبَلِّغُونَ مِنْ أُمَّتِي السَّلَامَ.)) ❷

”بے شک زمین میں چکر لگانے والے اللہ کے کچھ فرشتے ہیں، جو میری امت کا سلام مجھ تک پہنچاتے ہیں۔“

تو جب نبی کریم ﷺ کی قبر کو جو کہ روئے زمین پر سب سے افضل قبر ہے، اس کو میلہ گاہ بنانے سے آپ ﷺ نے منع فرمایا ہے تو آپ کے علاوہ کسی کی قبر کو میلہ گاہ بنانا بدرجہ اولیٰ منع ہوگا، خواہ کوئی بھی ہو۔ ❸

❶ ابوداؤد، کتاب المناسک، باب زیارة القبور: ۲/۲۱۸، (حسن سند سے) واحمد: ۲/۳۵۷، نیز دیکھئے: صحیح سنن ابی داؤد: ۱/۳۸۳۔

❷ نسائی، ابواب السہو، باب السلام علی النبی ﷺ: ۳/۴۳۔ واحمد: ۱/۴۵۲۔ وفضل الصلاة علی النبی ﷺ لاسماعیل القاضي، حدیث نمبر: ۲۱، ص: ۲۴۔ اور اس کی سند صحیح ہے۔

❸ دیکھئے: الدر السنیة فی الأجوبة النجدیة لعبد الرحمن بن قاسم: ۱/۱۶۵ تا ۱۷۴۔

۸۔ تصویریں اور قبروں پر قبوں کی تعمیر کی ممانعت:

نبی کریم ﷺ روئے زمین کو شرک باللہ کے وسائل سے پاک کر رہے تھے، چنانچہ آپ ﷺ اپنے بعض صحابہ کو قبروں پر بنے ہوئے قبوں (گنبدوں) کو گرانے اور تصویروں کو مٹانے اور مسخ کرنے کے لیے بھی بھیجا کرتے تھے۔

حضرت ابو الہیاج اسدی سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایک ایسے کام کے لیے نہ بھیجوں جس کے لیے اللہ کے رسول ﷺ نے مجھے بھیجا تھا کہ:

((أَلَا تَدَعُ تَمَثَالًا إِلَّا طَمَسْتَهُ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَيْتَهُ)) ❶
 ”کوئی مجسمہ (اسٹیچو) نہ چھوڑنا مگر اسے مٹا کر رکھ دینا، اور نہ کوئی اونچی قبر چھوڑنا مگر اسے (توڑ کر) برابر کر دینا۔“

۹۔ تین مسجدوں کے علاوہ کسی جگہ کے لیے کجاوہ کسنا (سفر کرنا) منع ہے:

جہاں نبی کریم ﷺ نے شرک تک پہنچانے والے تمام دروازوں کو بند کیا ہے، وہیں شرک سے قریب کرنے والی اور توحید کو شرک اور اس کے اسباب سے خلط ملط کرنے والی تمام چیزوں سے توحید کی حفاظت بھی فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

((لَا تَشُدُّوا الرِّحَالَ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: مَسْجِدِي هَذَا ،
 وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ، وَالْمَسْجِدِ الْأَقْصَى .)) ❷
 ”تین مسجدوں کے علاوہ کہیں اور کے لیے کجاوے نہ کسو (سفر نہ کرو) میری یہ مسجد (مسجد نبوی)، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ۔“

❶ مسلم، کتاب الجنائز، باب الأمر بتسوية القبر: ۲ / ۶۶۶۔

❷ بخاری مع فتح الباری، کتاب فضل الصلاة في مسجد مكة والمدينة: ۳ / ۶۳۔ و مسلم، (انہی

الفاظ کے ساتھ)، کتاب الحج، باب سفر المرأة مع الحرام الى حج وغيره: ۲ / ۹۷۶۔

چنانچہ اس ممانعت میں قبروں اور مزاروں کے لیے کجاوے کسنا شامل ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی سمجھا ہے، اسی لیے جب حضرت ابو ہریرہؓ کوہ طور گئے اور (واپس آ کر) بصرہ بن ابوبصرہ غفاری سے ان کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے ان سے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ فرمایا: کوہ طور سے، انہوں نے کہا: اگر میں نے تمہیں وہاں جانے سے پہلے پایا ہوتا تو تم وہاں نہ جاتے! میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

((لَا تَعْمَلُ الْمَطْيِ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ)) ❶

”سفر نہیں کیا جاسکتا مگر تین مسجدوں کے لیے.....“

اسی لیے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ”ائمہ اس بات پر متفق ہیں کہ اگر کوئی شخص نبی کریم ﷺ یا آپ کے علاوہ انبیاء و صالحین کی قبروں کی طرف سفر کرنے کی نذر مانے تو اس کے لیے اپنی نذر کا پورا کرنا ضروری نہ ہوگا، بلکہ اسے اس سے منع کیا جائے گا۔“ ❷

۱۰۔ قبروں کی بدعی زیارت شرک کے اسباب میں سے ہے:

قبروں کی بدعی زیارت شرک کے اسباب میں سے ہے، کیونکہ زیارت قبور کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: مشروع زیارت جس کا مقصد اہل قبور کو سلام کرنا اور ان کے لیے دعا کرنا ہوتا ہے، جیسا کہ کسی کے مرنے پر نماز جنازہ کا مقصد ہوتا ہے، اور موت کی یاد کے لیے۔ بشرطیکہ اسی کے لیے خاص سفر نہ کیا جائے۔ بلکہ سنت نبویؐ کی اتباع کے لیے۔

❶ نسائی، کتاب الجمعة، باب الساعة التي يستجاب فيها الدعاء يوم الجمعة: ۱۱۴ / ۳۔ ومالك في

الموطأ، كتاب الجمعة، باب الساعة التي في يوم الجمعة: ۱۰۹ / ۱۔ مسند أحمد: ۷ / ۶، ۳۹۷۔ نیز

دیکھئے: فتح المجید، ص: ۲۸۹۔ وصحیح النسائی: ۳۰۹ / ۱۔

❷ دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ: ۲۳۴ / ۱۔

دوسری قسم: مشرکانہ اور بدعی زیارت۔^①

اور اس قسم کی تین قسمیں ہیں:

الف:..... جو مردے سے اپنی حاجت کا سوال کرتے ہیں اور یہ لوگ بت پرستوں کے قبیل سے ہیں۔

ب:..... جو مردے کے وسیلہ سے اللہ سے سوال کرتے ہیں، مثلاً: کوئی کہتا ہے کہ میں تیری طرف تیرے نبی یا فلاں شیخ کے حق کا وسیلہ قائم کرتا ہوں، یہ چیز دین اسلام میں ایجاد کردہ بدعات میں سے ہے، لیکن شرک اکبر تک نہیں پہنچتی اور نہ ہی ایسا کہنے والے کو دین اسلام سے خارج کرتی ہے، جیسا کہ پہلی قسم خارج کر دیتی ہے۔

ج:..... جو لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ قبروں کے پاس دعائیں قبول ہوتی ہیں، یا وہاں دعا کرنا مسجد میں دعا کرنے سے افضل ہے، یہ چیز متفقہ طور پر عظیم گناہوں میں سے ہے۔^②

۱۱۔ سورج کے طلوع و غروب کے وقت نماز ادا کرنا شرک کے وسائل میں سے ہے، کیونکہ ایسا کرنے سے ان لوگوں کی مشابہت ہوتی ہے جو ان دونوں وقتوں میں سورج کا سجدہ کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((لَا تَحْرَوْا بِصَلَاتِكُمْ طُلُوعَ الشَّمْسِ وَلَا غُرُوبَهَا فَإِنَّهَا تَطْلُعُ

بَيْنَ قَرْنَيْ الشَّيْطَانِ .))^③

”اپنی نماز کے لیے سورج کے طلوع و غروب کے وقت کی تلاش نہ کرو، کیوں کہ

سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع ہوتا ہے۔“

① دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱/ ۲۳۳۔ والبدایہ والنہایہ: ۱۴/ ۱۲۳۔

② دیکھئے: الدر السنیة فی الاجوبة التحلیہ: ۱۶۵/ ۶۔ ۱۷۴۔

③ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب الأوقات التي نهي عن صلاة فيها: ۱/ ۵۶۸، حدیث

خلاصہ کلام یہ ہے کہ شرک کے وسائل جو شرک تک پہنچاتے ہیں، ہر وہ وسیلہ و ذریعہ ہے جو شرک اکبر کا راستہ ہو، اور جن وسائل کا تذکرہ یہاں نہیں کیا گیا ہے، ان میں سے ذی روح اشیا کی تصویر، ایسی جگہ نذر کا پورا کرنا جہاں کسی بت کی پرستش ہوتی ہو، یا جاہلیت کا کوئی تہوار، یا میلہ لگتا رہا ہو اور دیگر وسائل ہیں۔^①

چھٹا مطلب:..... شرک کے انواع و اقسام:

اولاً:..... شرک کی بہت ساری قسمیں ہیں، ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

پہلی قسم:..... شرک اکبر جو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ ۗ

وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا بَعِيدًا ۝﴾ [النساء: ۱۱۶]

”یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو ہرگز نہیں معاف کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا

جائے اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لیے چاہے گا بخش دے گا، اور جو اللہ

کے ساتھ شرک کرے وہ بہت دُور کی گمراہی میں جا پڑا۔“

شرک اکبر کی چار قسمیں ہیں:

۱۔ دعا کا شرک:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا رَكِبُوا فِي الْفُلِكِ دَعَوْا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۗ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ

إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ۝﴾ [العنكبوت: ۶۵]^②

”تو جب یہ لوگ کشتیوں میں سوار ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے ہیں اس

کے لیے عبادت کو خالص کر کے، پھر جب وہ انھیں خشکی کی طرف بچالاتا ہے تو

اسی وقت شرک کرنے لگتے ہیں۔“

① دیکھئے: الارشاد الی صحیح الاعتقاد، تالیف ڈاکٹر صالح الفوزان، ص: ۵۴ - ۷۰، ۱۱۳ - ۱۵۲.

② نیز دیکھئے: الجواب الکافی لابن القیم، ص: ۲۳۰ - ۲۴۴ - ومدارج السالکین لابن التیم: ۱ / ۲۳۹ - ۲۴۶.

۲۔ نیت، ارادہ اور قصد کا شرک

ارشادِ باری ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزَيَّنَّتْهَا نُوفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا
وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ﴿١٥﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ
إِلَّا النَّارُ ۗ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبِطُلَّ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾﴾

[ہود: ۱۵-۱۶]

”جو لوگ دنیوی زندگی اور اس کی رونق چاہتے ہیں، ہم انہیں ان کے سارے اعمال کا بدلہ یہیں بھر پور دیتے ہیں، اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی ہے، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ یہاں انہوں نے کیا ہوگا وہ سب اکارت ہے، اور ان کے سارے اعمال برباد ہونے والے ہیں۔“

۳۔ اطاعت کا شرک:

یہ اللہ کی نافرمانی میں احبار و رہبان، یعنی اپنے علماء اور پادریوں وغیرہ کی اطاعت کرنا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِّن دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ
ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا ۚ لَّا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿٣١﴾﴾ [التوبة: ۳۱]

”ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو اپنا رب بنا لیا ہے اور مریم کے بیٹے مسیح کو، حالانکہ انہیں صرف ایک تھا اللہ کی عبادت کا حکم دیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبودِ حقیقی نہیں، وہ ان کے شرک سے منزہ اور پاک ہے۔“

۴۔ محبت کا شرک:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِن دُونِ اللَّهِ إِندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ﴾

[البقرة: ۱۶۵]

”اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو اللہ کے علاوہ اوروں کو شریک ٹھہرا کر ان سے

ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے ہونی چاہیے۔“

خلاصہ یہ ہے کہ شرک اکبر عبادات کی قسموں میں سے کچھ بھی غیر اللہ کے لیے پھیر دینے کا نام ہے، جیسے غیر اللہ کو پکارے، یا غیر اللہ کے لیے ذبح کرے، یا غیر اللہ کے لیے نذر مانے، یا قبر والوں کا یا جن و شیاطین کا کسی بھی قسم کی عبادت کے ذریعہ سے تقرب حاصل کرے، یا مردوں سے ڈرے کہ وہ اسے نقصان پہنچائیں گے، یا غیر اللہ سے حاجت برآری اور پریشانیوں سے نجات کی اُمید کرے جس کی طاقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہو سکتی ہیں۔^① دوسری قسم:..... شرک اصغر جو مشرک کو دین اسلام سے خارج نہیں کرتا، معمولی ریا و نمود اسی قبیل سے ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ

رَبِّهِ أَحَدًا ۝﴾ [الكهف: ۱۱۰]

”تو جسے بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی آرزو ہو اسے چاہیے کہ نیک اعمال کرے

اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔“

اور اسی قبیل سے غیر اللہ کی قسم کھانا بھی ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ))^②

”جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔“

① دیکھئے: کتاب التوحید، تالیف ڈاکٹر صالح الفوزان، ص: ۱۱۔

② اس روایت کو امام ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے اور حسن قرار دیا ہے۔ کتاب النذور

والایمان، باب ماجاء فی کراهیة الحلف بغير الله: ۱۱۰/۴۔ نیز علامہ البانی رضی اللہ عنہ نے اسے صحیح سنن

ترمذی (۹۹/۲) میں صحیح قرار دیا ہے۔

اور اسی قبیل سے آدمی کا ”اگر اللہ نہ ہوتا اور آپ“ یا ”جو اللہ چاہے اور آپ“ وغیرہ کہنا بھی ہے۔

اور شرک کی قسموں میں سے شرک خفی بھی ہے:

((الشَّرْكَ فِي هَذِهِ الْأُمَّةِ أَخْفَى مِنْ دَبِيبِ النَّمْلَةِ السُّودَاءِ عَلَى

صَفَاةِ سُودَاءِ فِي ظِلْمَةِ اللَّيْلِ)) ❶

”شرک اس امت میں رات کی تاریکی میں کالی چٹان پر کالی چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہے۔“

اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ بندہ کہے:

((اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَشْرَكَ بِكَ شَيْئًا وَاَنَا اَعْلَمُ،

وَأَسْتَغْفِرُكَ مِنَ الذَّنْبِ الَّذِي لَا اَعْلَمُ)) ❷

”اے اللہ! میں تجھ سے اس بات کی پناہ چاہتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ کچھ بھی شریک کروں، درآں حالیکہ میں جانتا ہوں اور میں تجھ سے اس گناہ کی بخشش چاہتا ہوں جو میں نہیں جانتا۔“

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس فرمانِ باری تعالیٰ:

﴿ فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴾ [البقرہ: ۲۲]

”اللہ تعالیٰ کے لیے شریک نہ بناؤ اس حال میں کہ تمہیں علم ہو۔“

کے بارے میں فرماتے ہیں: ”انداد“ وہ شرک ہے جو رات کی تاریکی میں کالی چٹان پر چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی کہے: اے فلاں! اللہ کی قسم اور تیری زندگی کی قسم اور میری زندگی کی قسم اور کہے: اگر اس کی کتیا نہ ہوتی تو کل رات ہمارے یہاں چور

❶ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ دیکھئے: صحیح الجامع: ۲۳۳ / ۱۳۔ اور تخریج الطحاویہ از ارناروؤط، ص: ۸۳۔

❷ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ دیکھئے: صحیح الجامع: ۲۳۳ / ۱۳۔ و مجموعہ التوحید از محمد بن

عبدالوہاب، وابن تیمیہ، ص: ۶۔

آجاتے، اگر بطن گھر میں نہ ہوتی تو چور آگھتے، آدمی کا اپنے ساتھی سے یہ کہنا کہ جو اللہ چاہے اور آپ، اور آدمی کا یہ کہنا کہ اگر اللہ نہ ہوتا اور فلاں۔“^①

اور نبی کریم ﷺ کے فرمان:

((مَنْ حَلَفَ بِغَيْرِ اللَّهِ فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ .))^②

”جس نے غیر اللہ کی قسم کھائی اس نے کفر کیا یا شرک کیا۔“

کے سلسلہ میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض اہل علم کے نزدیک نبی کے فرمان ((فَقَدْ كَفَرَ أَوْ أَشْرَكَ)) کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ یہ شدت اور تغلیظ پر محمول ہے (یعنی حقیقت مقصود نہیں ہے) اور اس کی دلیل حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عمر کو ((وَأَبِي وَأَبِي))..... ”میرے باپ کی قسم، میرے باپ کی قسم!“ کہتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا:

((أَلَا إِنَّ اللَّهَ يَنْهَاكُمْ أَنْ تَحْلِفُوا بِآبَائِكُمْ .))^③

”سن لو! اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے باپ دادوں کی قسم کھانے سے منع فرماتا ہے۔“

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نبی کریم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے

فرمایا:

((مَنْ قَالَ فِي حَلْفِهِ بِاللَّاتِ وَالْعُزَّى فَلْيَقُلْ: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ .))^④

”جس نے اپنی قسم میں کہا: ”لات و عزیٰ کی قسم!“ تو اسے چاہیے کہ وہ ”لا الہ الا“

① اسے امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ذکر کیا ہے: ۵۶/۱۔ اور ابن ابی حاتم کی طرف منسوب کیا ہے۔

② اس روایت کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے: ۱۱۰/۳۔ اس حدیث کی تخریج، ص: ۱۱۹ میں گزر چکی ہے۔

③ اس روایت کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، کتاب النذور والایمان، باب ماجاء فی کراہیۃ الحلف بغیر اللہ: ۱۱۰/۴۔ نیز دیکھئے: صحیح الترمذی: ۹۲/۲۔

④ اس روایت کو امام ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کتاب النذور والایمان، باب ماجاء فی کراہیۃ الحلف بغیر اللہ: ۱۱۰/۴۔ نیز دیکھئے: صحیح الترمذی: ۹۲/۲۔

اللہ“ کہے۔“

اور ممکن ہے کہ شرک خفی شرک اصغر میں داخل ہو، تو ایسی صورت میں شرک کی دو ہی قسمیں ہوں گی، شرک اکبر اور شرک اصغر۔ اس بات کی طرف ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے اشارہ کیا ہے۔^①

خلاصہ یہ ہے کہ شرک اصغر کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم شرک ظاہر:..... اور وہ کچھ الفاظ و اعمال ہیں۔

الفاظ کی مثال جیسے غیر اللہ کی قسم کھانا، یا جو اللہ چاہے اور آپ، یا اگر اللہ نہ ہوتا اور آپ، یا یہ اللہ کی طرف سے ہے اور آپ کی طرف سے، یا یہ اللہ کی برکتوں سے ہے اور آپ کی، وغیرہ کہنا، جبکہ صحیح یہ ہے کہ کہے: جو صرف اللہ چاہے، یا جو اللہ کی جانب سے ہے، یا یہ اللہ کی جانب سے ہے اور پھر آپ کی جانب سے وغیرہ۔

اور اعمال کی مثال جیسے مصیبت کے رفع و دفع کرنے کے لیے چھلایا دھاگہ وغیرہ پہننا، جن یا نظر بد وغیرہ کے خوف سے تعویذیں لٹکانا، اور جو شخص یہ عقیدہ رکھتے ہوئے ایسا کرے کہ یہ چیزیں مصیبت کے آنے کے بعد اُسے رفع کرتی ہیں یا آنے سے قبل اُسے دور بھگاتی ہیں تو ایسا شخص شرک اکبر کا مرتکب ہے اور یہ ربوبیت میں شرک ہے، کیونکہ اس شخص نے تخلیق و تدبیر میں اللہ کے شریک ہونے کا عقیدہ رکھا اور عبادت میں بھی شرک ہے اس طور پر کہ ایک طرح سے اس نے اس کی عبادت کی، اور اس کے نفع کی اُمید اور لالچ میں اس کا دل اس سے لگا رہا، اور اگر اس نے یہ عقیدہ رکھا کہ اللہ تعالیٰ ہی تنہا مصیبتوں کا رفع و دفع کرنے والا ہے لیکن مذکورہ چیزوں کو مصیبت کے دفع کرنے کا ایک سبب اور ذریعہ سمجھا تو بھی اس شخص نے ایک ایسی چیز کو جو نہ شرعی طور پر کوئی سبب ہے اور نہ ہی قدری طور پر، مصیبت کے رفع و دفع کرنے کا سبب بنا دیا۔ اور ایسا کرنا حرام، شریعت اور تقدیر پر جھوٹ باندھنا ہے، شریعت پر جھوٹ یوں کہ شریعت نے ان چیزوں سے بڑی سختی سے منع فرمایا ہے، اور جس چیز سے شریعت

① دیکھئے: الجواب الکافی لمن سأل عن الدواء والشافی، تالیف ابن قیم، ص: ۲۳۳۔

نے منع کر دیا ہو وہ چیز نفع بخش اسباب میں سے نہیں ہو سکتی۔

اور تقدیر پر جھوٹ یوں کہ یہ چیزیں نہ تو معبود و غیر معبود اسباب میں سے ہیں جن سے مقصد حاصل ہو، اور نہ ہی جائز نفع بخش دواؤں میں سے ہیں، بلکہ یہ چیزیں منجملہ شرک کے وسائل میں سے ہیں، کیونکہ لازمی طور پر ان چیزوں کے لٹکانے والے کا دل ان سے لگا رہتا ہے اور یہ چیز ایک قسم کا شرک اور شرک کا ذریعہ ہے۔

دوسری قسم: شرکِ خفی:..... شرکِ خفی ارادوں، نیتوں اور مقاصد کا شکر ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم: ریا و نمود:..... ریا، عبادت کو اس نیت سے ظاہر کرنے کو کہتے ہیں کہ لوگ دیکھیں اور اس کی عبادت پر اس کی تعریف و ستائش کریں۔

”ریا“ اور ”سمعت“ (نمود) میں فرق یہ ہے کہ ریا دکھائی دینے والے اعمال میں ہوتا ہے، مثلاً: نماز، صدقہ، حج اور جہاد وغیرہ جبکہ سمعت سنے جانے والے اعمال میں ہوتا ہے، جیسے تلاوتِ قرآن، وعظ و نصیحت، ذکر و اذکار، انسان کا اپنے اعمال کے بارے میں گفتگو کرنا اور اس کی خبر دینا بھی اسی میں داخل ہے۔

دوسری قسم: انسان کا اپنے عمل سے دنیا چاہنا:..... یعنی انسان اپنے اس عمل سے جس سے اللہ کی رضا کا حصول مقصود ہونا چاہیے، دنیوی ساز و سامان کا ارادہ رکھے۔

یہ نیتوں اور ارادوں کا شرک ہے اور کمالِ توحید کے منافی ہے اور انسان کے عمل کو رائیگاں کر دیتا ہے۔^①

ہم اللہ سے دنیا و آخرت میں عفو و عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

① دیکھئے: القول السدید فی مقاصد التوحید للسعدی، ص: ۴۳۔ والجواب الکافی لمن سأل عن

الدواء الشافی، لابن القیم، ص: ۲۴۰۔ و کتاب التوحید، للعلامة صالح بن فوزان الفوزان، ص: ۱۱،

۱۲۔ والارشاد الی صحیح الاعتقاد للفوزان، ص: ۱۳۴۔ ۱۴۳۔

ثانیاً: شرک اکبر اور شرک اصغر کے درمیان فرق:

۱۔ شرک اکبر انسان کو دین اسلام سے خارج کر دیتا ہے، جب کہ شرک اصغر دین اسلام سے خارج نہیں کرتا۔

۲۔ شرک اکبر کا مرتکب جہنم میں ہمیشہ رہے گا جبکہ شرک اصغر کا مرتکب اگر جہنم میں داخل ہوگا تو ہمیشہ ہمیشہ نہیں رہے گا۔

۳۔ شرک اکبر مشرک کے تمام اعمال کو ضائع و برباد کر دیتا ہے جب کہ شرک اصغر تمام اعمال کو ضائع نہیں کرتا، بلکہ ریاکاری اور دنیا طلبی صرف اسی عمل کو ضائع کرتی ہے، جس میں وہ پائی جائے۔

۴۔ شرک اکبر خون و مال کو حلال کر دیتا ہے، جب کہ شرک اصغر کا معاملہ ایسا نہیں۔^①

۵۔ شرک اکبر مشرک اور مومنوں کے درمیان دشمنی و عداوت کو واجب کر دیتا ہے، چنانچہ مومنوں کے لیے مشرک سے دوستی رکھنا جائز نہیں، خواہ وہ کتنا ہی قریبی کیوں نہ ہو۔ رہا شرک اصغر تو وہ مطلق طور پر دوستی رکھنے سے منع نہیں کرتا، بلکہ شرک اصغر کے مرتکب سے اس قدر محبت کی جائے گی جس قدر اس میں توحید ہوگی، اس سے اس قدر دشمنی اور بغض رکھا جائے گا جس قدر اس میں شرک اصغر ہوگا۔^②

ساتواں مطلب:..... شرک کے آثار و نقصانات:

شرک کے بڑے خطرناک آثار، عظیم مفسد اور ہلاکت انگیز نقصانات ہیں، ان میں سے چند نقصانات مختصراً اور اجمالاً درج ذیل ہیں:

- ۱۔ دنیا و آخرت کی برائی شرک کے آثار و نقصانات میں سے ہے۔
- ۲۔ شرک ہی دنیا و آخرت میں مصائب کا عظیم ترین سبب ہے۔
- ۳۔ شرک دنیا و آخرت میں خوف کا سبب ہے اور امن و امان کو عنقا بنا دیتا ہے۔

① دیکھئے: کتاب التوحید، تالیف ڈاکٹر صالح الفوزان، ص: ۱۲۔

② دیکھئے: مصدر سابق، ص: ۱۵۔

- ۴۔ مشرک دنیا و آخرت میں ضلالت و گمراہی کا شکار ہوتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
- ﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا بَعِيدًا﴾ ﴿۱۱۶﴾ [النساء: ۱۱۶]
- ”اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے وہ بہت دُور کی گمراہی میں جا پڑا۔“
- ۵۔ اگر شرک اکبر کا مرتکب بغیر توبہ کیے ہوئے مر گیا تو اللہ تعالیٰ اس کی بخشش نہیں فرمائے گا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا﴾ ﴿۴۸﴾ [النساء: ۴۸]

”یقیناً اللہ تعالیٰ اس چیز کو ہرگز معاف نہیں کرے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور اس کے علاوہ گناہوں کو جس کے لیے چاہے بخش دے گا اور جو اللہ کے ساتھ شرک کرے اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔“

- ۶۔ شرک اکبر تمام اعمال کو ضائع اور اکارت کر دیتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:
- ﴿وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ﴿۸۸﴾ [الانعام: ۸۸]
- ”اور اگر ان لوگوں نے بھی شرک کیا تو ان کے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ ﴿۱۵﴾

[الزمر: ۱۵]

”اگر آپ نے بھی شرک کیا تو یقیناً آپ کے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور آپ خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہوں گے۔“

- ۷۔ شرک اکبر کے مرتکب پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام اور جہنم واجب کر دیتا ہے، چنانچہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
- ((مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ ، وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ

بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ.)) ❶

”جو شخص اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ کچھ بھی شریک نہ کیا تو وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو اس حال میں مرا کہ اس نے اللہ کے ساتھ شریک کیا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔“

نیز اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ❷﴾ [المائدة: ۷۲]

”بے شک جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کے لیے کوئی مددگار نہیں ہوگا۔“

۸- شرک اکبر کا مرتکب ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ❸﴾ [البينة: ۶]

”بے شک اہل کتاب کے کفار و مشرکین جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے، یہ مخلوق کے سب سے بدترین لوگ ہیں۔“

۹- شرک سب سے بڑا ظلم اور جھوٹ ہے، حضرت لقمان کی بات جو انھوں نے اپنے بیٹے سے کہی تھی، اس کو نقل کرتے ہوئے اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ❹﴾ [لقمان: ۱۳]

”اے میرے بیٹے! اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا، یقیناً شرک سب سے بڑا ظلم ہے۔“

نیز ارشاد ہے:

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب من مات لا یشرک باللہ شیئاً دخل الجنة، ومن مات مشرکاً

دخل النار: ۱ / ۹۴، حدیث نمبر: ۹۳۔

﴿وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ افْتَرَىٰ إِثْمًا عَظِيمًا ۝﴾ [النساء: ۴۸]

”اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے بہت بڑا گناہ اور بہتان باندھا۔“

۱۰۔ اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ مشرکین سے بری ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد

ہے:

﴿وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ

بَرِيءٌ مِّمَّنَ الْمُشْرِكِينَ ۗ وَرَسُولُهُ ۗ﴾ [التوبة: ۳]

”اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے بڑے حج کے دن لوگوں کو صاف

اعلان ہے کہ اللہ اور اس کے رسول مشرکین سے بری (بیزار) ہیں۔“

۱۱۔ شرک اللہ کے غضب و عقاب کے حصول اور اس کی رحمت سے دوری کا سب سے عظیم

سبب ہے، ہم اللہ کو ناراض کرنے والی ہر چیز سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

۱۲۔ شرک نورِ فطرت کو گل کر دیتا ہے، کیوں کہ اللہ عزوجل نے لوگوں کو اپنی توحید و اطاعت

پر پیدا کیا ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ

الدِّينُ الْقَيِّمُ ۗ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝﴾ [الروم: ۳۰]

”اللہ تعالیٰ کی وہ فطرت جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اللہ تعالیٰ کی پیدائش

میں کوئی تبدیلی نہیں، یہی سیدھا دین ہے، لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے۔“

اور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْ مَوْلُودٍ إِلَّا يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ، فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ،

أَوْ يَنْصُرَانِهِ، أَوْ يمجسانِهِ.)) ❶

❶ متفق علیہ بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ بخاری، کتاب الجنائز، باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی

علیہ: ۱۱۹/۲، حدیث: ۱۳۵۸۔ ومسلم، کتاب القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة: ۱۴/

۲۰۴۷، حدیث: ۲۶۵۸۔

”ہر بچہ فطرت ہی پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔“

نیز حدیث قدسی میں نبی کریم ﷺ اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

((إِنِّي خَلَقْتُ عِبَادِي حُنَفَاءَ كُلَّهُمْ وَإِنَّهُمْ أَتَتْهُمُ الشَّيَاطِينُ فَاجْتَالَتْهُمْ عَنْ دِينِهِمْ، وَحَرَّمْتُ عَلَيْهِمْ مَا أُحِلَّتْ لَهُمْ، وَأَمَرْتَهُمْ أَنْ يُشْرِكُوا بِي مَا لَمْ أَنْزَلْ بِهِ سُلْطَانًا.)) ❶

”بے شک میں نے اپنے تمام بندوں کو اپنی طرف یکسو (خالص موحد) پیدا کیا،

پھر ان کے پاس شیاطین آئے اور انہیں ان کے دین سے پھیر دیا اور جن چیزوں

کو میں نے ان کے لیے حلال کیا تھا، انہیں ان پر حرام کر دیا اور انہیں اس بات کا

حکم دیا کہ وہ میرے ساتھ شرک کریں، جس پر میں نے کوئی دلیل نہیں اتاری۔“

۱۳۔ شرک اخلاق حمیدہ کو ملیا میٹ کر دیتا ہے، کیوں کہ نفس کے پاکیزہ اخلاق فطرت سے

منسلک ہیں، اور شرک جب فطرت ہی کو مٹا کر رکھا دیتا تو اللہ کی فطرت پر مبنی پاکیزہ اچھے

اخلاق کو بدرجہ اولیٰ ضائع و برباد کر دے گا۔

۱۴۔ شرک عزت نفس (غیرت انسانی) کو مٹا دیتا ہے، کیوں کہ مشرک روئے زمین کے تمام

طاغوتوں (غیر اللہ) کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے کیوں کہ اس کا عقیدہ ہوتا ہے کہ ان

کے علاوہ اسے کوئی پناہ دینے والا نہیں، لہذا (اس عقیدہ کی بنیاد پر) وہ ہر اس چیز کے

سامنے جھکتا ہے جو نہ سنتی ہے نہ دیکھتی ہے، اور نہ ہی سمجھتی ہے، چنانچہ وہ غیر اللہ کی

عبادت کرتا ہے اور اسی کے لیے ذلت اختیار کرتا ہے اور یہ انتہائی اہانت اور محرومی کی

❶ مسلم، کتاب الجنة، باب الصفات التي يعرف بها أهل الجنة وأهل النار: ۱/۲۱۹۷، حدیث

بات ہے، ہم اللہ سے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

۱۵۔ شرکِ اکبر جان و مال کو حلال کر دیتا ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((أَمَرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ، وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ، وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ، فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دِمَاءَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّ الْإِسْلَامِ وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ.)) ①

”مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے لڑتا رہوں یہاں تک کہ وہ اس بات کی شہادت دے دیں کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کریں، زکوٰۃ دیں جب وہ ایسا کریں تو انھوں نے مجھ سے اپنی جان و مال کو بچالیا، سوائے اسلام کے حق کے، اور ان کا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔“

۱۶۔ شرکِ اکبر مشرک اور مومنوں کے درمیان عداوت کو واجب کر دیتا ہے، چنانچہ مومنوں کے لیے اس سے دوستی رکھنا جائز نہیں، خواہ وہ کتنی ہی قریبی کیوں نہ ہو۔

۱۷۔ شرکِ اصغر ایمان میں نقص پیدا کرتا ہے، اور وہ شرکِ اکبر کے وسائل و ذرائع میں سے ہے۔

۱۸۔ شرکِ خفی، یعنی ریاکاری اور دنیا طلبی کا شرک جس عمل میں پایا جاتا ہے، اُسے ضائع و برباد کر دیتا ہے، اور یہ مسیحِ دجال سے بھی زیادہ خوف ناک ہے، کیوں کہ یہ بہت ہی زیادہ پوشیدہ ہے، اور اس کی خطرناکی اُمتِ محمدیہ (ﷺ) پر بہت ہی زیادہ ہے۔

① متفق علیہ: بخاری، کتاب الایمان، باب: ﴿فَإِنْ تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَغَلُّوا سَبِيلَهُمْ﴾

۱۴/۱، حدیث نمبر: ۲۵۔ و مسلم، کتاب الایمان، باب الأمر بقتال الناس حتی یقولوا لا اله الا الله:

۵۳/۱، حدیث نمبر: ۲۰۔

اے اللہ کے بندو! ہر طرح کے چھوٹے اور بڑے شرک سے بچو، ہم شرک سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، اور دنیا و آخرت میں عفو و عافیت اور سلامتی کا سوال کرتے ہیں۔

اللہ کی رحمت اور سلامتی نازل ہو ہمارے نبی سیدنا محمد ﷺ پر اور آپ کے آل و اصحاب پر اور تا قیامت آنے والے ان کے سچے متبعین پر۔





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض مترجم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ
الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ نَبِیْنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِیْنَ ،
اَمَّا بَعْدُ :

دین اسلام عقیدہ (ایمان) عبادات، معاملات اور سیاسیات وغیرہ کا مجموعہ ہے، لیکن
عقیدہ اور پھر عبادات کا مقام و مرتبہ اسلام میں سب سے بلند ہے، کیوں کہ عقیدہ پورے دین
کی اساس، جڑ، اور عبادات کائنات کی تخلیق کا مقصد اصیل ہے، نیز قرآن کریم اور سنت صحیحہ کا
مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عقائد کی اصلاح کی خاطر اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیائے
کرام کا زریں سلسلہ شروع کیا اور اسی کے لیے کتابیں اور صحیفے نازل فرمائے اور اسی کے سبب
تمام تر اسلامی جنگیں لڑی گئیں اور ہزاروں کی تعداد میں جاٹا ان اسلام نے اپنی جانیں قربان
کیں۔

ایمان کے بالمقابل کفر و نفاق ہیں، یہ دونوں چیزیں اسلام کے منافی ہیں، لیکن کفر کی
بہ نسبت نفاق اسلام اور مسلمانوں کے لیے زیادہ خطرناک ہے۔ ”نفاق“ کے معنی اسلام ظاہر
کرنے اور کفر چھپانے کے ہیں، مدینہ میں مسلمانوں و ظاہری کافروں سے زیادہ منافقوں
سے نقصان اٹھانا پڑا، منافقین حسب موقع اپنی چالوں، مکر و فریب، غداری، جھوٹ، خیانت،
وعدہ خلافی، شہادت، بے وفائی، غیبت، چغتل خوری اور دیگر ناپاک خصائل سے مسلمانوں کو
نقصان پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔ اللہ عزوجل نے قرآن کریم بالخصوص
سورہ توبہ میں ان کی نقاب کشائی کی ہے، اور ان کے گھناؤنے کردار اور برے اوصاف سے

نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو مطلع فرمایا ہے۔ اور انھیں ان کے دنیوی و اخروی انجام کار سے بھی آگاہ فرمایا ہے۔

نفاق کی دو قسمیں ہیں: نفاق عملی اور نفاق اعتقادی۔

عملی نفاق یہ ہے کہ آدمی عقیدتاً تو اسلام ظاہر کر کے کفر نہ چھپائے لیکن علانیہ نیکی ظاہر کرے اور اس کے خلاف پوشیدہ رکھے، یعنی عملاً اس کی انجام دہی میں کوتاہی کرے، عملی نفاق سے انسان دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا لیکن گناہ گار ضرور ہوتا ہے، جب کہ اعتقادی نفاق سے انسان دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

یہ موضوع اس ناحیہ سے زیادہ اہمیت کا حامل ہے کہ موجودہ وقت میں بہت سے لوگ شعوری یا غیر شعوری طور پر عملی نفاق میں ملوث ہیں، ایسی حالت میں لوگوں کو نفاق کی حقیقت، اس کی علامتوں اور اس کے دنیوی و اخروی انجام وغیرہ سے آگاہ کرنا ناگزیر ہے تاکہ لوگ (اللہ ہمیں عافیت عطا فرمائے) اعتقادی نفاق میں ملوث نہ ہو جائیں، کیوں کہ شیطان رفتہ رفتہ کفر کے قریب لاتا ہے اور عملی کوتاہیاں اعتقادی کوتاہیوں کا آغاز ہوا کرتی ہیں۔

زیر نظر کتاب میں مملکت سعودی عرب کے معروف عالم دین فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سعید بن علی قحطانی حفظہ اللہ نے (اپنی تمام تالیفات کی طرح) کتاب وسنت کے نصوص اور سلف صالحین کے فرمودات پر مشتمل مستند حوالوں کی روشنی میں ایمان کے مفہوم، اس کے ثمرات و فوائد، اس کی شاخوں، مومنوں کے اوصاف، نیز نفاق کے مفہوم، اس کے انواع و اقسام اور منافقین کے اوصاف کی وضاحت فرمائی ہے۔

راقم کی یہ پانچویں طالب علمانہ کاوش ہے جو اللہ کی توفیق سے زیور طبع سے آراستہ ہو رہی ہے، میں اپنے تمام اسلامی بھائیوں، بالخصوص طالبان علوم نبویہ کے سامنے اس کتاب کا اُردو ترجمہ پیش کرتے ہوئے سب سے پہلے اللہ ذوالجلال کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس کی توفیق اور مدد سے کتاب کا ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچا، اس کے بعد اپنے والدین بزرگوار کا شکر ادا کرتا ہوں جن کی انتھک تعلیمی و تربیتی کوششوں کی بدولت دین اسلام کی ادنیٰ سی خدمت کا شرف

حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ انھیں دنیا و عقبیٰ کی بھلائوں سے نوازے اور اسے ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، نیز اپنی اہلیہ، اہل خانہ اور جملہ معاونین کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے۔ (آمین!)

بعدہ! فاضل بھائی جناب فضیلۃ الشیخ ابوالمکرم عبدالجلیل حفظہ اللہ (مترجم و زرات اسلامی امور و اوقاف و دعوت و ارشاد، ریاض) کا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں، جنھوں نے بڑی ژرف نگاہی سے ترجمہ پر نظر ثانی کر کے تصحیح فرمائی اور پھر کتابت، طباعت اور دیگر ضروری امور میں بھرپور تعاون سے نوازا، دیگر معاونین کا بھی ممنون و مشکور ہوں، جنھوں نے کتاب میں کسی بھی طرح سے ہاتھ بٹایا، جزاہم اللہ خیراً۔

اخیر میں تمام اہل علم اور طالبان علم سے میری پر خلوص درخواست ہے کہ اگر کتاب میں کسی بھی قسم کی فروگزاشت نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں اور اپنے مفید مشوروں سے نوازیں۔ اللہ عزوجل سے دُعا ہے کہ اس کتاب کے ذریعے اُردو دان حلقہ کو فائدہ پہنچائے، نیز اس کے مؤلف، مترجم، مصحح، ناشر اور جملہ معاونین کو اخلاص قبول و عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمْ عَلٰى عَبْدِہِ وَرَسُوْلِهِ نَبِيْنَا مُحَمَّدٍ
وَعَلٰى اٰلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِيْنَ .

ابو عبداللہ عنایت اللہ بن حفیظ اللہ سنابلی

۹ رجب ۱۴۲۲ھ

مدینہ طیبہ، مملکت سعودی عرب



مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ
 شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ
 وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا
 شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ،
 وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا كَثِيرًا، أَمَّا بَعْدُ!

ایمان کے نور اور نفاق کی تاریکیوں کے سلسلہ میں یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے، جس میں
 میں نے ایمان کا مفہوم، اس کے حصول کے طریقے، اس کے فوائد و ثمرات، اس کی شاخیں اور
 مومنوں کے اوصاف، نیز نفاق کا مفہوم، اس کے انواع و اقسام، اس کے نقصانات اور
 منافقوں کے اوصاف بیان کیے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا مددگار ہے، اپنی نصرت و توفیق سے ان کی
 دیکھ ریکھ کرتا ہے اور انھیں کفر، نفاق، گمراہی اور جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم، ایمان اور
 ہدایت کی روشنی کی طرف لاتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾

(البقرة: ۲۵۷)

”اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ولی ہے، وہ انھیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی
 طرف لاتا ہے۔“

ساتھ ہی اللہ عزوجل نے بیان فرمایا ہے کہ کافروں کے مددگار جو ان کی دیکھ بھال کرتے

ہیں وہ ”طاغوت“ ہیں، یعنی وہ شرکاء اور بت جن کی وہ اللہ کے علاوہ عبادت کرتے ہیں، اور ہر وہ ذات جس کی اللہ کے علاوہ پرستش کی جائے اور وہ اس سے راضی ہو، یہ طواغیت اپنے عبادت گزاروں کو ایمان کی روشنی سے نکال کر جہالت، کفر، نفاق اور غفلت کی تاریکیوں کی طرف لاتے ہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۲۵۷﴾﴾ (البقرة: ۲۵۷)

”اور کافروں کے اولیاء طاغوت ہیں، جو انہیں روشنی سے نکال کر تاریکیوں کی

طرف لاتے ہیں، یہ جہنمی لوگ ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

میں نے اس بحث کو دو مباحث میں تقسیم کیا ہے، اور ہر بحث کے تحت حسب ذیل

مطالب ہیں:

☆ پہلا بحث..... ایمان کا نور

پہلا مطلب: ایمان کا مفہوم

دوسرا مطلب: حصول ایمان اور اس میں زیادتی کے اسباب و ذرائع

تیسرا مطلب: ایمان کے فوائد و ثمرات

چوتھا مطلب: ایمان کی شاخیں

پانچواں مطلب: مومنوں کے اوصاف

☆ دوسرا بحث..... نفاق کی تاریکیاں

پہلا مطلب: نفاق کا مفہوم

دوسرا مطلب: نفاق کی قسمیں

تیسرا مطلب: منافقوں کے اوصاف

چوتھا مطلب: نفاق کے اثرات و نقصانات

میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اس تھوڑے عمل کو مبارک اور خالص اپنے

ریخ کریم کے لیے بنائے اور اسے میرے لیے میری زندگی میں اور مرنے کے بعد نفع بخش بنائے، اور جس شخص تک بھی یہ کتاب پہنچے اسے اس کے ذریعے نفع پہنچائے، بے شک اللہ کی ذات سب سے بہتر ذات ہے، جس سے سوال کیا جاتا ہے اور انتہائی کریم ہے، جس سے امید وابستہ کی جاتی ہے، وہی ہمارے لیے کافی اور بہترین کارساز ہے، نیز میں اللہ عزوجل سے سوال کرتا ہوں کہ وہ نبی امین، خاتم الانبیاء والمرسلین، ہمارے نبی محمد (ﷺ) پر، آپ کے تمام آل و اصحاب پر اور قیامت تک آنے والے ان کے سچے تبعین پر (اپنی) رحمت و سلامتی اور برکت نازل فرمائے۔

وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى عَبْدِهِ وَرَسُولِهِ الْأَمِينِ، نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ
وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ .

مؤلف

بروز منگل، بوقت عصر، مطابق ۱۶/۱۰/۱۴۱۹ ہجری



ایمان کا نور

پہلا مطلب:..... ایمان کا مفہوم:

اولاً: ایمان کا لغوی و اصطلاحی مفہوم:..... ایمان کے لغوی معنی، تصدیق کے ہیں، برادرانِ یوسف نے اپنے والد سے کہا تھا: ﴿وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا﴾ (یوسف: ۱۷) یعنی آپ ہماری (باتوں کی) تصدیق کرنے والے نہیں ہیں۔

ایمان کی حقیقت (اصطلاحی مفہوم):..... ایمان قول و عمل سے مرکب ہے، یعنی دل و زبان کا اقرار اور دل و زبان اور اعضا و جوارح کا عمل، یہ چار چیزیں دین اسلام کی جامع ہیں:

- ۱۔ دل کا قول (اقرار): یعنی دل کی تصدیق، یقین اور اعتقاد۔

- ۲۔ زبان کا قول یعنی شہادتین (کلمہ شہادت): ”لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ“ (ﷺ) کی زبان سے ادائیگی اور اس کے لوازمات کا اقرار۔

- ۳۔ دل کا عمل: یعنی نیت، اخلاص، محبت، تابعداری، اللہ کی طرف کامل توجہ، اس پر توکل و اعتماد اور اس کے لوازمات و متعلقات۔

- ۴۔ زبان اور اعضا و جوارح کا عمل: زبان کا عمل وہ چیزیں ہیں جو زبان کے بغیر ادا نہیں ہو سکتیں، جیسے تلاوتِ قرآنِ کریم، بقیہ اذکار و وظائف اور دعا و استغفار وغیرہ اور اعضا و جوارح کا عمل وہ چیزیں ہیں جن کی ادائیگی اعضا و جوارح سے ہی ممکن ہے، جیسے قیام، رکوع، سجدہ اور اللہ کی مرضی میں چلنا پھرنا، جیسے مساجد، حج، جہاد فی سبیل اللہ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر اور ان کے علاوہ ان تمام کاموں کے لیے آمد و رفت جن کا

ذکر ایمان کی شاخوں والی حدیث میں ہوا ہے۔^①

علامہ عبدالرحمن بن ناصر سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم کردہ تمام باتوں کو مان کر اور ظاہری و باطنی طور پر ان کی تابعداری کر کے اس کے مکمل اعتراف اور پختہ تصدیق کا نام ایمان ہے، چنانچہ ایمان دل کی تصدیق و اعتقاد کا نام ہے جو کہ قلب و قالب (جسم) کے تمام اعمال کو شامل ہے، اور یہ پورے دین اسلام کی انجام دہی کو شامل ہے، اسی لیے ائمہ کرام اور سلف صالحین کہا کرتے تھے کہ ایمان، دل و زبان کے قول اور دل، زبان اور اعضا و جوارح کے عمل کا نام ہے، یعنی ایمان قول، عمل اور عقیدہ کا نام ہے جو اطاعت گزاری سے بڑھتا اور معصیت کاری سے گھٹتا ہے، چنانچہ وہ ایمان کے جملہ عقائد، اخلاق اور اعمال کو شامل ہے۔“^②

ثانیاً: ایمان اور اسلام کے درمیان فرق:..... شریعت میں ایمان کی دو حالتیں ہیں: پہلی حالت یہ ہے کہ اسلام کا ذکر نہ کر کے صرف ایمان کا ذکر کیا جائے، ایسی صورت میں ایمان سے پورا دین مراد ہوگا، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ﴾

(البقرة: ۲۵۷)

”اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ولی (سرپرست) ہے، وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔“

سلف صالحین رحمہم اللہ اپنے قول ”ایمان: عقیدہ اور قول و عمل کا نام ہے، اور سارے

① دیکھئے: شرح العقيدة الطحاوية لابن ابی العز، ص: ۳۷۳۔ معارج القبول شرح سلم الوصول الى علم الاصول في التوحيد از شيخ حافظ الحكمي: ۵۸۷ / ۲ - ۵۹۱۔ اصول و ضوابط في التكفير للعلامة عبداللطيف بن عبدالرحمن بن حسن آل الشيخ، ص: ۳۴۔ نیز دیکھئے: كتاب الايمان لابن منده: ۳۰۰ / ۱ - ۳۴۱۔

② التوضيح والبيان لشجرة الايمان، ص: ۹۔ نیز دیکھئے: كتاب الايمان لابن منده: ۳۴۱ / ۱، فتاوى ابن تيمية: ۵۰۵ / ۷۔

اعمال ایمان کے نام میں داخل ہیں“ سے یہی معنی مراد لیتے ہیں۔

دوسری حالت یہ ہے کہ ایمان اور اسلام کا ایک ساتھ ذکر کیا جائے، ایسی صورت میں ایمان کی تفسیر پوشیدہ عقائد سے کی جائے گی، جیسے اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی و بری تقدیر پر ایمان رکھنا، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ﴾ (النساء: ۵۷)

”جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیئے۔“

اور اسلام کی تفسیر اعضا و جوارح کے ظاہری اعمال سے کی جائے گی، جیسے شہادتین کا اقرار، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج اور ان کے علاوہ دیگر اعمال، ❶ جیسے اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ﴾

(الاحزاب: ۳۵)

”بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور مومن مرد اور مومن عورتیں۔“

چنانچہ جب ایمان و اسلام کا علیحدہ علیحدہ ذکر ہوگا تو دونوں کا معنی ایک ہوگا، اور جب دونوں کا اکٹھا ذکر ہوگا تو دونوں کے معانی مختلف ہوں گے، بعینہ ”فقیر اور مسکین“ کی طرح، کہ جب دونوں میں سے ایک کا تہا ذکر ہوگا تو دوسرا بھی (اس میں) شامل ہوگا، اور جب دونوں اکٹھا ذکر کیے جائیں گے تو ہر ایک کا خاص اور الگ مفہوم ہوگا۔ ❷

دوسرا مطلب:..... حصول ایمان اور اس میں زیادتی کے اسباب و ذرائع:

ایمان بندے کا کمال ہے، اسی سے دنیا و آخرت میں اس کے درجات بلند ہوتے ہیں، وہی ہر طرح کی دیرسویر بھلائی کے حصول کا سبب اور ذریعہ ہے۔ ایمان کا حصول، اس میں

❶ فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱۳/۷ تا ۱۵، ۵۵۱ تا ۵۵۵۔ معارج القبول للشیخ حافظ الحکمی: ۱۲

۶۰۸ تا ۵۹۷

❷ دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ: ۱۳/۷، ۵۵۱، ۵۷۵، ۶۲۳۔ جامع العلوم والحکم لابن رجب: ۱۰۴/۱

تقویت اور اس کی تکمیل اس چیز کی معرفت ہی سے ہو سکتی ہے جس سے ایمان حاصل ہوتا ہے (یعنی جو ایمان کا مرجع و مصدر ہے) کیونکہ ایمان کے حصول، اس میں تقویت اور اضافہ کے اسباب بکثرت ہیں، جن میں سے چند حسب ذیل ہیں:

پہلا سبب:..... کتاب اللہ اور سنت رسول میں وارد اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کی معرفت، ان کے معانی کو سمجھنے کی کوشش اور ان کے ذریعے اللہ کی عبادت و بندگی۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَاللَّهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِيٓ
أَسْمَائِهِ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٨٠﴾﴾ [الاعراف: ١٨٠]

”اور اچھے اچھے نام اللہ ہی کے لیے ہیں لہذا اللہ کو انہی ناموں سے پکارو اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں (الحاد) کج روی کرتے ہیں، ان لوگوں کو ان کے کیے کی سزا ضرور ملے گی۔“

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِنَّ لِلَّهِ تِسْعَةً وَتِسْعِينَ أَسْمَاءَ، مِائَةٌ إِلَّا وَاحِدًا، مَنْ أَحْصَاهَا
دَخَلَ الْجَنَّةَ.)) •

”بے شک اللہ عزوجل کے ایک کم سو یعنی ننانوے (۹۹) نام ایسے ہیں کہ جس نے انھیں شمار کیا وہ جنت میں داخل ہوگا۔“

چنانچہ معلوم ہوا کہ یہ ایمان کا سب سے عظیم سرچشمہ اور اس کے حصول اور اس کی قوت و ثبات کا مرکز اصیل ہے، اللہ عزوجل کے اسماء حسنیٰ کی معرفت ایمان کی بنیاد ہے اور توحید کی تینوں

① متفق علیہ بروایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، صحیح بخاری، کتاب الشروط، باب ما يجوز من الاشرط والشيا في الاقرار والشروط التي يتعارفها الناس بينهم: ٢٤٢ / ٣ - حديث: ٢٧٣٦ - وصحيح مسلم، كتاب الذكر والدعاء، باب في اسماء الله تعالى وفضل من احصاها: ٢٠٦٣ / ٤ - مذکورہ الفاظ صحیح مسلم ہی کے ہیں۔

قسموں تو حیدر بوبیت، تو حید الوہیت اور تو حید اسماء و صفات کو شامل ہے۔ تو حید کی یہ قسمیں ایمان کی روح، اس کی اصل اور اس کی غایت ہیں، چنانچہ جس قدر بندے کی اللہ کے اسماء و صفات کی معرفت میں اضافہ ہوگا، اسی قدر اس کے ایمان میں زیادتی اور یقین میں پختگی اور استحکام پیدا ہوگا، لہذا بندہ مومن کو چاہیے کہ اپنی طاقت و مقدور بھر اللہ کے اسماء و صفات کی معرفت حاصل کرے اس طور پر کہ ان کو نہ تو مخلوق کی صفات سے تشبیہ دے، نہ ان کے معنی کی نفی کرے، نہ ان کی کیفیت بیان کرے اور نہ ہی ان میں تحریف و تبدیلی کرے۔^①

دوسرا سبب: عمومی طور پر قرآن کریم میں غور و تدبر کرنا: کیونکہ (اس میں) غور و تدبر کرنے والا اس کے علوم و معارف سے استفادہ کرتا ہے جس سے اس کے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، اسی طرح جب وہ قرآن کریم کے نظم و استحکام میں غور کرتا ہے اور یہ کہ قرآن کریم کے بیانات باہم ایک دوسرے کی تصدیق اور موافقت کرتے ہیں، ان میں باہم کوئی اختلاف و تعارض نہیں ہے، جب یہ ساری چیزیں سوچتا ہے تو اسے یقین ہو جاتا ہے کہ یہ (کتاب) منزل من جانب اللہ ہے، یہ ایمان کی تقویت کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے۔^②

تیسرا سبب: نبی کریم ﷺ کی احادیث کی اور ان میں جن ایمانی علوم و اعمال کی دعوت پائی جاتی ہے ان کی معرفت: یہ ساری چیزیں ایمان کے حصول اور اس کی تقویت کے اسباب میں سے ہیں، چنانچہ جس قدر بندے کی کتاب اللہ اور سنت رسول (ﷺ) کی معرفت میں اضافہ ہوگا، اسی قدر اس کے ایمان و یقین میں اضافہ ہوگا۔

چوتھا سبب: نبی کریم ﷺ اور آپ کے اعلیٰ اخلاق اور کامل صفات کی معرفت: کیونکہ جس شخص کو ان چیزوں کی کما حقہ معرفت ہوگی اسے آپ ﷺ اور آپ کی لائی ہوئی کتاب (قرآن) اور دین حق کی صداقت میں ذرا بھی شک و شبہ نہ ہوگا۔

① دیکھئے: التوضیح والبیان لشجرة الايمان للعلامة السعدی، ص: ۴۰۔

② دیکھئے: مدارج السالکین لابن القيم ۲/ ۲۸۔ التوضیح والبیان لشجرة الايمان للسعدی، ص: ۴۱۔

پانچواں سبب: کائنات عالم میں غور و فکر: یعنی آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور ان میں موجود نوع بنوع مخلوقات میں غور کرنا، انسان کی ذات اور اس کی (کوئی) صفات میں غور کرنا، یہ چیزیں ایمان کا قوی سبب ہیں، کیوں کہ ان مخلوقات کے اندر خالق کی قدرت و عظمت پر دلالت کرنے والی خلقت کی عظمت کا شاہکار اور محیر العقول استحکام اور حسن انتظام پایا جاتا ہے۔

اسی طرح تمام مخلوقات کی بے بسی اور ہر طرح سے اللہ کی طرف ان کی محتاجی اور ضرورت، نیز یہ کہ مخلوق اللہ عزوجل سے ایک لمحہ کے لیے بھی بے نیاز نہیں ہو سکتی، ان تمام چیزوں میں غور و فکر کرنا، یہ چیز بندے کے لیے اپنے تمام تردینی و دنیاوی منافع کے حصول اور نقصان دہ امور کے دور کرنے میں اللہ کے لیے کمال خضوع، کثرت دعا، اللہ کی طرف محتاجی اور الحاج زاری کے اظہار، نیز اپنے رب پر قوی بھروسہ، اس کے وعدے پر پورا اعتماد اور اس کے احسان و کرم کی شدید لالچ و خواہش کو واجب کرتی ہے، اور انہی چیزوں سے حقیقی معنوں میں ایمان حاصل ہوتا ہے اور اس میں قوت و استحکام پیدا ہوتا ہے۔

اسی طرح اللہ عزوجل کی ان بے شمار خاص و عام نعمتوں میں غور و فکر کرنا جن سے کوئی بھی مخلوق ایک لمحہ کے لیے بھی خالی نہیں۔

چھٹا سبب: ہمہ وقت کثرت سے اللہ عزوجل کا ذکر اور دعا (عبادت) کرنا: کیونکہ ذکر الہی دل میں ایمان کا پودا اُگاتا ہے اور اسے غذا و قوت بہم پہنچاتا ہے اور بندہ جتنا زیادہ اللہ کا ذکر کرے گا اتنا ہی اس کے ایمان میں قوت پیدا ہوگی، اور ذکر، زبان، دل، عمل اور حال ہر طرح سے ہوتا ہے، چنانچہ بندہ کو ایمان کا اتنا حصہ ہی ملے گا جتنا وہ اللہ کا ذکر کرے گا۔

ساتواں سبب: اسلام کی خوبیوں کی معرفت: کیونکہ دین اسلام مکمل طور پر خوبیوں کا گنجینہ ہے، اس کے عقائد سب سے زیادہ صحیح، سچے اور نفع بخش ہیں۔ اس کے اخلاق سب سے اچھے اخلاق ہیں، اس کے اعمال و احکام سب سے بہتر اور اعتدال پر مبنی ہیں۔ ان تمام چیزوں میں غور و فکر کرنے سے اللہ تعالیٰ بندے کے دل میں ایمان کو مزین کر دیتا ہے اور

اسے اس کے نزدیک محبوب بنا دیتا ہے، چنانچہ بندہ (اس کے نتیجہ میں) ایمان کی چاشنی پانے لگتا ہے، اور ایمان کے اصول اور اس کے حقائق سے اس کا باطن اور ایمان کے اعمال سے اس کا ظاہر حسین و جمیل اور خوب تر ہو جاتا ہے۔

آٹھواں سبب:..... اللہ عزوجل کی عبادت میں ”احسان“ کا وصف پیدا کرنے اور اس کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرنے میں جدوجہد اور کوشش کرنا: چنانچہ انسان اللہ کی عبادت میں اس طرح کوشش کرے کہ گویا وہ اسے دیکھ رہا ہے، اگر اس کی یہ طاقت نہ ہو تو یہ تصور کرے کہ اللہ تو اسے دیکھ ہی رہا ہے، پھر عمل کو مکمل کرنے اور اسے بطریق احسن انجام دینے، نیز قول و فعل، مال و جاہ اور منافع کی دیگر قسموں کے ذریعہ مخلوق کے ساتھ احسان کرنے میں جدوجہد اور کوشش کرے۔ جب وہ اچھی طرح خالق (اللہ) کی عبادت کرے گا، اس کی مخلوق کے ساتھ حسن سلوک کرے گا اور اس پر ہمیشگی برتے گا تو اس کے ایمان و یقین میں قوت پیدا ہوگی اور وہ ”حق الیقین“ تک جا پہنچے گا جو کہ یقین کا سب سے اونچا مرتبہ ہے، اور اس وقت اسے اطاعت کے کاموں میں چاشنی اور مٹھاس ملے گی اور (حسن) معاملات کے ثمرہ سے لطف اندوز ہوگا، اور یہی ایمان کامل ہے۔

نواں سبب:..... مومنوں کے اوصاف سے متصف ہونا: جیسے نماز میں خشوع و خضوع، اس میں حضور قلبی، زکاۃ کی ادائیگی، فضول چیزوں یعنی ہر وہ قول و فعل جس میں کوئی بھلائی نہ ہو اس سے اعراض وغیرہ، بلکہ مسلمان (کو چاہیے کہ وہ) بھلی بات ہی بولے اور بھلا کام ہی کرے، قول و فعل کی برائی ترک کر دے، اس میں کوئی شک نہیں کہ ان تمام چیزوں سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور اس میں قوت پیدا ہوتی ہے، اسی طرح فواحش و منکرات سے اجتناب، امانتوں اور وعدوں کا پاس و لحاظ وغیرہ ایمان کی علامتیں ہیں۔

دسواں سبب:..... اللہ عزوجل اور اس کے دین کی دعوت دینا، باہم حق و صبر کی وصیت کرنا، دین کی بنیاد کی طرف دعوت دینا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے ذریعہ دینی احکام کی پابندی کرنا، اس سے بندہ اپنی ذات کی اور دیگر لوگوں کی تکمیل کر سکتا ہے۔

گیارہواں سبب: کفر و نفاق اور فسق و نافرمانی کی شاخوں سے دور رہنا: کیونکہ ایمان کے لیے ایمان کو تقویت پہنچانے اور اس میں اضافہ کرنے والے تمام اسباب کو اختیار کرنا ضروری ہے، اسی طرح اضافہ اور تقویت سے مانع اور اس کے آڑے آنے والے امور کو دور کرنا بھی ضروری ہے، یعنی گناہ کے کاموں کو ترک کرنا، ماضی میں سرزد ہوئے گناہوں سے توبہ کرنا، حرام چیزوں سے تمام اعضاء و جوارح کی حفاظت کرنا، ایمانی علوم میں قاذح اور انہیں کمزور کرنے والے شبہات کے فتنوں، نیز ایمان کے ارادوں کو کمزور کر دینے والی خواہشات کا ڈٹ کر مقابلہ کرنا۔

بارہواں سبب: فرائض کے بعد نوافل کے ذریعہ اللہ عزوجل کا قرب حاصل کرنا اور خواہشاتِ نفس کے غلبہ کے وقت اللہ کے محبوب اور پسندیدہ امر کو تمام خواہشات پر ترجیح دینا۔

تیرہواں سبب: اللہ کے نزول کے وقت اللہ سے مناجات (سرگوشی)، اس کے کلام کی تلاوت، دل کی حضوری اور اس کے روبرو آداب عبادت بجالانے کی خاطر خلوت (تنہائی) اپنانا، اور پھر آخر میں توبہ و استغفار کرنا۔

چودھواں سبب: سچے اور مخلص علماء کی صحبت اختیار کرنا اور ان کے اقوال سے بہترین ثمرات چننا جس طرح عمدہ ترین میوے چنے جاتے ہیں۔^①
تیسرا مطلب: ایمان کے فوائد و ثمرات:

ایمان کے فوائد و ثمرات بے حساب و بے شمار ہیں، چنانچہ دل، جسم، راحت، پاکیزہ زندگی اور دنیا و آخرت میں نہ جانے کتنے فوائد و ثمرات ہیں، مختصر یہ کہ دنیا و آخرت کی ساری بھلائیاں اور تمام تر برائیوں سے دُوری (عافیت) یہ ایمان ہی کے ثمرات ہیں، ایمان کے چند فوائد و ثمرات حسب ذیل ہیں:

① دیکھئے: مدارج السالکین لابن القيم: ۱۷ / ۳۔ التوضیح والبیان لشجرة الايمان للسعدی، ص:

۱۔ اللہ عزوجل کی ولایت پر رشک:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿الْأَإِنِّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿٦٢﴾﴾

[یونس: ۶۲]

”سنو! بے شک اللہ کے اولیاء (دوستوں) کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔“

پھر ان کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٦٣﴾﴾ [یونس: ۶۳]

”یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿اللَّهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا يُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ ﴿٢٥٧﴾﴾

[البقرة: ۲۵۷]

”اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا ولی ہے، وہ انہیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتا ہے۔“

یعنی انہیں کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی کی طرف، جہالت کی تاریکیوں سے نکال کر علم کی روشنی کی طرف، گناہوں کی تاریکیوں سے نکال کر اطاعت کی روشنی کی طرف اور غفلت کی تاریکیوں سے نکال کر بیداری اور ذکر کی روشنی کی طرف لاتا ہے۔

۲۔ رضائے الہی کا حصول:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ

وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ

اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۗ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤١﴾

وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
خَالِدِينَ فِيهَا وَمَسْكِنٍ طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ طَوْرُضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ
أَكْبَرُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٤٦﴾ [التوبة: ٧١-٧٢]

”مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست (معاون و مددگار) ہیں، وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے منع کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ عنقریب رحم فرمائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔ ان مومن مردوں اور مومن عورتوں سے اللہ تعالیٰ نے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں جاری ہیں، جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور ان صاف ستھرے پاکیزہ محلات کا جو ان ہمیشگی والی جنتوں میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب سے بڑی چیز ہے اور یہی عظیم کامیابی ہے۔“

چنانچہ انھیں اللہ کی رضا و رحمت اور ان پاکیزہ محلوں کی کامیابی ان کے اس ایمان کے سبب حاصل ہوئی جس سے انھوں نے فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی انجام دہی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی تابعداری کر کے اپنے آپ کو اور دیگر لوگوں کو مکمل کیا تھا، اس طور پر یہ حضرات عظیم ترین فلاح و کامرانی سے ہمکنار ہوئے۔

۳۔ کامل ایمان (سرے سے) جہنم میں داخل ہونے سے روکتا ہے، جب کہ کمزور (ناقص) ایمان جہنم میں ہمیشہ ہمیش کے لیے رہنے سے مانع ہوتا ہے، کیونکہ جو شخص ایمان لا کر تمام واجبات بجالائے اور تمام حرام امور ترک کر دے، وہ جہنم میں داخل نہیں ہوگا، اسی طرح جس شخص کے دل میں ذرا بھی ایمان ہوگا، وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ نہیں رہے گا۔

۴۔ اللہ تعالیٰ تمام ناپسندیدہ چیزوں سے مومنوں کا دفاع کرتا ہے اور انھیں مصائب سے نجات عطا فرماتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يُدْفِعُ عَنِ الَّذِينَ آمَنُوا﴾ [الحج: ۳۸]

”اللہ تعالیٰ مومنوں کا دفاع کرتا ہے۔“

یعنی ہر ناپسندیدہ چیز سے، جن وانس کے شیاطین کے شر سے اور دشمنوں سے ان کا دفاع کرتا ہے، نیز پریشانیوں کے نزول سے قبل ہی انھیں ان سے دُور کر دیتا ہے اور نزول کے بعد انھیں ختم کر دیتا ہے یا ان میں تخفیف کرتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَذَا التُّونِ إِذْ ذَهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ أَنْ لَنْ نَقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادَىٰ

فِي الظُّلُمَاتِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ ﴿۸۷﴾

فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُجِي الْمُؤْمِنِينَ ﴿۸۸﴾

[الانبیاء: ۸۷-۸۸]

”اور مچھلی والے (یونس علیہ السلام) کو یاد کرو، جب وہ غصہ سے نکل کر گئے اور سوچا کہ ہم انھیں پکڑ نہ سکیں گے، بالآخر وہ اندھیروں کے اندر سے پکار اُٹھے کہ ”الہی تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، بے شک میں ظالموں سے ہو گیا!“ تو ہم نے ان کی پکار سن لی اور انھیں غم سے نجات دے دی اور ہم مومنوں کو اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿ثُمَّ نُنَجِّي رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنَجِّ

الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۰۳﴾ [یونس: ۱۰۳]

”پھر ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو نجات دے دیتے ہیں، اسی طرح

ہمارے ذمہ ہے کہ ہم ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔“

نیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۴۱﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ

الْمَنْصُورُونَ ﴿۱۴۲﴾ وَإِنَّ جُنَدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ﴿۱۴۳﴾

[الصفات: ۱۷۱-۱۷۳]

”اور البتہ ہمارا وعدہ پہلے ہی اپنے رسولوں کے لیے صادر ہو چکا ہے کہ یقیناً ان کی مدد کی جائے گی اور یقیناً ہمارا لشکر ہی غالب و فتح یاب ہوگا۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۝﴾ [الطلاق: ۳]

”اور جو اللہ کا تقویٰ اختیار کرتا ہے اللہ اس کے لیے سبیل پیدا فرمادیتا ہے۔“

یعنی لوگوں پر آنے والی ہر پریشانی سے نجات کی سبیل پیدا کر دیتا ہے، نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مِنْ أَمْرِهِ يُسْرًا ۝﴾ [الطلاق: ۴]

”اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے ہر معاملہ میں آسانی پیدا کر دیتا ہے۔“

چنانچہ متقی مومن کے مسائل اللہ تعالیٰ آسان فرماتا ہے، اسے آسانی کی توفیق عطا کرتا

ہے، پریشانی سے نجات دیتا ہے، دشواریوں کو سہل کرتا ہے، اسے اس کے ہر غم سے چھٹکارا اور

ہر تنگی سے نجات کی سبیل عطا کرتا ہے، اور اسے ایسے ذریعہ سے روزی عطا کرتا ہے جس کا اسے

گمان بھی نہیں ہوتا، ان تمام باتوں کے شواہد کتاب و سنت میں بکثرت موجود ہیں۔

۵۔ ایمان، دنیا و آخرت میں پاکیزہ زندگی عطا کرتا ہے، اللہ عز و جل کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ عَمِلْ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَىٰ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً

طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَجْرَهُمْ بِأَحْسَنِ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝﴾

[النحل: ۹۷]

”جو مرد و عورت نیک عمل کرے دریاں حالیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے یقیناً

نہایت بہتر زندگی عطا فرمائیں گے اور ان کے نیک اعمال کا بہتر بدلہ بھی انھیں

ضرور دیں گے۔“

وہ اس طرح سے کہ ایمان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ایمان دل کا سکون و اطمینان، اللہ

تعالیٰ کی عطا کردہ روزی پر دل کی قناعت اور غیر اللہ سے بے تعلقی پیدا کرتا ہے، اور یہی پاکیزہ

زندگی ہے، کیونکہ دل کا سکون و اطمینان اور ان تمام چیزوں سے دل کو تشویش نہ ہونا جن سے

ایمان صحیح سے محروم شخص کو تشویش ہوتی ہے، یہی پاکیزہ زندگی کی بنیاد ہیں۔^①
 اور پاکیزہ زندگی، پاکیزہ حلال روزی، قناعت، نیک بختی، دنیا میں عبادت کی لذت و
 حلاوت اور انشراح صدر کے ساتھ اطاعت کے کاموں کی بجا آوری کو شامل ہے۔^②
 امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”صحیح بات یہ ہے کہ پاکیزہ زندگی ان (مذکورہ) تمام
 چیزوں کو شامل ہے۔“^③

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((قَدْ أَفْلَحَ مَنْ أَسْلَمَ ، وَرَزَقَ كَفَافًا وَقَنَّعَهُ اللَّهُ بِمَا آتَاهُ .))^④
 ”جو شخص اسلام لایا، اسے بقدر کفاف (گزر بسر کی) روزی عطا ہوئی اور اللہ
 تعالیٰ نے اسے عطا کردہ چیزوں پر قانع (قناعت کرنے والا) بنا دیا وہ کامیاب و
 کامران ہو گیا۔“

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ لَا يُظْلِمُ الْمُؤْمِنَ حَسَنَةً ، يُعْطَى بِهَا فِي الدُّنْيَا
 وَيُجْزَى بِهَا فِي الْآخِرَةِ ، وَأَمَّا الْكَافِرُ فَيُطْعَمُ بِحَسَنَاتِ مَا
 عَمِلَ بِهَا لِلَّهِ فِي الدُّنْيَا ، حَتَّى إِذَا أَفْضَى إِلَى الْآخِرَةِ لَمْ يَكُنْ لَهُ
 حَسَنَةٌ يُجْزَى بِهَا .))^⑤

”اللہ تعالیٰ کسی مومن کی ایک نیکی بھی کم نہیں کرتا، اسے دنیا میں بھی اس کا صلہ دیا
 جاتا ہے اور آخرت میں بھی اس کا بدلہ دیا جائے گا، رہا کافر تو وہ اللہ کے لیے کی

① التوضیح والبيان لشجرة الايمان للسعدي، ص: ۶۸۔

② دیکھئے: تفسیر القرآن العظیم لابن کثیر: ۵۶۶/۲۔

③ دیکھئے: مصدر سابق: ۵۶۶/۲۔

④ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الکفاف والقناعة: ۷۳۰/۲، حدیث: ۱۰۵۴۔

⑤ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین واحکامہم، باب جزاء المؤمن بحسناته فی الدنيا والآخرة

وتعجيل حسنات الكافر فی الدنيا: ۲۱۶۲/۴، حدیث: ۲۸۰۸۔

ہوئی اپنی نیکیوں کے عوض دنیا میں کھاتا پیتا ہے، یہاں تک کہ جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کے پاس کوئی نیکی نہ ہوگی جس کا اسے بدلہ دیا جائے۔“

۶۔ تمام اقوال و اعمال کی صحت و کمال خود عمل کرنے والے کے دل میں ایمان و اخلاص کے اعتبار سے ہوا کرتی ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ لِسَعْيِهِ﴾

[الانبیاء: ۹۴]

”تو جو بھی نیک عمل کرے دریاں حالیکہ وہ مومن بھی ہو تو اس کی کوشش کی ناقدری نہیں کی جائے گی۔“

یعنی ایسے شخص کی کوشش اکارت اور اس کا عمل ضائع نہیں کیا جائے گا، بلکہ اسے اس کی ایمانی قوت کے اعتبار سے (بڑھا کر) دگنا چوگنا (اجر) عطا کیا جائے گا۔

نیز ارشادِ گرامی ہے:

﴿وَمَنْ أَرَادَ الْآخِرَةَ وَسَعَىٰ لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَٰئِكَ كَانَ

سَعْيُهُمْ مَّشْكُورًا ﴿۱۹﴾ [الاسراء: ۱۹]

”اور جس کا ارادہ آخرت کا ہو اور جیسی کوشش اس کے لیے ہونی چاہیے وہ کرتا بھی ہو اور وہ باایمان بھی ہو، تو یہی لوگ ہیں جن کی کوشش کی اللہ کے یہاں پوری قدر دانی کی جائے گی۔“

”آخرت کے لیے کوشش“ کا مطلب آخرت سے قریب کرنے والے ان اعمال کی بجا آوری اور ان پر عمل کرنا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی زبانی مشروع فرمایا ہے۔

۷۔ صاحب ایمان کو اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم کی ہدایت عطا فرماتا ہے، اور صراطِ مستقیم میں اللہ سے علم حق اور اس پر عمل کی نیز محبوب و پرست چیزوں کے حصول پر شکرگزاری کی اور مصائب و پریشانیوں پر اظہارِ رضامندی اور صبر کی ہدایت دیتا ہے۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ﴾ ❶

[یونس : ۹]

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے انھیں ان کا پروردگار ان کے ایمان کے سبب ہدایت عطا فرماتا ہے۔“

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”اس بات کا احتمال ہے کہ یہاں (آیت ﴿بِإِيمَانِهِمْ﴾ میں) باء سبیت کے لیے ہو، اور اس صورت میں تقدیری عبارت یوں ہوگی کہ دنیا میں ان کے ایمان کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ انھیں قیامت کے روز صراطِ مستقیم کی راہنمائی فرمائے گا تاکہ وہ اس سے گزر کر جنت میں پہنچیں۔ اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ باء استعانت کے لیے ہو، جیسا کہ امام مجاہد اللہ تعالیٰ کے قول ﴿يَهْدِيهِمْ رَبُّهُمْ بِإِيمَانِهِمْ﴾ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے نور بنائے گا جس میں وہ چلیں گے۔ ❷

اور کہا گیا ہے کہ اس کے عمل کو ایک خوبصورت اور پاکیزہ خوشبو کی شکل دی جائے گی۔ جب وہ اپنی قبر سے اٹھے گا تو وہ اس کے سامنے آ کر اسے ہر قسم کی خیر و بھلائی کی بشارت دے گا، وہ (صاحب ایمان) اس سے کہے گا: تم کون ہو؟ وہ جواب دے گا کہ میں تمہارا عمل ہوں۔ اور پھر اس کے سامنے ایک نور بنایا جائے گا جو اسے جنت میں داخل کر دے گا۔ ❸

۸۔ ایمان بندے کے لیے اللہ کی محبت پیدا کرتا ہے اور مومنوں کے دلوں میں اس کی محبت بھر دیتا ہے، اور جس سے اللہ عزوجل اور مومن بندے محبت کرنے لگیں اسے سعادت و کامرانی حاصل ہوتی ہے، اور مومنوں کی محبت کے فوائد بے شمار ہیں، جیسے ذکر خیر اور زندگی میں اور مرنے کے بعد اس کے لیے دُعاے خیر وغیرہ۔

❶ نیز دیکھئے: سورة الحج : ۵۴۔ نیز ملاحظہ کریں: التوضیح والبيان لشجرة الايمان للسعدي، ص : ۷۰۔

❷ تفسیر القرآن العظیم : ۳۹۰ / ۲۔

❸ دیکھئے: جامع البيان عن تأويل آي القرآن للطبري : ۲۷ / ۱۵۔ طبری نے اسے قنادہ تک بسند روایت کیا

اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَنُ وُدًّا ۙ﴾

[مریم: ۹۶]

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ان کے لیے اللہ رحمن محبت پیدا کر دے گا۔“

۹۔ دین میں امامت کا حصول، یہ ایمان کے عظیم ترین ثمرات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ علم و عمل کے ذریعے اپنے ایمان کی تکمیل کرنے والے مومن بندوں کو سچی زبان عطا فرمادے اور انھیں ایسے ائمہ بنا دے جو اس کے حکم سے لوگوں کی راہنمائی کریں اور ان کی اقتدا و پیروی کی جائے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ آيَاتٍ يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا لَهَا صَبْرًا ۗ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا

يُوقِنُونَ ۙ﴾ [السجدة: ۲۴]

”اور جب ان لوگوں نے صبر کیا تو ہم نے ان میں سے ایسے پیشوا بنائے جو ہمارے حکم سے لوگوں کو ہدایت کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔“

چنانچہ صبر و یقین ہی سے دین میں امامت کا مقام حاصل ہوتا ہے، کیونکہ صبر و یقین ہی ایمان کی اساس اور کمال ہے۔

۱۰۔ رفع درجات کا حصول، اللہ عز و جل کا ارشاد ہے:

﴿يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ ۗ﴾

[المجادلة: ۱۱]

”اللہ تعالیٰ تم میں سے ایمان اور علم والوں کے درجات بلند فرماتا ہے۔“

چنانچہ یہ لوگ اللہ کے نزدیک اور اللہ کے بندوں کے نزدیک دنیا و آخرت میں پوری مخلوق میں سب سے اعلیٰ مقام کے مالک ہیں۔

انہیں یہ رتبہ بلند محض ان کے سچے ایمان اور علم و یقین کی بدولت حاصل ہوا ہے۔
 ۱۱۔ اللہ کی کرامت (عزت و مقام) اور ہر طرح سے امن و سکون کی بشارت کا حصول، جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [البقرة: ۲۲۳]

”اور مومنوں کو خوش خبری سنا دیجیے۔“

(اس آیت کریمہ میں) اللہ نے بشارت کا مطلق ذکر فرمایا ہے تاکہ ہر طرح کی دیرسویہ بھلائی کو شامل ہو، جب کہ درج ذیل آیت کریمہ میں بشارت کا مقید ذکر فرمایا ہے:

﴿وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ [البقرة: ۲۵]

”اور ایمان لانے والوں اور نیک عمل کرنے والوں کو اس بات کی بشارت دے دیجیے کہ ان کے لیے ایسی جنتیں ہوں گی جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔“

چنانچہ اہل ایمان کے لیے عام اور خاص خوش خبری ہے، اور انہی کے لیے دنیا و آخرت میں عمومی امن بھی ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ﴾ [۸۲] ﴿۸۲﴾ [الانعام: ۸۲]

”جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا، ایسے ہی لوگوں کے لیے امن ہے اور وہی راہِ راست پر گامزن ہیں۔“

اور انہی کے لیے خالص امن بھی ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ آمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ﴾ ﴿۳۸﴾

[الانعام: ۴۸]

”تو جو ایمان لے آئے اور اصلاح کر لے ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے۔“

چنانچہ (اس آیت کریمہ میں) اللہ تعالیٰ نے ان سے مستقبل کے خوف و ہراس اور ماضی کے رنج و الم کی نفی فرمائی ہے، اور اسی سے ان کا امن و قرار مکمل ہوتا ہے، غرضیکہ مومن کے لیے دنیا و آخرت میں مکمل امن و سکون اور ہر خیر کی بشارت ہے۔ ❶

۱۲۔ ایمان سے گناہ درگناہ ثواب اور وہ مکمل نور حاصل ہوتا ہے، جس کی روشنی میں بندہ اپنی زندگی میں چلتا ہے اور قیامت کے روز چلے گا، چنانچہ دنیا میں اپنے علم و ایمان کی روشنی میں چلتا ہے اور جب قیامت کے روز ساری روشنیاں گل ہوں گی تو وہ اپنے نور سے پل صراط پر چلے گا، یہاں تک کہ کرامت و نعمت کے مقام (جنت) میں جا داخل ہوگا، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایمان پر بخشش و مغفرت مرتب فرمائی ہے، اور جس کے گناہ بخش دیے جائیں وہ عذاب الہی سے محفوظ ہو کر اجر عظیم سے ہمکنار ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَآمِنُوا بِرَسُولِهِ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ
مِنْ رَحْمَتِهِ وَيَجْعَلْ لَكُمْ نُورًا تَمْشُونَ بِهِ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ
رَحِيمٌ ﴿٢٨﴾﴾ [الحديد: ۲۸]

”اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لاؤ اللہ تمہیں اپنی رحمت کا دوہرا حصہ دے گا اور تمہیں وہ نور عطا فرمائے گا جس کی روشنی میں تم چلو پھرو گے اور تمہارے گناہ بھی معاف فرمادے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

۱۳۔ مومنوں کو اپنے ایمان کے سبب ہدایت و کامرانی نصیب ہوگی، اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ اور آپ سے پہلے کے انبیاء پر نازل کردہ احکام پر مومنوں کے ایمان، ایمان بالغیب، نماز کی اقامت اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا:

﴿أُولَئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن رَّبِّهِمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٥﴾﴾ [البقرة: ۵]

❶ دیکھئے: التوضیح والبيان لشجرة الايمان للسعدي، ص: ۷۷-۸۸

”یہی لوگ اپنے رب کی ہدایت پر (گامزن) ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“

چنانچہ یہی مکمل ہدایت و کامرانی ہے، کامل و مکمل ایمان کے بغیر ہدایت و کامیابی کی کوئی سبیل نہیں۔

۱۴۔ پند و نصائح سے استفادہ ایمان کے ثمرات میں سے ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرَى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ [الذاریات: ۵۵]

”اور آپ نصیحت فرمائیے کیوں کہ نصیحت مومنوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔“

یہ اس لیے کہ ایمان، صاحب ایمان کو علمی و عملی طور پر حق کی پابندی اور اس کی اتباع پر آمادہ کرتا ہے، ساتھ ہی ساتھ اس کے پاس نفع بخش نصائح کے حصول کا عظیم آلہ اور پوری تیاری ہوتی ہے اور حق کی قبولیت اور اس پر عمل سے کوئی چیز مانع نہیں ہوتی۔

۱۵۔ ایمان، صاحب ایمان کو خوشی میں شکرگزاری، پریشانی میں صبر اور اپنے تمام اوقات میں خیر و بھلائی حاصل کرنے پر آمادہ کرتا ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ

مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَاهُ إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ﴾ [الْحَدِيد: ۲۲]

مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ﴾ [الْحَدِيد: ۲۳]

[الحديد: ۲۲-۲۳]

”تمہیں جو کوئی مصیبت دنیا میں یا (خاص) تمہاری جان میں پہنچتی ہے قبل اس کے کہ ہم اسے پیدا کریں وہ ایک خاص کتاب میں لکھی ہوئی ہے، بلاشبہ یہ چیز اللہ تعالیٰ کے لیے (نہایت) آسان ہے تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہو اور نہ عطا کردہ کسی چیز پر اتر آؤ اور اللہ تعالیٰ اترانے، فخر کرنے والے سے محبت نہیں کرتا۔“

نیز ارشاد باری ہے:

﴿ مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَمَنْ يُؤْمِنْ بِاللَّهِ يَهْدِ اللَّهُ قَلْبَهُ ﴾

[التغابن: ۱۱]

”جو بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ اللہ کے حکم سے ہوا کرتی ہے، اور جو اللہ پر ایمان لائے اللہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔“

اگر ایمان کے ثمرات میں سے صرف یہی ہوتا کہ ایمان، صاحب ایمان کو مصائب و مشکلات میں جن سے ہر ایک دوچار ہوتا ہے، تسلی دیتا ہے تو بھی کافی تھا، جب کہ ایمان و یقین سے شرف یابی (بذات خود) مصائب میں تسلی کا عظیم ترین سبب ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((عَجَبًا لِأَمْرِ الْمُؤْمِنِ إِنَّ أَمْرَهُ كُلَّهُ خَيْرٌ وَلَيْسَ ذَلِكَ لِأَحَدٍ إِلَّا لِلْمُؤْمِنِ: إِنْ أَصَابَتْهُ سَرَّاءٌ شَكَرَ ، فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ ، وَإِنْ أَصَابَتْهُ ضَرَّاءٌ صَبَرَ فَكَانَ خَيْرًا لَّهُ .)) ❶

”مومن کا معاملہ بڑا عجیب ہے، اس کا سارا معاملہ خیر ہی خیر ہے اور یہ شرف صرف مومن ہی کو حاصل ہے، اگر اسے کوئی خوشی حاصل ہوتی ہے تو وہ شکر ادا کرتا ہے اور وہ اس کے لیے بہتر ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو وہ اس پر صبر کرتا ہے اور وہ اس کے لیے بہتر ہوتا ہے۔“

صبر و شکر تمام بھلائیوں کا سرچشمہ ہیں، مومن اپنے تمام اوقات میں بھلائیوں کو غنیمت جانتا ہے اور ہر حالت میں فائدہ اٹھاتا ہے، نعمت و خوشحالی کے حصول پر اسے بیک وقت دو نعمتیں حاصل ہوتی ہیں: محبوب و پسندیدہ امر کے حصول کی نعمت، اور اس سے بڑھ کر اس پر شکر گزاری کی توفیق کی نعمت اور اس طرح اس پر نعمتوں کی تکمیل ہوتی ہے اور پریشانی سے دوچار ہونے پر اسے بیک وقت تین نعمتیں حاصل ہوتی ہیں: گناہوں کے کفارہ کی نعمت، اس سے بڑھ کر مرتبہ صبر کے حصول کی نعمت اور اس پر پریشانی کے آسان اور سہل ہونے کی نعمت،

❶ صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب المؤمن امره كله خير: ۴ / ۲۲۹۵، حدیث: ۲۹۹۹

کیونکہ جب اسے اجر و ثواب کے حصول کی معرفت اور صبر کی مشق ہوگی تو اس پر مصیبت آسان اور سہل ہو جائے گی۔^①

۱۶۔ سچا ایمان، شک و شبہ ختم کر دیتا ہے اور ان تمام شکوک کی جڑ کاٹ دیتا ہے جو بہت سے لوگوں کو لاحق ہو کر انھیں دین کے اعتبار سے نقصان پہنچاتے ہیں، جن و انس کے شیاطین اور برائی کا حکم دینے والے نفوس کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کی بیماریوں کا سچے ایمان کے سوا کوئی علاج نہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوا﴾

[الحجرات: ۱۵]

”بے شک (سچی حقیقی) مومن وہ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے اور پھر شک میں مبتلا نہ ہوئے۔“

ان وسوسوں کا علاج (مندرجہ ذیل) چار چیزیں ہیں:

۱: ان شیطانی وسوسوں سے باز رہنا۔

۲: ان وسوسوں کے ڈالنے والے، یعنی شیطان کے شر سے (اللہ کی) پناہ مانگنا۔

۳: ایمانی عصمت (ڈھال) سے بچاؤ کرنا، چنانچہ بندہ کہے ”آمَنْتُ بِاللَّهِ“ میں اللہ پر ایمان لایا۔

۴: ان وسوسوں کے بارے میں زیادہ سوچنے سے باز رہنا۔^②

۱۷۔ اللہ عزوجل پر ایمان، خوشی و غم، خوف و امن، اطاعت و نافرمانی اور ان کے علاوہ ان سارے امور میں جو ہر شخص کو لامحالہ پیش آتے ہیں مومنوں کا ماویٰ و ملجا ہے، چنانچہ وہ خوشی و مسرت کے وقت ایمان ہی کی طرف رجوع کرتے (پناہ لیتے) ہیں، چنانچہ وہ اللہ کی حمد کرتے اور اس کی ثنائیں کرتے ہیں اور نعمتوں کو اللہ کے محبوب کاموں میں

① دیکھئے: التوضیح والبيان لشجرة الايمان للسعدي، ص: ۷۱ - ۸۸۔

② دیکھئے: التوضیح والبيان لشجرة الايمان للسعدي، ص: ۸۳۔

استعمال کرتے ہیں، اسی طرح پریشانیوں، دشواریوں اور ہوموم و غموم کے وقت مختلف انداز میں ایمان کی طرف رجوع کرتے (پناہ لیتے) ہیں، اپنے ایمان اور اس کی حلاوت و مٹھاس، نیز اس پر مرتب ہونے والے اجر و ثواب سے تسلی حاصل کرتے ہیں اور رنج و ملال اور قلق و اضطراب کا مقابلہ دل کے سکون اور رنج و غم کو کافور کرنے والی پاکیزہ زندگی کی طرف رجوع کر کے کرتے ہیں، اور خوف کے وقت بھی ایمان ہی کی طرف رجوع کرتے اور اس سے اطمینان حاصل کرتے ہیں اور اس سے ان کے ایمان، ثابت قدمی، قوت اور بہادری میں اضافہ ہوتا ہے اور لاحق ہونے والا خوف جاتا رہتا ہے، جیسا کہ اللہ عزوجل نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں ارشاد فرمایا:

﴿الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدَّ جَمَعُوا لَكُمْ فَأَخْشَوْهُمْ فزادهم إيماناً ۗ وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ ﴿١٤٣﴾ فَأَنْقَلَبُوا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوءٌ ۗ وَاتَّبَعُوا رِضْوَانَ اللَّهِ وَاللَّهُ ذُو فَضْلٍ عَظِيمٍ ﴿١٤٤﴾﴾ [آل عمران: ۱۷۳-۱۷۴]

”وہ لوگ کہ جب ان سے لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے مقابلے پر لشکر جمع کر لیے ہیں، تم ان سے خوف کھاؤ تو اس بات نے ان کے ایمان میں اضافہ کر دیا اور کہنے لگے: ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ (نتیجہ یہ ہوا کہ) یہ اللہ کی نعمت و فضل کے ساتھ لوٹے، انھیں کوئی برائی نہ پہنچی، اور انھوں نے اللہ کی رضامندی کی پیروی کی اور اللہ بہت بڑے فضل والا ہے۔“

۱۸۔ سچا ایمان، بندے کو ہلاکت انگیز چیزوں سے محفوظ رکھتا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا:

((لَا يَزْنِي الزَّانِي حِينَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ ، وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ ؛ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ

مُؤْمِنٌ .)) ❶

”زنا کار زنا کاری کے وقت ایمان کی حالت میں نہیں ہوتا، چور چوری کے وقت ایمان کی حالت میں نہیں ہوتا، شرابی شراب پینے کے وقت ایمان کی حالت میں نہیں ہوتا۔“

جس شخص سے یہ ساری چیزیں صادر ہوتی ہیں وہ اس کے ایمان کی کمزوری، نور ایمانی کے فقدان اور اللہ تعالیٰ سے شرم و حیا کے ختم ہو جانے کا سبب ہوتی ہیں یہ بات معروف اور مشاہدہ میں ہے۔ صحیح سچا ایمان، اللہ سے شرم و حیا، اس کی محبت، اس کے ثواب کی قوی اُمید، اس کا عذاب کا خوف اور نور ایمانی کے حصول کی خواہش سے معمور ہوتا ہے، اور یہ ساری چیزیں صاحب ایمان کو ہر طرح کی بھلائی کا حکم دیتی ہیں اور ہر قسم کی برائی سے منع کرتی ہیں۔

۱۹۔ مخلوق میں سب بہتر لوگ دو قسم کے ہیں، اور وہ اہل ایمان ہی ہیں، چنانچہ حضرت

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مِثْلُ الْأَتْرَجَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ، وَمَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مِثْلُ التَّمْرَةِ لَا رِيحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ مِثْلُ الرِّيحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ، وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ)) ❷

”قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال اس نارنگی کی ہے جو خوشبودار ہوتی ہے اور اس کا مزہ بھی عمدہ ہوتا ہے، اور قرآن نہ پڑھنے والے مومن کی مثال اس کھجور کی

❶ متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب النهی بغير اذن صاحبه: ۱۴۶ / ۳، حدیث:

۲۴۷۵۔ صحیح مسلم، (الفاظ مسلم ہی کے ہیں) کتاب الایمان، باب نقصان الایمان بالمعاصی: ۱ / ۱

۷۶، حدیث: ۵۷.

❷ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين وقصرها، باب فضيلة حافظ القرآن: ۱ / ۱، حدیث

نمبر: ۷۹۷.

ہے جس میں خوشبو تو نہیں ہوتی لیکن اس کا مزہ شیریں ہوتا ہے، اور قرآن پڑھنے والے منافق کی مثال اس ریحانہ (ایک قسم کا پھول) کی طرح ہے جو خوشبودار ہوتا ہے مگر اس کا مزہ تلخ ہوتا ہے، اور قرآن نہ پڑھنے والے منافق کی مثال اس اندرائن کی طرح ہے جس میں خوشبو بھی نہیں ہوتی اور اس کا مزہ بھی تلخ اور کڑوا ہوتا ہے۔“

چنانچہ لوگوں کی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم:..... وہ جو بذاتِ خود اچھے ہیں اور ان کی اچھائی دوسروں تک پہنچتی ہے، یہ سب سے بہتر قسم کے لوگ ہیں۔

چنانچہ یہ قرآن پڑھنے والا اور دینی علوم کی معرفت حاصل کرنے والا مومن خود اپنی ذات کے لیے بھی مفید ہے اور دوسروں کے لیے بھی نفع بخش ہے، ایسا شخص بابرکت ہے جہاں کہیں بھی ہو۔

دوسری قسم:..... جو بذاتِ خود اچھا اور بھلائی والا ہے، یہ وہ مومن شخص ہے جس کے پاس اتنا علم نہیں جس کا فائدہ غیروں کو بھی عام ہو۔

یہ (مذکورہ) دونوں قسموں کے لوگ مخلوق کے سب سے بہتر لوگ ہیں، اور ان میں ودیعت کردہ خیر و بھلائی مومنوں کے حالات کے اعتبار سے خود ان کے لیے محدود ہوتی ہے یا دوسروں کو بھی اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔

تیسری قسم:..... وہ جو خیر و بھلائی سے محروم ہے، لیکن اس کا نقصان غیروں تک پہنچتا ہے۔

چوتھی قسم:..... جو خود اپنی ذات کے لیے اور دوسروں کے لیے بھی نقصان دہ ہے، یہ سب سے بدترین قسم کے لوگ ہیں۔

چنانچہ ساری خیر و بھلائی کا مرجع ایمان اور اس سے متعلقہ امور ہیں، اور ساری شر و برائی کا مرجع ایمان کا فقدان اور اس کی ضد (بے ایمانی) کے وصف سے متصف

ہونا ہے۔ ①

۲۰۔ ایمان زمین میں خلافت (جانشینی) عطا کرتا ہے، ارشاد ہے:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ وَ لِيُبَيِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ ۖ وَ لِيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۗ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ۗ وَ مَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝﴾ [النور: ۵۵]

”تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کیے ہیں، اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے کہ انھیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا جو ان سے پہلے تھے اور یقیناً ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوطی کے ساتھ محکم کر کے جمادے گا جسے ان کے لیے وہ پسند فرما چکا ہے اور ان کے خوف و خطر کو وہ امن و امان سے بدل دے گا، وہ میری عبادت کریں گے میرے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائیں گے، اور جو لوگ اس کے بعد کفر کریں وہ یقیناً فاسق ہیں۔“

۲۱۔ ایمان کے ذریعے اللہ تعالیٰ بندے کی مدد فرماتا ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَ كَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ۝﴾ [الروم: ۴۷]

”اور ہم پر مومنوں کی مدد کرنا حق (لازم) ہے۔“

۲۲۔ ایمان بندے کو عزت (غلبہ و سر بلندی) عطا کرتا ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَ لِلَّهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُولِهِ وَ لِلْمُؤْمِنِينَ وَ لَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝﴾

[المنافقون: ۸]

”عزت صرف اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور مومنوں ہی کے لیے لیکن یہ منافق نہیں جانتے۔“

① دیکھئے: التوضیح والبیان لشجرة الايمان للسعدی، ص: ۶۳ تا ۹۰۔

۲۳۔ ایمان، اہل ایمان پر دشمنوں کے غلبہ و تسلط کو روکتا ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ۝۱۳۱﴾

[النساء: ۱۴۱]

”اور اللہ تعالیٰ کافروں کو مومنوں پر ہرگز راہ (غلبہ و تسلط) نہ دے گا۔“

۲۴۔ مکمل امن و سکون اور ہدایت یابی:

اللہ عز و جل کا ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ يَلْبِسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَٰئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ

وَهُمْ مُهْتَدُونَ ۝۸۲﴾ [الانعام: ۸۲]

”جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو ظلم (شرک) کے ساتھ خلط ملط نہیں کیا،

ایسے ہی لوگوں کے لیے امن ہے اور وہی راہِ راست پر گامزن ہیں۔“

۲۵۔ مومنوں کی کدو کاوش کی حفاظت:

اللہ عز و جل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ

عَمَلًا ۝۳۰﴾ [الكهف: ۳۰]

”بے شک جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے تو ہم کسی نیک عمل کرنے

والے کا اجر و ثواب ضائع نہیں کرتے۔“

۲۶۔ مومنوں کے ایمان میں زیادتی اور اضافہ:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَإِذَا مَا أَنْزَلْنَا سُورَةً فَمِنْهُمْ مَن يَقُولُ أَيْكُمُ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيمَانًا ۝

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا فزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝۱۳﴾

[التوبة: ۱۲۴]

”اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورت

سے تم میں سے کس کے ایمان میں اضافہ ہوا ہے، تو جو لوگ ایمان والے ہیں اس سورت نے ان کے ایمان میں اضافہ کیا ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں۔“

۲۷۔ مومنوں کی نجات:

اللہ عزوجل نے حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ میں فرمایا:

﴿فَاسْتَجَبْنَا لَهُ وَنَجَّيْنَاهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذَلِكَ نُجِّي الْمُؤْمِنِينَ ﴿۸۸﴾﴾

[الانبیاء: ۸۸]

”تو ہم نے ان کی پکار سن لی اور انہیں غم سے نجات دے دی، اور ہم مومنوں کو

اسی طرح نجات دیا کرتے ہیں۔“

۲۸۔ اہل ایمان کے لیے اجر عظیم:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَسَوْفَ يُؤْتِي اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ أَجْرًا عَظِيمًا ﴿۱۴۶﴾﴾ [النساء: ۱۴۶]

”اور عنقریب اللہ تعالیٰ مومنوں کو اجر عظیم سے نوازے گا۔“

۲۹۔ مومنوں کے لیے اللہ کی (خاص) معیت:

یہ خاص معیت ہے، یعنی توفیق، الہام اور درست راہ پر ثابت رکھنے کی معیت، اللہ

تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۹﴾﴾ [الأنفال: ۱۹]

”بے شک اللہ تعالیٰ مومنوں کے ساتھ ہے۔“

۳۰۔ اہل ایمان خوف و ملال سے امن میں ہوں گے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد گرامی ہے:

﴿فَمَنْ أَمِنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۴۸﴾﴾

[الانعام: ۴۸]

”تو جو ایمان لائے اور اصلاح کر لے ایسے لوگوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ

غمگین ہوں گے۔“

۳۱۔ بڑا اجر و ثواب:

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا﴾ [الاسراء: ۹]

”اور دو خوش خبری ان لوگوں کو بے شک جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ان کے لیے کبھی نہ ختم ہونے والا اجر ہے۔“

۳۲۔ قرآن کریم مومنوں کے لیے ہدایت و رحمت ہے۔ ❶ اور شفا و رحمت ہے۔ ❷، نیز ذریعے ہدایت اور شفا ہے۔ ❸

۳۳۔ اہل ایمان کے لیے اللہ کے یہاں بلند درجات، بخشش اور باعزت روزی ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ﴾

[الانفال: ۴]

”ان کے لیے ان کے رب کے پاس درجات، مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔“

چوتھا مطلب:..... ایمان کی شاخیں:

ایمان کی بہت زیادہ شاخیں ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایمان جب تہا ذکر ہو تو پورے دین اسلام کو شامل ہوگا، نبی کریم ﷺ نے ایمان کی شاخیں اجمالی اور تفصیلی طور پر بیان فرمائی ہیں، اجمالی بیان حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ.))

”ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔“

❷ دیکھئے: سورة الاسراء: ۸۲۔

❶ دیکھئے: سورة يونس: ۵۷۔

❸ دیکھئے: سورة خم السجدة: ۲۴۔

اور ایک دوسری روایت میں ہے:

((الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ، أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً، فَأَفْضَلُهَا قَوْلٌ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَأَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ.)) ❶

”ایمان کی ستر سے زیادہ یا ساٹھ سے زیادہ شاخیں ہیں۔ ان میں سب سے افضل ”لا الہ الا اللہ“ کہنا ہے اور سب سے کم تر درجہ راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا ہے، اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔“

امام ابو بکر بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایمان کی شاخوں میں سے ستہتر (۷۷) شاخیں ذکر فرمائی ہیں۔ ❷ یہ شاخیں مختصراً حسب ذیل ہیں:

- ۱: اللہ عزوجل پر ایمان۔
- ۲: انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام پر ایمان۔
- ۳: فرشتوں پر ایمان۔
- ۴: قرآن کریم اور تمام آسمانی کتابوں پر ایمان۔
- ۵: تقدیر پر ایمان کہ اچھی اور بری تقدیر اللہ عزوجل کی طرف سے ہے۔
- ۶: یوم آخرت پر ایمان۔
- ۷: مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے پر ایمان۔
- ۸: لوگوں کے اپنی قبروں سے اٹھائے جانے کے بعد موقف میں اکٹھا کیے جانے پر ایمان۔

❶ متفق علیہ: (الفاظ صحیح مسلم کے ہیں۔) صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب امور الایمان: ۱۸ / ۱۰، حدیث: ۹۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان، وأفضلها وادناها، وفضيلة الحياء وكونه من الایمان: ۱۱ / ۶۳، حدیث: ۳۵۔

❷ (امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے) انہیں سات جلدوں میں ذکر کیا ہے اور اپنی سند سے روایت کردہ احادیث سے ان کی بڑی عمدہ شرح فرمائی ہے۔

- ۹: اس بات پر ایمان کہ مومنوں کا ٹھکانا جنت اور کافروں کا ٹھکانا جہنم ہے۔
- ۱۰: اللہ عزوجل کی محبت واجب ہونے پر ایمان۔
- ۱۱: اللہ عزوجل سے خوف کھانے کے وجوب پر ایمان۔^①
- ۱۲: اللہ عزوجل سے اُمید رکھنے کے وجوب پر ایمان۔
- ۱۳: اللہ عزوجل پر اعتماد و توکل کرنے کے وجوب پر ایمان۔
- ۱۴: نبی کریم ﷺ سے محبت کے واجب ہونے پر ایمان۔
- ۱۵: غلو کیے بغیر نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر اور احترام کے واجب ہونے پر ایمان۔
- ۱۶: آدمی کا اپنے دین سے اس قدر محبت کرنا کہ جہنم میں ڈالا جانا اس کے نزدیک کفر کرنے سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہو۔
- ۱۷: طلب علم: یعنی دلائل کی روشنی میں اللہ عزوجل، اس کے دین اور اس کے نبی ﷺ کی معرفت کا حصول۔
- ۱۸: علم کی نشر و اشاعت اور لوگوں کو اس کی تعلیم دینا۔
- ۱۹: قرآن کریم سیکھ کر، دوسروں کو سکھا کر، اس کے حدود و احکام کی حفاظت کر کے، اس کے حلال و حرام کی معرفت حاصل کر کے، اس کے متبعین کی عزت و تکریم کر کے نیز اس کو حفظ کر کے اس کی تعظیم کرنا۔^②
- ۲۰: طہارت و پاکی اور وضو کی پابندی کرنا۔
- ۲۱: پانچ وقت نمازوں کی پابندی کرنا۔
- ۲۲: زکوٰۃ ادا کرنا۔
- ۲۳: فرض اور نفلی روزے رکھنا۔
- ۲۴: اعتکاف کرنا۔

① یہ شاخیں شعب الایمان بیہتی کی پہلی جلد میں ہیں: ۱۰۳ تا ۱۰۶۔

② یہ شاخیں (۱۹ تا ۱۱) شعب الایمان بیہتی کی دوسری جلد میں ہیں: ۲۳ تا ۵۲۔

- ۲۵: خانہ کعبہ کا حج کرنا۔^①
- ۲۶: اللہ عزوجل کی راہ میں جہاد کرنا۔
- ۲۷: اللہ عزوجل کی راہ میں مرابطہ۔ (ساز و سامان اور ہتھیار لے کر اسلامی حدود کی نگرانی کرنا)
- ۲۸: دشمن کے سامنے ثابت قدم رہنا اور میدانِ جنگ سے نہ بھاگنا۔
- ۲۹: مالِ غنیمت حاصل کرنے والوں کو اپنے امام یا اس کے نائب کو مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ ادا کرنا۔
- ۳۰: اللہ عزوجل سے تقرب کی خاطر غلام آزاد کرنا۔
- ۳۱: جنایات (جرائم) پر واجب ہونے والے کفاروں کی ادائیگی جو کتاب و سنت میں چار ہیں: قتل کا کفارہ، ظہار کا کفارہ، قسم کا کفارہ اور ماہِ رمضان (کے دن) میں بیوی سے ہمبستری کرنے کا کفارہ۔
- ۳۲: معاملات (عہد و پیمان) کو پورا کرنا۔
- ۳۳: اللہ عزوجل کی نعمتوں کا شمار اور اس پر واجب شکرگزاری۔
- ۳۴: غیر ضروری (لا یعنی) چیزوں سے زبان کی حفاظت کرنا۔
- ۳۵: امانتوں کی حفاظت اور انھیں ان کے مستحقین کو ادا کرنا۔
- ۳۶: کسی جان کے قتل اور اس پر ظلم کرنے کو حرام جاننا۔
- ۳۷: شرم گاہوں کی حفاظت اور ان میں لازمِ عفت و عصمت اختیار کرنا۔
- ۳۸: حرام اموال سے ہاتھ روک لینا، اور اس میں چوری، رہزنی، رشوت خوری اور شرعاً ناجائز مال کھانے کی حرمت وغیرہ شامل ہے۔^②
- ۳۹: کھانے پینے میں احتیاط کا وجوب اور کھانے پینے کی ناجائز اشیا سے اجتناب۔

① یہ شاخیں (۲۵ تا ۲۰) شعب الایمان بیہقی کی تیسری جلد میں ہیں: ۳۷۳ تا ۳۹۴۔

② یہ شاخیں (۳۸ تا ۲۶) شعب الایمان بیہقی کی چوتھی جلد میں ہیں: ۳۷۳ تا ۳۹۸۔

- ۴۰: حرام اور مکروہ لباس، وضع قطع اور حرام کردہ برتنوں سے اجتناب کرنا۔
- ۴۱: شریعت اسلامیہ کے مخالف کھیل کود اور تفریحی اشیا کو حرام جاننا۔
- ۴۲: خرچ میں میانہ روی اپنانا اور باطل طریقہ سے مال کھانے کو حرام جاننا۔
- ۴۳: بغض و حسد سے اجتناب۔
- ۴۴: لوگوں کی عزت و ناموس کی حرمت اور ان میں نہ پڑنے کا وجوب۔
- ۴۵: اللہ عزوجل کے لیے اخلاص عمل اور ریاکاری سے اجتناب۔
- ۴۶: نیکی پر مسرت و شادمانی اور گناہ پر رنج و غم۔ (کا احساس)
- ۴۷: توبہ نصوح (خالص توبہ) سے ہر گناہ کا علاج کرنا۔
- ۴۸: تقرب الہی کے اعمال، اجمالی طور پر یہ ہدی، قربانی اور عقیقہ ہیں۔^①
- ۴۹: اولوالامر (ائمہ، امراء اور حکام) کی اطاعت۔
- ۵۰: ”جماعت“ کے عقیدہ و منہج کی پابندی۔
- ۵۱: لوگوں کے درمیان انصاف سے فیصلہ کرنا۔
- ۵۲: بھلائی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا۔
- ۵۳: نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں باہمی تعاون۔
- ۵۴: شرم و حیا۔
- ۵۵: والدین کے ساتھ حسن سلوک۔
- ۵۶: صلہ رحمی۔ (رشتہ جوڑنا)
- ۵۷: حسن اخلاق۔
- ۵۸: غلاموں کے ساتھ حسن سلوک۔
- ۵۹: غلاموں پر ان کے آقاؤں (مالکان) کے حقوق۔
- ۶۰: اہل و عیال اور بچوں کے حقوق کی ادائیگی۔

① یہ شاخیں (۲۸ تا ۳۹) شعب الایمان بیہتی کی پانچویں جلد میں ہیں: ۲۸۵ تا ۳۷۵۔

- ۶۱: دین داروں سے قربت، ان سے محبت اور ان سے سلام و مصافحہ کرنا۔
- ۶۲: سلام کا جواب دینا۔
- ۶۳: بیمار کی عیادت کرنا۔^①
- ۶۴: اہل قبلہ میں سے مرنے والوں پر نماز جنازہ کی ادائیگی۔
- ۶۵: چھینکنے والے کو جواب دینا۔ (یعنی اس کے ”الحمد للہ“ کے جواب میں ”یرحمک اللہ“ کہنا)
- ۶۶: کفار اور فساد یوں سے دُوری اختیار کرنا اور ان کے ساتھ سختی کا معاملہ کرنا۔
- ۶۷: پڑوسی کی عزت کرنا۔
- ۶۸: مہمان کی عزت و تکریم کرنا۔
- ۶۹: گناہ گاروں کی پردہ پوشی کرنا۔
- ۷۰: مصائب پر صبر اور جن لذتوں اور خواہشات کی طرف نفس کا میلان ہوتا ہے، ان سے رُک جانا۔
- ۷۱: دنیا سے بے رغبتی اور قلت آرزو۔
- ۷۲: غیرت کا مظاہرہ اور بے جانرمی سے پرہیز۔
- ۷۳: غلو سے اجتناب۔
- ۷۴: سخاوت و فیاضی۔
- ۷۵: چھوٹے پر شفقت اور بڑے کا احترام۔
- ۷۶: باہمی اختلاف کی اصلاح۔
- ۷۷: آدمی اپنے مسلمان بھائی کے لیے وہی پسند کرے جو خود اپنے لیے پسند کرتا ہے، اور اس کے لیے اس چیز کو ناپسند کرے جسے خود اپنے لیے ناپسند کرتا ہے، اس میں راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا بھی شامل ہے، جس کی طرف (ایمان کی شاخوں والی)

① یہ شاخیں (۶۳ تا ۶۹) شعب الایمان بیہقی کی چھٹی جلد میں ہیں: ۶۱ تا ۵۴۔

حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔^①

پانچواں مطلب: مومنوں کے اوصاف:

مومنوں کے کچھ کریمانہ اوصاف اور عظیم اعمال ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کا وصف بیان کیا ہے اور ان کی مدح و ستائش فرمائی ہے، ان میں سے بطورِ حصر نہیں بلکہ بطورِ مثال چند اوصاف حسب ذیل ہیں:

اول:..... اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ① إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَّتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ② الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ③﴾ [الانفال: ۱ تا ۳]

”اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو اگر تم مومن ہو، درحقیقت مومن تو وہ ہیں کہ جب اللہ کا ذکر آتا ہے تو ان کے دل دہل جاتے ہیں اور جب اس کی آیتیں ان پر تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنے رب پر ہی توکل کرتے ہیں۔ وہ جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے جو روزی انھیں عطا کی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔“

ان آیات میں مومنوں کے کچھ عظیم اوصاف ظاہر ہوئے جو یہ ہیں:

- ۱۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت۔
- ۲۔ اللہ عزوجل کا خوف و خشیت اور اس کا ڈر۔
- ۳۔ قرآن کریم کی سماعت کے وقت اس میں غور و تدبر کرنے کے سبب ان کے ایمان میں اضافہ۔

① یہ شاخیں (۶۴ تا ۷۷) شعب الایمان بیہقی کی ساتویں جلد میں ہیں: ۳/۷ تا ۵۴۰۔

- ۴۔ اسباب و مسائل اختیار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ پر توکل و اعتماد۔
 ۵۔ نماز کے ظاہری و باطنی اعمال کے ساتھ فرض اور نقلی نمازیں ادا کرنا۔
 ۶۔ واجب انفاق (اللہ کی راہ میں خرچ کرنا) جیسے، زکوٰۃ اور کفارے، اور جن لوگوں پر خرچ کرنا واجب ہے، ان پر خرچ کرنا، نیز خیر کی راہوں میں صدقہ و خیرات کرنا۔
 دوم:..... اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٤١﴾﴾

[التوبة: ۷۱]

”مومن مرد اور مومن عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے دوست (معاون و مددگار) ہیں، وہ بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے منع کرتے ہیں، نماز قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ عنقریب رحم فرمائے گا، بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔“

اس آیت کریمہ میں مومنوں کے درج ذیل عظیم اوصاف ہیں:

- ۱۔ مومنوں سے محبت و دوستی اور ان کی مدد۔
- ۲۔ معروف (بھلائی) کا حکم دینا۔
- معروف کا لفظ ان تمام اچھے عقائد، صالح اعمال اور فاضل اخلاق و اقدار کو شامل ہے جن کی اچھائی شریعت میں معروف ہو۔
- ۳۔ منکر (برائی) سے روکنا۔
- منکر..... ان تمام باطل عقائد، گندے اعمال اور برے اخلاق کا نام ہے جو معروف کے خلاف اور اس کے منافی ہوں۔

- ۴۔ نماز کے ظاہری و باطنی اعمال کے ساتھ فرض اور نفل نمازیں ادا کرنا۔
 ۵۔ آٹھ قسم کے مستحقین زکوٰۃ کو زکوٰۃ ادا کرنا۔
 ۶۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا اور ہر حال میں اسے لازم پکڑنا۔
 سوم:..... اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدَا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْبَةِ وَالْإِنجِيلِ وَالْقُرْآنِ وَمَنْ أَوْفَى بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ وَذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ١١١﴾
 التَّائِبُونَ الْعَبْدُونَ الْحِمْدُونَ الشَّاكِرُونَ الرَّكَعُونَ السَّجِدُونَ
 الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ
 اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٢﴾ [التوبة: ١١١-١١٢]

”بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں سے ان کی جانوں اور مالوں کو اس چیز کے بدلے خرید لیا ہے کہ ان کے لیے جنت ہے، وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں، اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تو رات میں، انجیل میں اور قرآن میں، اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا اور کون ہے، لہذا تم اپنے طے کردہ سودے پر خوش ہو جاؤ اور یہ عظیم کامیابی ہے۔ وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے (یا راہِ حق میں سفر کرنے والے)، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک باتوں کا حکم دینے والے، بری باتوں سے منع کرنے والے اور اللہ کی حدوں کی حفاظت کرنے والے ہیں، اور ایسے مومنوں کو آپ خوشخبری سنا دیجیے۔“

ان دونوں آیتوں میں مومنوں کے درج ذیل عظیم اوصاف ظاہر ہوتے ہیں:

- ۱۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرنا اور اس میں محنت و طاقت صرف کرنا۔

- ۲۔ تمام گناہوں سے توبہ کرنا اور ہر حال میں توبہ کا دامن تھامے رہنا۔
- ۳۔ تمام واجب و مستحب اعمال انجام دے کر اور ہر وقت تمام حرام و مکروہ اعمال سے دُور رہ کر اللہ عزوجل کی عبودیت و بندگی بجالانا کہ اس سے بندہ عابدوں کی صف میں جا پہنچتا ہے۔
- ۴۔ آسانی ہو یا پریشانی ہر حالت میں اللہ کی حمد اور اس کی ظاہری و باطنی نعمتوں کا اعتراف کر کے اس کی مدح و ثنا کرنا۔
- ۵۔ طلب علم، حج، عمرہ، جہاد، قربت داروں کے ساتھ صلہ رحمی کے لیے سفر کرنا اور اسی طرح کے دیگر کام جیسے مشروع نفلی روزے رکھنا۔
- ۶۔ رکوع و سجود والی نمازیں کثرت سے پڑھنا۔
- ۷۔ بھلائی کا حکم دینا، اس میں تمام واجب و مستحب اعمال شامل ہیں۔
- ۸۔ برائی سے منع کرنا، اس میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منع کردہ تمام امور داخل ہیں۔

- ۹۔ اللہ کی جانب سے اللہ کے رسول ﷺ پر نازل کردہ حدود، نیز کوئی چیزیں اوامر و نواہی اور احکام میں داخل ہیں اور کون سی نہیں ان کا علم حاصل کرنا، اہل ایمان ان پر عمل کرنے اور ان سے باز رہنے کے اعتبار سے اس کا التزام کرنے والے ہیں۔

چہارم:..... اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

﴿قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ۱ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خُشِعُونَ ۲ وَ الَّذِينَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُونَ ۳ وَ الَّذِينَ هُمْ لِلزَّكَاةِ فَاعِلُونَ ۴ وَ الَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ ۵ إِلَّا عَلَىٰ أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ ۶ فَمَنْ ابْتَغَىٰ وَرَاءَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۷ وَ الَّذِينَ هُمْ لِأَمْتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُونَ ۸﴾

وَالَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٩﴾ أُولَٰئِكَ هُمُ الْوَرِثُونَ ﴿١٠﴾
الَّذِينَ يَرِثُونَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿١١﴾

[المؤمنون: ۱ تا ۱۱]

”یقیناً ایمان والوں نے فلاح حاصل کر لی جو اپنی نماز میں خشوع کرتے ہیں۔ اور جو بے ہودہ چیزوں سے اعراض کرتے ہیں۔ اور جو زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرنے والے ہیں۔ سوائے اپنی بیویوں اور لونڈیوں کے کہ یہ ملامت کی بات نہیں ہے۔ جو اس کے سوا اور کچھ چاہیں وہی حد سے تجاوز کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی امانتوں اور وعدوں کا خیال کرنے والے ہیں۔ اور جو اپنی نمازوں کی پابندی کرتے ہیں۔ یہی لوگ وارث ہیں۔ جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے، جہاں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔“

ان آیتوں میں مومنوں کے حسب ذیل اوصاف ہیں:

- ۱۔ نماز میں خشوع و خضوع اور اللہ عزوجل کے سامنے دل کے ساتھ حاضری۔
- ۲۔ لایعنی اور فضول چیزوں سے اجتناب، کیونکہ ان سے اعراض کرنے والا حرام چیزوں سے بدرجہ اولیٰ اجتناب کرے گا۔
- ۳۔ مالوں کی زکوٰۃ کی ادائیگی، اور برے اخلاق سے اجتناب کر کے نفس کو اخلاقی گندگیوں سے صاف ستھرا کرنا۔
- ۴۔ شرم گاہوں کو زنا کاری سے محفوظ رکھنا نیز زنا کاری کے اسباب جیسے نظر (دیکھنا) تنہائی اور چھونے وغیرہ سے اجتناب کرنا۔
- ۵۔ امانتوں کی حفاظت کرنا، خواہ وہ اللہ کے حقوق کے متعلق ہوں یا بندوں کے حقوق کے، آیت کریمہ دونوں کو عام ہے۔

۶۔ بندے اور اللہ کے درمیان، نیز بندے اور انسانوں کے درمیان کیے گئے وعدوں اور عہد و پیمان کی حفاظت کرنا۔

۷۔ تمام ارکان، شروط اور واجبات و مستحبات کے ساتھ نماز کی پابندی کرنا۔
اللہ کی کتاب قرآن کریم میں ان کے علاوہ مومنوں کے اور بھی اوصاف موجود ہیں۔
میں اللہ عزوجل سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے اور تمام مسلمانوں کو ان اوصافِ کریمہ سے متصف ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔



نفاق کی تاریکیاں

پہلا مطلب:..... نفاق کا مفہوم:

اوّل:..... نفاق کا لغوی و شرعی مفہوم:

نفاق کا لغوی مفہوم:..... ”نفق“ زمین کے سرنگ کو کہتے ہیں، جس میں

دوسری جگہ سے شکاف ہو، ”تہذیب اللغہ“ میں ہے کہ جس میں دوسری جگہ سے نکلنے کا راستہ ہو۔

”نفقہ“ اور ”نافقاء“ گوہ اور جنگلی چوہے کے بل کو کہتے ہیں اور کہا گیا ہے کہ ”نفقہ“ اور ”نافقاء“ جنگلی چوہے کے بل میں ایک جگہ ہوتی ہے جسے وہ نرم کرتا ہے، چنانچہ جب بل کے ایک سوراخ سے کوئی اس کی جانب آتا ہے تو وہ بل کی دوسری جانب نرم حصہ کو اپنے سر سے مار کر باہر نکل جاتا ہے، اور ”نفق الیربوع“ (نفق زبر کے ساتھ) ”وانتفق و نفق“ کا معنی ہے کہ جنگلی چوہا اپنی جگہ سے نکل گیا، اور ”نفق الیربوع تنفیقا و نفاق“ کے معنی اپنے نفاق (سوراخ) میں داخل ہونے کے ہیں۔

دین اسلام میں منافقت کرنے والے کے معنی میں مستعمل لفظ ”منافق“ اسی سے مشتق ہے، اور ”نفاق“ (آن کے کسرہ کے ساتھ) منافق کے عمل کو کہتے ہیں۔ نفاق کے معنی ایک طرف سے اسلام میں داخل ہونے اور دوسری طرف سے اس سے نکل جانے کے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا:

((لَتَتَّبِعَنَّ سُنَنَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ، شَبْرًا بِشَبْرٍ، وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ،

① النفاق و آثاره و مفاہیمہ، تالیف الشیخ عبدالرحمن الدوسری، ص: ۱۰۵، ۱۰۶۔

حَتَّىٰ لَوْ دَخَلُوا فِي جُحْرِ ضَبٍّ لَا تَبَعْتُمُوهُمْ . قُلْنَا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ؟ قَالَ: فَمَنْ؟ ((❶

”تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی راہوں کی پیروی کرو گے، بالشت بہ بالشت اور ہاتھ بہ ہاتھ، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوں گے تو ان کی پیروی میں تم اس میں بھی داخل ہو گے، ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! کیا یہود و نصاریٰ کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”پھر اور کس کی؟“

نفاق کا شرعی مفہوم:

جیسا کہ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے: ”نفاق کے معنی خیر ظاہر کرنے اور شر چھپانے کے ہیں، اور اس کی کئی قسمیں ہیں:

۱۔ نفاق اعتقادی..... اس کا مرتکب ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا۔

۲۔ نفاق عملی..... یہ بڑے بڑے کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔

ابن جریر فرماتے ہیں: ”منافق کے گفتار و کردار، ظاہر و باطن، مدخل و مخرج اور حاضر و

غائب میں تضاد ہوا کرتا ہے۔“ ❶

نفاق کی دو قسمیں ہیں:

(۱) نفاق اکبر: جو منافق کو ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔

(۲) نفاق اصغر: جو اسے ملت سے خارج نہیں کرتا۔ ❷

❶ صحیح مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن اليهود والنصارى: ۲۰۵۴/۴، حدیث: ۲۶۶۹۔

❷ تفسیر ابن کثیر: ۴۸/۱۔ آیت کریمہ: ﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَبِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ

بِمُؤْمِنِينَ﴾ [سورة البقرة: ۸] کی تفسیر میں، نیز دیکھئے: تفسیر ابن جریر طبری: ۱/۲۲۴۲۶۸۔

❸ دیکھئے: فضیلة التكفير (بقلم مولف) ص: ۱۳۲ تا ۱۳۴۔

دوم:.....زندیق کا مفہوم:

”زندیق“ (زاء کے کسرہ کے ساتھ) فرقہ رشنویہ کے فرد، یا نور و ظلمت کے قائل، یا ربوبیت اور یومِ آخرت کے منکر، یا کفر چھپانے اور ایمان ظاہر کرنے والے کو کہتے ہیں۔^① شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: ”فقہاء کی اصطلاح میں زندیق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے منافق کو کہتے ہیں، وہ اس طرح کہ اسلام ظاہر کرے اور اسلام کے علاوہ کچھ (اور) چھپائے رکھے، چاہے کوئی دین چھپائے جیسے یہود و نصاریٰ وغیرہ کا دین، یا وہ منافق معطل (صفات الہی کا منکر)، خالق کائنات، آخرت اور اعمال صالحہ کا منکر ہو۔ اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ زندیق صانع (خالق) اور صفات الہی کے منکر (معطل) کو کہتے ہیں، یہ نام (تعریف) بہت سے اہل کلام، عوام اور لوگوں کی باتیں نقل کرنے والوں کی اصطلاح میں ہے، لیکن وہ زندیق جس کے حکم کے سلسلہ میں فقہاء گفتگو کرتے ہیں وہ اول الذکر تعریف ہے کیونکہ ان کا مقصود کافر و غیر کافر، مرتد و غیر مرتد اور اس کے ظاہر کرنے یا چھپانے والے کے درمیان فرق کرنا ہوتا ہے اور اس حکم میں کفار و مرتدین کی تمام قسمیں، خواہ کفر و ارتداد میں ان کے درجات مختلف ہی کیوں نہ ہوں شامل ہیں، کیونکہ اللہ عزوجل نے جس طرح زیادتی ایمان کی خبر دی ہے اسی طرح زیادتی کفر کی بھی خبر دی ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ﴾ [التوبة: ۳۷]

”مہینوں کا آگے پیچھے کر دینا کفر میں زیادتی ہے۔“

اسی طرح نماز یا اس کے علاوہ دیگر ارکان کا تارک، یا کبیرہ گناہوں کے مرتکب (بھی) اسی حکم میں شامل ہیں، جیسا کہ اللہ عزوجل نے آخرت میں بعض کافروں کے بمقابلہ بعض کو زیادہ عذاب دینے کی خبر دی ہے، ارشاد باری ہے:

﴿الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ

الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا يُفْسِدُونَ﴾ [النحل: ۸۸]

① القاموس المحيط، فصل زاء، باب قاف، ص: ۱۱۵۱۔

”جنھوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے روکا ہم انھیں عذاب پر عذاب بڑھاتے جائیں گے۔“

یہ اس باب میں ایک بڑا اہم اور بنیادی مسئلہ ہے جس کی معرفت ”ایمان و کفر کے مسائل“ میں گفتگو کرنے والے بہت سے لوگوں نے اس باب کو مد نظر نہیں رکھا اور نہ ہی ظاہری و باطنی حکم کے درمیان تمیز کی، جب کہ ظاہری و باطنی حکم کے درمیان فرق متواتر نصوص اور معروف اجماع کے ذریعہ سے ثابت ہے، (یہی نہیں) بلکہ یہ چیز دین اسلام میں بدیہی طور پر معلوم ہے، جو شخص اس میں غور کرے گا اسے اس بات کا علم ہو جائے گا کہ اہل اہواء و بدعات میں بہت سارے لوگ کبھی مومن خطا کار اور رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی بعض چیزوں سے جاہل و بے علم ہوتے ہیں اور کبھی (واقعی) باطن کے خلاف ظاہر کرنے والے منافق اور زندیق ہوتے ہیں۔^①

دوسرا مطلب:..... نفاق کی اقسام:

نفاق کی دو اقسام ہیں۔ ایک نفاق اکبر اور دوسرا (اصل) نفاق سے کم تر نفاق، یا ایک وہ نفاق جو ملت سے خارج کر دیتا ہے اور دوسرا وہ جو ملت سے خارج نہیں کرتا۔^②

اول..... نفاق اکبر (بڑا نفاق):

وہ یہ ہے کہ انسان اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی نازل کردہ کتابوں، اس کے رسولوں، یوم آخرت اور اچھی بری تقدیر پر ایمان ظاہر کرے، لیکن ان تمام یا ان میں سے بعض عقائد کی مخالفت دل میں چھپائے رکھے۔

یہی وہ نفاق ہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں پایا جاتا تھا، انہی منافقین کی مذمت اور تکفیر کے سلسلہ میں قرآن نازل ہوا اور اس بات کی خبر دی کہ یہ (منافقین) جہنم کی سب

① فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ: ۴۷۱/۷۔

② دیکھئے: مدارج السالکین لابن القیم: ۳۰۹ تا ۳۴۷/۱۔

سے آخری (نحلی) تہہ میں ہوں گے۔^①

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے نفاق اکبر کی بعض صورتیں ذکر کی ہیں، چنانچہ فرماتے ہیں: ”ایک نفاق اکبر ہے جس کا مرتکب جہنم کی سب سے نحلی تہہ میں ہوگا، جیسے عبد اللہ بن ابی وغیرہ کا نفاق۔ اور وہ نفاق یہ ہے کہ کھلے طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جھٹلائے، یا آپ کی لائی ہوئی شریعت کے بعض حصہ کا انکار کرے، یا آپ سے بغض رکھے، یا آپ کی اطاعت کے واجب ہونے کا عقیدہ نہ رکھے، یا آپ کے دین کی پستی سے خوش ہو، یا آپ کے دین کا غلبہ اس کے دل کو نہ بھائے اور اسی طرح کے دیگر امور جن کا مرتکب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہی قرار پاتا ہے۔

یہ چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک میں موجود تھی اور آپ کے بعد بھی باقی رہی، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ چیز آپ کے عہد مسعود کی بہ نسبت کہیں زیادہ پائی گئی۔^②

امام محمد بن عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”رہا نفاق اعتقادی تو اس کی چھ قسمیں ہیں: (۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب، (۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی بعض چیزوں کی تکذیب، (۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض و نفرت، (۴) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے نفرت، (۵) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی پستی سے خوشی، (۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کے غلبہ سے کراہت محسوس کرنا، چنانچہ ان چھ قسموں (میں سے کسی ایک) کا مرتکب جہنم کی سب سے نحلی تہہ والوں میں سے ہوگا۔^③

ان دونوں اماموں (ابن تیمیہ و محمد بن عبدالوہاب رحمہما اللہ) کی ذکر کردہ تفصیلات سے نفاق اکبر کی درج ذیل اقسام یا نشانیاں معلوم ہونیں:

① جامع العلوم والحکم للامام ابن رجب رحمہ اللہ: ۱۲ / ۴۸۰۔ نیز دیکھئے: صفات المنافقین لابن القيم، ص: ۴۔

② مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ: ۲۸ / ۴۳۴۔

③ مجموعة التوحید از امام شیخ الاسلام ابن تیمیہ و شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب، ص: ۷۔

- ۱۔ رسول اللہ ﷺ کی تکذیب۔
 - ۲۔ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی بعض چیزوں کی تکذیب۔
 - ۳۔ رسول اللہ ﷺ سے بغض و نفرت۔
 - ۴۔ رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی بعض چیزوں سے نفرت۔
 - ۵۔ رسول اللہ ﷺ کے دین کی پستی سے خوشی۔
 - ۶۔ رسول اللہ ﷺ کے دین کے غلبہ سے کراہت و ناپسندیدگی۔
 - ۷۔ رسول اللہ ﷺ نے جن باتوں کی خبر دی ہے ان میں آپ کی تصدیق کے واجب ہونے کا عقیدہ نہ رکھنا۔
 - ۸۔ رسول اللہ ﷺ نے جن باتوں کا حکم دیا ہے، ان میں آپ کی اطاعت کے واجب ہونے کا عقیدہ نہ رکھنا۔
- ان کے علاوہ وہ اعمال جو ملت اسلام سے خارج کرنے والے نفاق اکبر ہونے پر کتاب و سنت دلالت کرتے ہیں۔^①

دوم:..... نفاق اصغر (چھوٹا نفاق):

- یہ عملی نفاق ہے، وہ اس طرح سے کہ کوئی انسان اعلانیہ (سامنے) نیکی ظاہر کرے اور اس کے خلاف پوشیدہ رکھے، اس نفاق کی اصل حضرت عبداللہ بن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہما کی حدیث کی طرف لوٹی ہے، اس نفاق کی پانچ قسمیں ہیں:
- ۱۔ آدمی کسی سے کوئی بات کہے جس کی وہ تصدیق کر لے، جب کہ وہ اس سے جھوٹ کہہ رہا ہو۔

۲۔ جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور اس کی دو قسمیں ہیں:

الف: یہ کہ وعدہ کرتے وقت ہی اس کی نیت وعدہ پورا کرنے کی نہ ہو، یہ وعدہ خلافی کی

① دیکھئے: نواقض الاسلام الاعتقادیة وضوابط التكفير عند السلف، از ڈاکٹر محمد بن عبداللہ

الوہیبی، ص: ۱۶۰/۲۔

بدترین قسم ہے اور اگر یہ کہے کہ میں ان شاء اللہ ایسا کروں گا جب کہ اس کی نیت نہ کرنے کی ہو تو امام اوزاعی کے قول کے مطابق (بیک وقت) جھوٹ اور وعدہ خلافی دونوں ہوگی۔

ب: یہ کہ وعدہ کرے اور اس کی نیت (ابتدا) وعدہ پورا کرنے کی ہو، پھر کسی وجہ سے بلا کسی عذر کے وعدہ خلافی کر جائے۔

۳: جب جھگڑا تکرار کرے تو بے ہودہ گوئی سے کام لے، یعنی قصداً حق سے نکل جائے یہاں تک کہ حق باطل اور باطل حق ہو جائے، یہ دروغ گوئی پر آمادہ کرنے والی شے ہے۔

۴: جب معاہدہ کرے تو دھوکا دے اور عہد پورا نہ کرے، خواہ مسلمانوں سے ہو یا غیر مسلموں سے، دھوکا ہر عہد و پیمان میں حرام ہے، اگرچہ معاہدہ (جس فریق کے ساتھ معاہدہ ہوا ہے) کافر ہی کیوں نہ ہو۔

۵: امانت میں خیانت، چنانچہ جب مسلمان کے پاس کوئی چیز بطور امانت رکھی جائے تو اس پر اس کی ادائیگی واجب ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ نفاق اصغر مکمل طور پر ظاہر و باطن، دل و زبان اور دخول و خروج کے اختلاف پر مبنی ہے، اسی لیے سلف کی ایک جماعت نے کہا ہے: ”نفاق کا خشوع یہ ہے کہ تم دیکھو کہ جسم سے تو خشوع کا اظہار ہو رہا ہے، لیکن دل خشوع سے خالی ہے۔“^①

یہ نفاق دین اسلام سے خارج نہیں کرتا، بلکہ یہ (اصل) نفاق سے کم تر نفاق ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خِصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خِصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتَّى يَدْعَهَا: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا خَاصَمَ

① دیکھئے: جامع العلوم والحکم لابن رجب ۱۲ / ۴۸۰ - ۴۹۰، انہوں نے موضوع کی کما حقہ وضاحت کی

ہے اور بہت سارے فوائد ذکر کیے ہیں، لہذا رجوع کریں، نیز دیکھئے: مجموعۃ التوحید، ص: ۷۔

فَجَرَ .)) ❶

”چار خصلتیں ایسی ہیں کہ جس میں وہ پائی جائیں گی وہ خالص (پکا) منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے ایک خصلت ہوگی، اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی یہاں تک کہ وہ اسے چھوڑ دے جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب معاہدہ کرے تو دھوکا دے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب جھگڑا کرے تو بے ہودہ گوئی کرے۔“

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا اتَّمِنَ خَانَ .)) ❷

”منافق کی تین نشانیاں ہیں: جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔“

سوم:..... نفاقِ اکبر اور نفاقِ اصغر کے درمیان فرق:

۱۔ نفاقِ اکبر ملت اسلامیہ سے خارج کر دیتا ہے، جب کہ نفاقِ اصغر ملت سے خارج نہیں کرتا۔ ❸

۲۔ نفاقِ اکبر سارے اعمال کو اکارت کر دیتا ہے۔

۳۔ نفاقِ اکبر عقیدہ میں ظاہر و باطن کے تضاد کا نام ہے اور نفاقِ اصغر عقیدہ کے علاوہ صرف اعمال میں ظاہر و باطن کے تضاد کا نام ہے۔ ❹

❶ متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق: ۱ / ۱۷، حدیث: ۳۴۔ صحیح

مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق: ۱ / ۷۸، حدیث: ۵۸۔

❷ متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب علامة المنافق: ۱ / ۱۶، حدیث: ۳۳۔ صحیح

مسلم، کتاب الایمان، باب بیان خصال المنافق: ۱ / ۷۸، حدیث: ۵۹۔

❸ دیکھئے: کتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح فوزان، ص: ۱۸۔

❹ دیکھئے: حوالہ سابق، ص: ۱۸۔

- ۴۔ نفاقِ اکبر کا مرتکب اگر اسی حالت میں مر جائے تو ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا۔
- ۵۔ نفاقِ اکبر کا صدور کسی مومن سے نہیں ہو سکتا، رہا نفاقِ اصغر تو وہ بسا اوقات مومن سے بھی صادر ہو سکتا ہے۔

۶۔ نفاقِ اکبر کا مرتکب عام طور پر توبہ نہیں کرتا۔^①

اور اگر توبہ کر بھی لے تو حاکم وقت کے پاس اس کی ظاہری توبہ (کی قبولیت) کے سلسلہ میں اختلاف ہے، کیونکہ اس توبہ کی حقیقت غیر معلوم ہے، اس لیے کہ یہ لوگ ہمیشہ اسلام ظاہر کرتے ہیں۔^②

تیسرا مطلب:..... منافقین کے اوصاف:

منافقین کے اوصاف بہت زیادہ ہیں جنہیں اللہ عزوجل نے اپنی کتاب (قرآن کریم) میں اور نبی کریم ﷺ نے (اپنی احادیث میں) بیان فرمایا ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے منافقین کے اوصاف ذکر کر دینے میں بڑے عظیم فوائد مضمحل ہیں، چند فوائد درج ذیل ہیں:

- ۱۔ مومنوں پر اللہ عزوجل کی نعمت کہ اس نے انہیں منافقین کے احوال و اوصاف سے آگاہ فرمایا تاکہ وہ ان سے دُور رہیں۔
- ۲۔ مومنوں کو منافقوں کی ڈگر پر چلنے پر دھمکی اور ان کے اوصاف اپنانے پر زجر و توبیخ۔
- ۳۔ مومنوں کو اللہ کے ساتھ سچائی کی ترغیب، ان کے باطن کی صفائی، اور ان کے چہروں کو اللہ کی طرف پھیرنا۔

منافقین کے اوصاف بہت زیادہ ہیں، چند اوصاف بطور مثال حسب ذیل ہیں!

اول..... اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا هُمْ

① دیکھئے: حوالہ سابق، ص: ۱۸۔

② دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ: ۲۸ / ۳۳۴۔

بِمُؤْمِنِينَ ۝ يُخَدِّعُونَ اللَّهَ وَ الَّذِينَ آمَنُوا ۚ وَ مَا يُخَدِّعُونَ إِلَّا
 أَنفُسَهُمْ وَ مَا يَشْعُرُونَ ۝ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا
 وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ لَا
 تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ قَالُوا إِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُونَ ۝ إِلَّا إِنَّهُمْ هُمُ
 الْمُفْسِدُونَ وَلَكِنْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ آمِنُوا كَمَا آمَنَ
 النَّاسُ قَالُوا أَنُؤْمِنُ كَمَا آمَنَ السُّفَهَاءُ ۚ إِلَّا إِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَاءُ
 وَلَكِنْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا ۚ وَإِذَا
 خَلَوْا إِلَىٰ شَيْطَانِهِمْ قَالُوا إِنَّا مَعَكُمْ إِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُونَ ۝ اللَّهُ
 يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَ يَمُدُّهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْتَهُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ
 اشْتَرُوا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَت تِّجَارَتُهُمْ وَ مَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ۝
 مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ
 ذَهَبَ اللَّهُ بِنُورِهِمْ وَ تَرَكَهُمْ فِي ظُلُمٍ لَا يَبْصُرُونَ ۝ صُمُّ بُكْمٌ
 عُمَىٰ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ ۝ أَوْ كَصَيْبٍ مِّنَ السَّمَاءِ فِيهِ ظُلُمٌ وَ
 رَعْدٌ وَ بَرْقٌ ۚ يَجْعَلُونَ أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ
 الْمَوْتِ ۚ وَ اللَّهُ مُحِيطٌ بِالْكَافِرِينَ ۝ يَكَادُ الْبَرْقُ يَخْطَفُ أَبْصَارَهُمْ ۚ
 كُلَّمَا أَضَاءَ لَهُمْ مَشَوْا فِيهِ ۚ وَإِذَا أَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوا ۚ وَ لَوْ شَاءَ
 اللَّهُ لَذَهَبَ بِسَبْعِهِمْ ۚ وَ أَبْصَارِهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ ﴿٢٠﴾

[البقرة: ٨ تا ٢٠]

”بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں،
 لیکن درحقیقت وہ ایمان والے نہیں ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کو اور مومنوں کو دھوکا دیتے
 ہیں، لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو دھوکا دے رہے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔ ان کے
 دلوں میں بیماری ہے اللہ نے ان کی بیماری میں مزید اضافہ کر دیا اور ان کے

جھوٹ کی وجہ سے ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔ خبردار! یقیناً یہی لوگ فساد کرنے والے ہیں، لیکن شعور (سمجھ) نہیں رکھتے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اور لوگوں (یعنی صحابہ کرام) کی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں جیسا بے وقوف ایمان لائے ہیں، خبردار ہو جاؤ! یقیناً یہی بے وقوف ہیں لیکن نہیں جانتے۔ اور جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان والے ہیں اور جب اپنے (شیاطین) بڑوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بھی ان سے مذاق کرتا ہے اور انہیں ان کی سرکشی اور بہکاوے میں اور بڑھا دیتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے میں خرید لیا، پس نہ تو ان کی تجارت نے انہیں فائدہ پہنچایا اور نہ ہی یہ ہدایت والے ہوئے۔ ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی، پس جب آس پاس کی چیزیں روشن ہو گئیں تو اللہ نے ان کے نور کو ختم کر دیا اور انہیں اندھیروں میں چھوڑ دیا جو نہیں دیکھتے۔ (یہ) بہرے، گونگے، اندھے ہیں، پس وہ نہیں لوٹتے۔ یا آسمانی بارش کی طرح جس میں تاریکیاں، گرج اور بجلی ہو، یہ موت سے ڈر کر کڑاک کی وجہ سے اپنی انگلیاں اپنے کانوں میں ڈال لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کافروں کو گھیرنے والا ہے۔ قریب ہے کہ بجلی ان کی آنکھیں اچک لے، جب ان کے لیے روشنی کرتی ہے تو اس میں چلتے پھرتے ہیں اور جب ان پر اندھیرا کرتی ہے تو کھڑے ہو جاتے ہیں، اور اگر اللہ چاہے تو ان کے کانوں اور آنکھوں کو بے کار کر دے، یقیناً اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔“

ان آیات میں منافقین کی درج ذیل بری خصلتیں ظاہر ہوئی ہیں:

- ۱۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ ایمان والے نہیں ہیں۔
- ۲۔ وہ اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو دھوکا دیتے ہیں۔
- ۳۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے۔
- ۴۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو صرف اصلاح کرنے والے ہیں۔
- ۵۔ جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اور لوگوں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) کی طرح تم بھی ایمان لاؤ تو جواب دیتے ہیں کہ کیا ہم ایسا ایمان لائیں، جیسا بیوقوف ایمان لائے ہیں۔
- ۶۔ جب ایمان والوں سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم بھی ایمان والے ہیں اور جب اپنے بڑوں کے پاس جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تو تمہارے ساتھ ہیں، ہم تو ان سے صرف مذاق کرتے ہیں۔
- ۷۔ یہ لوگ گمراہی کو ہدایت کے بدلے میں خریدتے ہیں، پس نہ تو ان کی تجارت نے انہیں فائدہ پہنچایا اور نہ ہی یہ ہدایت والے ہوئے۔

دوم:..... اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهَدُ اللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ ۖ وَهُوَ أَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿٢٠٣﴾ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفُسَادَ ﴿٢٠٥﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ فَحَسْبُهُ جَهَنَّمُ ۗ وَلَبِئْسَ الْبِهَادُ ﴿٢٠٦﴾﴾ [البقرة: ۲۰۴-۲۰۶]

”بعض لوگوں کی دنیاوی غرض کی باتیں آپ کو خوش کر دیتی ہیں اور وہ اپنے دل کی باتوں پر اللہ کو گواہ بناتا ہے، حالانکہ وہ زبردست جھگڑالو ہے۔ جب وہ لوٹ کر واپس جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے، کھیتی اور نسل کی بربادی کی کوشش

میں لگا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔ اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو تکبر اور غرور اسے گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے، ایسے شخص کا ٹھکانا جہنم ہی ہے اور یقیناً وہ بدترین جگہ ہے۔“

ان آیات میں منافقین کے درج ذیل اوصاف ظاہر ہوئے:

- ۱۔ (اچھی اچھی) چکنی چپڑی بات جس کا دل میں اثر ہو۔
 - ۲۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کو بحیثیت گواہ اور مؤید کے ثالث مقرر کرنا، یہ اللہ عزوجل کے حق میں سب سے بڑا جرم ہے۔
 - ۳۔ جھگڑے میں مہارت اور اپنے سامنے آنے والے ہر معارضہ کو ختم کرنے کے لیے اپنی بات منوانے کی قوت۔
 - ۴۔ منافق جب لوگوں کی نگاہ سے اوجھل ہوتا ہے تو گناہوں کے کام، یعنی زمین میں فتنہ و فساد کرنے میں مصروف ہو جاتا ہے۔
 - ۵۔ جب اسے اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کا حکم دیا جاتا ہے تو تکبر سے کام لیتا ہے اور غرور اور اسے گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے، اس طرح وہ بیک وقت جرائم اور تکبر دونوں کا مرتکب ہوتا ہے۔
- سوم:..... اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿بَشِّرِ الْمُنَافِقِينَ بِأَنَّ لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِينَ يَتَّخِذُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۗ أَيْتَتُونَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَإِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ﴿۱۳۹﴾﴾ [النساء: ۱۳۸-۱۳۹]

”منافقوں کو اس بات کی خبر دے دیجیے کہ ان کے لیے دردناک عذاب یقینی ہے۔ جن کی یہ حالت ہے کہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی کیے پھرتے ہیں، کیا ان کے پاس عزت کی تلاش میں جاتے ہیں؟ (تو یاد رکھیں کہ) عزت تو ساری کی ساری اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔“

ان دونوں آیات میں منافقوں کی درج ذیل صفات ہیں:

۱۔ منافقین کافروں سے دوستی اور محبت رکھتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں۔

۲۔ وہ کافروں سے عزت اور نصرت طلب کرتے ہیں۔

چہارم:..... اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ يُخَدِعُونَ اللَّهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۖ وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ۗ﴾ ﴿١٣٣﴾ مُذَبِّبِينَ بَيْنَ ذَلِكَ ۗ لَا إِلَىٰ هَؤُلَاءِ وَلَا إِلَىٰ هَؤُلَاءِ ۗ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ سَبِيلًا ﴿١٣٤﴾ ﴿النساء: ۱۴۲-۱۴۳﴾

”بے شک منافقین اللہ تعالیٰ سے چال بازیاں کر رہے ہیں اور وہ انھیں چال بازی کا بدلہ دینے والا ہے۔ اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں، اور اللہ کا ذکر بہت ہی کم کرتے ہیں۔ وہ درمیان میں ڈگمگا رہے ہیں، نہ پورے ان کی طرف نہ صحیح طور پر ان کی طرف، اور جسے اللہ تعالیٰ گمراہی میں ڈال دے آپ اس کے لیے کوئی راستہ نہیں پاسکتے۔“

ان دونوں آیات میں منافقین کی درج ذیل صفات ہیں:

۱۔ وہ اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ انھیں ان کے دھوکا اور چال بازی کا بدلہ دینے والا ہے۔

۲۔ جب وہ نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی سے کھڑے ہوتے ہیں۔

۳۔ لوگوں کو دکھانے (ریا کاری) کے لیے عمل کرتے ہیں۔

۴۔ اللہ عزوجل کا بہت ہی کم ذکر کرتے ہیں۔

۵۔ مومنوں کی جماعت اور کافروں کی جماعت کے درمیان حیران و پریشان ہیں۔

پنجم:..... منافقین کے سلسلہ میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَنْ يُتَقَبَلَ مِنْكُمْ ۖ إِنَّكُمْ كُنْتُمْ

قَوْمًا فَسِقِينَ ﴿٥٣﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ
كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى وَلَا
يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كِرْهُونَ ﴿٥٤﴾ [التوبة: ٥٣-٥٤]

”کہہ دیجیے کہ تم خوشی یا ناخوشی کسی طرح بھی خرچ کرو تم سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا، یقیناً تم فاسق لوگ ہو۔ ان کے نفقات کے قبول نہ کیے جانے کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منکر ہیں اور بڑی کاہلی سے نماز کے لیے آتے ہیں اور بادل ناخواستہ ہی خرچ کرتے ہیں۔“

ان دونوں آیتوں میں منافقین کی درج ذیل فتیح صفات ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں فسق کے وصف سے متصف کیا ہے، فرمایا: ﴿إِنَّكُمْ كُنْتُمْ قَوْمًا فَسِقِينَ﴾..... ”یقیناً تم فاسق لوگ ہو۔“

۲۔ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا انکار کیا ہے۔

۳۔ بڑی کاہلی سے نماز کے لیے آتے ہیں۔

۴۔ اللہ کی راہ میں بادل ناخواستہ ہی خرچ کرتے ہیں۔

ان صفات میں منافقین اور ان کا کرتوت اپنانے والوں کی حد درجہ کی مذمت ہے، لہذا ہر شخص کو چاہیے کہ فسق سے دُور رہے، اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لائے، نماز کے لیے اس طرح حاضر ہو کہ دل و جسم ہر اعتبار سے چاق و چوبند ہو، اللہ کی راہ میں شرح صدر اور زندہ دلی کے ساتھ خرچ کرے، صرف اللہ ہی سے اس کے اجر و ثواب کی امید رکھے، اور منافقوں کی مشابہت اختیار نہ کرے۔

نشتم:..... اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَنْ تُنزَلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ۗ
قُلِ اسْتَهِزُّوْا إِنَّا اللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُونَ ﴿٦٣﴾ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ
لَيَقُولَنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ ۗ قُلْ بِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ

تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۗ إِنَّ نَعْفَ
عَنْ ظَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبُ ظَآئِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾

[التوبة: ٦٤ - ٦٦]

”منافقوں کو ہر وقت اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت نہ اترے جو ان کے دلوں کی باتیں انھیں بتلا دے، کہہ دیجیے کہ تم مذاق اڑاتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والا ہے جس کا تمہیں خوف لاحق ہے۔ اگر آپ ان سے پوچھیں تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یوں ہی آپس میں ہنس کھیل رہے تھے، کہہ دیجیے کہ کیا تم اللہ، اس کی آیات اور اس کے رسول سے مذاق کر رہے تھے۔ بہانے نہ بناؤ یقیناً تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا ہے، اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں سے درگزر بھی کر لیں تو کچھ لوگوں کو ان کے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے۔“

چنانچہ منافقین اللہ، اس کے رسول اور مومنوں سے ٹھٹھا اور مذاق کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل نے ان کا پول کھول کر انھیں رسوا کیا اور مومنوں کو ان کی صفات سے آگاہ فرما دیا۔
ہفتم:..... اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ
وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ ۗ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ۗ
إِنَّ الْمُنْفِقِينَ هُمُ الْفٰسِقُونَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَّ اللَّهُ الْمُنْفِقِينَ وَالْمُنْفِقَاتِ
وَالْكٰفِرَآءَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۗ هِيَ حَسْبُهُمْ ۗ وَلَعْنَةُ اللَّهِ
وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٦٨﴾﴾ [التوبة: ٦٧ - ٦٨]

”تمام منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک ہی ہیں، یہ بری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلی باتوں سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھ سمیٹتے ہیں، یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انھیں بھلا دیا، بے شک منافق ہی فاسق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان

منافق مردوں، عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر چکا ہے، جہاں پر ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہ جہنم انہیں کافی ہے، اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔“

ان دونوں آیات میں منافقین کے درج ذیل اوصاف ظاہر ہوئے ہیں:

- ۱۔ منافقین آپس میں ایک ہی ہیں، اور وہ ایک دوسرے سے دوستی رکھتے ہیں۔
- ۲۔ منافقین برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں۔
- ۳۔ منافقین صدقہ اور احسان کے دیگر کاموں سے ہاتھ کھینچتے ہیں، چنانچہ یہ انتہائی درجہ کے بخیل لوگ ہیں۔
- ۴۔ انہوں نے اللہ کو بھلا دیا، اللہ کو برائے نام ہی یاد کرتے ہیں، چنانچہ اللہ نے بھی انہیں اپنی رحمت سے بھلا دیا، انہیں کسی خیر کی توفیق نہیں دیتا۔
- ۵۔ منافقین فاسق و بدکار ہیں۔

ہشتم:..... اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿الَّذِينَ يَلْبِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ إِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ ۖ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤٩﴾ اِسْتَعْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَعْفِرْ لَهُمْ ۗ اِنْ تَسْتَعْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ۗ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ۗ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿٥٠﴾﴾ [التوبة: ۷۹-۸۰]

”جو لوگ ان مومنوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں ان پر جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان لوگوں پر بھی جنہیں سوائے اپنی محنت مزدوری کے اور کچھ میسر ہی نہیں، پس یہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی ان سے تمسخر کرتا ہے، اور انہی کے لیے دردناک عذاب ہے۔ آپ ان کے لیے بخشش طلب کریں یا نہ کریں، اگر آپ ان کے لیے ستر مرتبہ بھی بخشش طلب کریں تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ

بخشنے گا، یہ اس لیے کہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کفر کیا ہے، اور اللہ ایسے فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔“

ان دونوں آیتوں میں منافقین کے درج ذیل چند اوصاف ہیں:

۱۔ منافقین دل کھول کر صدقات و خیرات کرنے والوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں، چنانچہ زیادہ خرچ کرنے والے پر طعنہ زنی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ریا کاری اور دکھاوے کے لیے خرچ کر رہا ہے، اور کم صدقہ کرنے والے فقیر کو طعنہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ اس کے صدقہ سے بے نیاز ہے۔

۲۔ مومنوں کا مذاق اڑانا۔

۳۔ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا کفر و انکار۔

نہم:..... اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا مَا أَنْزَلْنَا سُورَةً نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَاكُمْ مِنْ أَحَدٍ ثُمَّ انصَرَفُوا صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿١٢٤﴾﴾

[التوبة: ۱۲۷]

”اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں کہ تم کو کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے، پھر چپکے نکل جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان کا دل پھیر دیا ہے اس وجہ سے کہ وہ نا سمجھ لوگ ہیں۔“

چنانچہ جب کوئی سورت نازل ہوتی تو اس پر عمل نہ کرنے کا قطعی فیصلہ کرتے ہوئے منافقین ایک دوسرے کو دیکھتے اور مومنوں کی نگاہوں سے چھپنے کے لیے موقع ڈھونڈتے، پھر چپکے سے کھسک جاتے اور اعراض و تکبر کرتے ہوئے واپس ہو جاتے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں ان کے عمل کے لحاظ سے بدلہ دیا، جس طرح وہ اللہ کی آیتوں پر عمل کرنے سے پھر گئے، اسی طرح اللہ نے ان کے دلوں کو حق سے پھیر دیا اور ان پر تالے لگا دیے اور ایسی ناکارہ قوم بنا دیا جو کچھ نہیں سمجھتی جس سے انہیں فائدہ ہو، کیونکہ اگر وہ سمجھتے تو سورت کے نازل ہونے پر اس پر

ایمان لاتے اور اس کے تابع فرمان ہو جاتے۔^①

جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَبِيعُ إِلَيْكَ حَتَّىٰ إِذَا خَرَجُوا مِنْ عِنْدِكَ قَالُوا لِلَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مَاذَا قَالَ أَنْفَاءً أُولَٰئِكَ الَّذِينَ طَبَعَ اللَّهُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ ۗ﴾ [محمد: ۱۶]

”اور ان میں بعض ایسے بھی ہیں کہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں، یہاں تک کہ جب آپ کے پاس سے (واپس) جاتے ہیں تو اہل علم سے (بوجہ کند ذہنی و لاپرواہی) پوچھتے ہیں کہ اس نے ابھی کیا کہا تھا؟ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے اور وہ اپنی خواہشات کی پیروی کر رہے ہیں۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمِهِ وَخَتَمَ عَلَىٰ سَمْعِهِ وَغَشَّىٰ قَلْبَهُ وَجَعَلَ عَلَىٰ بَصَرِهِ غِشَاوَةً فَمَنْ يَهْدِيهِ مِنْ بَعْدِ اللَّهِ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ۗ﴾ [الجنابۃ: ۲۳]

”کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور علم کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی ہے، اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے بعد کون ہدایت دے سکتا ہے؟ کیا تم اب بھی نصیحت نہیں حاصل کرتے؟“

دھم: نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((تِلْكَ صَلَاةُ الْمُنَافِقِ يَجْلِسُ يَرْقُبُ الشَّمْسَ حَتَّىٰ إِذَا كَانَتْ بَيْنَ قَرْنَيْ شَيْطَانٍ قَامَ فَنَقَرَهَا أَرْبَعًا لَا يَذْكُرُ اللَّهَ فِيهَا إِلَّا

① دیکھئے: تیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان للسعدی، ص: ۲۱۳۔

قَلِيلًا.)) ❶

”یہ منافق کی نماز ہے کہ بیٹھا سورج کا انتظار کرتا رہے، یہاں تک کہ جب سورج شیطان کی دونوں سینگوں کے درمیان ہو جائے تو کھڑا ہو کر چار چونچ (ٹھونگے) مار لے اور اللہ کا برائے نام ذکر کرے۔“

اس حدیث سے منافقوں کی دو خصلتیں معلوم ہوئیں:

- ۱۔ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کرنا۔
 - ۲۔ وہ چونچ مارنے کی طرح نماز پڑھتا ہے اور اس میں اللہ کا ذکر برائے نام ہی کرتا ہے۔
- یاز دھم:..... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَثْقَلَ الصَّلَاةِ عَلَى الْمُنَافِقِينَ صَلَاةُ الْعِشَاءِ وَصَلَاةُ الْفَجْرِ
وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِيهِمَا لَأَتَوْهُمَا وَلَوْ حَبَوًّا.)) ❷

”بے شک منافقوں پر سب سے بوجھل اور گراں عشاء اور فجر کی نمازیں ہیں اور اگر یہ جان لیتے کہ ان میں کیا (اجر و ثواب) ہے تو سرین کے بل گھسٹ کر ہی سہی ضرور حاضر ہوتے۔“

معلوم ہوا کہ اجمالی طور پر منافقوں کے اوصاف درج ذیل ہیں:

- ۱: وہ ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں جب کہ اس دعوے میں جھوٹے ہیں۔
- ۲: اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو دھوکا دیتے ہیں، جب کہ (درحقیقت) وہ اپنے آپ ہی کو دھوکا دے رہے ہیں۔

۳: ان کے دلوں میں مرض تھا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے مرض میں اور اضافہ کر دیا ہے۔

❶ صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب استحباب التبکیر بالعصر: ۱ / ۴۳۴، حدیث: ۶۲۲۔

❷ متفق علیہ بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل صلاة العشاء فی جماعة: ۱ / ۱۸۱، حدیث: ۶۵۸۔ صحیح مسلم، کتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب فضل صلاة الجماعة و بیان التشدید فی التخلف عنها: ۱ / ۴۵۱، حدیث: ۶۵۱۔

- ۴: وہ اصلاح کا دعویٰ کرتے ہیں جب کہ (درحقیقت) وہ فساد ہی ہیں۔
- ۵: مومنوں کو سفاہت (باؤ لے پن، کم عقلی) کا الزام دیتے ہیں۔
- ۶: مومنوں سے ٹھٹھا اور مذاق کرتے ہیں۔
- ۷: ہدایت کے بدلے گمراہی خریدتے ہیں۔
- ۸: ان کی باتیں اچھی لگتی ہیں حالانکہ وہ سب سے زیادہ جھگڑالو ہیں۔
- ۹: اپنے دل کی باتوں پر اللہ کو گواہ بناتے ہیں، جب کہ وہ جھوٹے ہیں۔
- ۱۰: باطل کے ذریعہ بحث و مباحثہ میں بڑے ماہر ہیں۔
- ۱۱: جب لوگوں سے اوجھل ہوتے ہیں تو باطل کاموں کے لیے کوشاں رہتے ہیں۔
- ۱۲: جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرو تو تکبر اور غرور انھیں گناہ پر آمادہ کر دیتا ہے۔
- ۱۳: کافروں سے محبت رکھتے ہیں، ان کی مدد اور خدمت کرتے ہیں۔
- ۱۴: کافروں سے عزت اور نصرت طلب کرتے ہیں۔
- ۱۵: جب نماز میں کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی اور سستی سے کھڑے ہوتے ہیں۔
- ۱۶: لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرتے ہیں۔
- ۱۷: اللہ کا برائے نام ذکر کرتے ہیں۔
- ۱۸: کافروں اور مومنوں کے درمیان حیران و پریشان ہیں۔
- ۱۹: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ کفر کرتے ہیں۔
- ۲۰: منافقین ہی فاسق و بدکار ہیں۔
- ۲۱: اللہ کی راہ میں بادل ناخواستہ خرچ کرتے ہیں۔
- ۲۲: منافقین آپس میں ایک دوسرے کی سرپرستی کرتے ہیں۔
- ۲۳: اپنا ہاتھ سمیٹتے ہیں، چنانچہ خیر کی راہوں میں خرچ نہیں کرتے۔
- ۲۴: برائی کا حکم دیتے ہیں اور بھلائی سے منع کرتے ہیں۔
- ۲۵: انھوں نے اللہ کو بھلا دیا تو اللہ عزوجل نے بھی انھیں بھلا دیا۔

- ۲۶: دل کھول کر صدقہ کرنے والے مومنوں پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔
- ۲۷: نمازوں کو ان کے اوقات سے مؤخر کرتے ہیں۔
- ۲۸: چونچ (ٹھونگے) مارنے کی طرح نماز پڑھتے ہیں اور اس میں اللہ کا برائے نام ذکر کرتے ہیں۔
- ۲۹: منافقوں پر سب سے بوجھل اور مشکل عشاء اور فجر کی نمازیں ہیں۔
- ۳۰: نماز باجماعت سے پیچھے رہتے ہیں۔
- ۳۱: ان کے دل سخت اور ان کی عقلیں ناقص ہیں۔
- ۳۲: ان لوگوں نے اسلام کو بحیثیت دین پسند نہ کیا۔
- ۳۳: یہ لوگ دین کی صرف وہی باتیں لیتے ہیں جو ان کی خواہش کے مطابق ہوتی ہیں۔
- ۳۴: جو کہتے ہیں اس پر عمل نہیں کرتے۔
- ۳۵: امن کی حالت میں بہادری ظاہر کرتے ہیں اور جنگ میں بزدل ہوتے ہیں۔
- ۳۶: اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے فیصلہ نہیں لیتے۔
- ۳۷: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلہ سے اپنے دلوں میں حرج اور تنگی محسوس کرتے ہیں۔
- ۳۸: جہاد سے مسلمانوں کی ہمت پست کرتے ہیں۔
- ۳۹: اللہ کی رحمت سے مایوس ہوتے ہیں اور اللہ کی مدد سے ان کی امید منقطع ہوتی ہے۔
- ۴۰: جہاد سے دنیاوی مال و اسباب چاہتے ہیں، اور جب اس سے مایوس ہوتے ہیں تو پیچھے ہٹ (مکر) جاتے ہیں۔
- ۴۱: جھگڑے اور تکرار میں گالی گلوچ اور بے ہودہ گوئی سے کام لیتے ہیں۔
- ۴۲: اسلام، مسلمان اور اسلامی نام رکھنے سے خفیہ طور پر محاربہ (جنگ) کرتے ہیں۔
- ۴۳: انھیں صرف اپنے ذاتی مفادات کی فکر دامن گیر ہوتی ہے۔
- ۴۴: دروغ گوئی اور حقائق کو توڑ مروڑ کر کے مخلص علماء پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔
- ۴۵: لوگوں کو اسلام میں داخل ہونے سے روکنے کے لیے اسلام کے متعلق شکوک و شبہات

پھیلاتے ہیں۔

۴۶: دین اسلام کے مددگاروں سے بغض رکھتے ہیں۔

۴۷: بات چیت میں جھوٹ بولتے ہیں۔

۴۸: اللہ، اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کی خیانت کرتے ہیں۔

۴۹: وعدہ خلافی کرتے ہیں۔

۵۰: ہر منافق کے دو رخ ہوا کرتے ہیں، ایک رُخ مومنوں کے لیے ہوتا ہے اور دوسرا دشمنانِ اسلام کے لیے۔

۵۱: یہ لوگ نفع بخش چیزیں سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں اور نہ ہی اللہ کی قدرت پر دلالت کرنے والی نشانیوں کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

۵۲: منافق بات شروع کرنے سے پہلے ہی قسم کھا لیتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس کی بات پر مومنوں کے دل پر مطمئن نہیں ہوں گے۔

۵۳: ان کے دل خیر سے غافل اور ان کے جسم حصول خیر کے لیے کوشاں ہوتے ہیں۔

۵۴: یہ دل کے اعتبار سے سب سے بدتر اور جسم کے اعتبار سے سب سے اچھے لوگ ہیں۔

۵۵: یہ لوگ نفاق کے راز چھپاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے ان کے چہروں اور زبانوں پر ہی ظاہر کر دیتا ہے۔

۵۶: دنیا کی خاطر عہد و پیمان توڑ دیتے ہیں۔

۵۷: قرآن کریم کا تمسخر کرتے اور مذاق اڑاتے ہیں۔

یہ منافقوں کے اوصاف ہیں، لہذا اے مسلمانو! قبل اس کے کہ تم پر (فیصلہ کرنے والی) موت آدھمکے ان اوصاف سے اجتناب کرو۔

یہ صفات بطورِ مثال ہیں۔ ❶ ورنہ کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں منافقین کی

❶ دیکھئے: صفات المنافقین لابن القيم، ص: ۴۔ نیز المنافقون فی القرآن الکریم، از ڈاکٹر عبدالعزیز

الحمیدی، ص: ۴۴۱۔

صفات بہت زیادہ ہیں، ہم اللہ تعالیٰ سے عفو و درگزر کا اور دنیا و آخرت میں عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

چوتھا مطلب:..... نفاق کے اثرات و نقصانات:

نفاق کے بڑے خطرناک اثرات اور ہلاکت انگیز نقصانات ہیں، ان میں سے چند نقصانات حسب ذیل ہیں:

۱۔ نفاقِ اکبر منافقین کے دلوں میں خوف و ہراس اور رعب کا سبب ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿يَحْذَرُ الْمُنْفِقُونَ أَنْ تَنْزَلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ۗ
قُلِ اسْتَهْزِءُوا إِنَّا اللَّهُ مُخْرِجٌ مِمَّا تَحْذَرُونَ ﴿٦٣﴾﴾ [التوبة: ٦٤]

”منافقوں کو ہر وقت اس بات کا کھٹکا لگا رہتا ہے کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت نہ اترے جو ان کے دلوں کی باتیں انھیں بتلا دے، کہہ دیجیے کہ تم مذاق اڑاتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والا ہے، جس کا تمہیں خوف لاحق ہے۔“

۲۔ نفاقِ اکبر اللہ کی لعنت کا موجب ہے، ارشادِ باری ہے:

﴿وَعَدَّ اللَّهُ الْمُنْفِقِينَ وَالْمُنْفِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۗ هِيَ حَسْبُهُمْ ۗ وَلَعْنَةُ اللَّهِ ۗ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٦٨﴾﴾

[التوبة: ٦٨]

”اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں، عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر چکا ہے، جہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہ جہنم انھیں کافی ہے، اللہ نے ان پر لعنت فرمائی ہے اور ان کے لیے دائمی عذاب ہے۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ وَالْمُرْجِفُونَ فِي الْمَدِينَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ﴿٦٩﴾﴾

مَلْعُونِينَ أَيْنَمَا ثُقِفُوا أُخِذُوا وَقْتَلُوا تَقْتِيلًا ﴿٦١﴾

[الاحزاب: ٦٠، ٦١]

”اگر (اب بھی) یہ منافق اور وہ جن کے دلوں میں مرض ہے اور وہ لوگ جو مدینہ میں غلط افواہیں اڑانے والے ہیں باز نہ آئے تو ہم آپ کو ان (کی تباہی) پر مسلط کر دیں گے، پھر وہ چند دن ہی آپ کے ساتھ اس (شہر) میں رہ سکیں گے۔ وہ لعنت زدہ ہیں، جہاں بھی ملیں پکڑے جائیں اور خوب ٹکڑے ٹکڑے کر دیے جائیں۔“

۳۔ نفاقِ اکبر کا مرتکب دین اسلام سے خارج ہو جاتا ہے، کیونکہ نفاقِ اکبر، کفر چھپانا اور خیر ظاہر کرنا ہے، بلکہ یہ (نفاق) کفر سے بھی زیادہ خطرناک ہے، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيرًا ﴿١٤٥﴾﴾ [النساء: ١٤٥]

”بے شک منافقین جہنم کی سب سے نچلی تہہ میں ہوں گے اور آپ ان کے لیے ہرگز کوئی مددگار نہیں پاسکتے۔“

۴۔ نفاقِ اکبر کا مرتکب اگر اسی حالت میں مر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی بخشش نہیں فرمائے گا، کیونکہ یہ صریح کفر سے بھی زیادہ سخت ہے، جس کے مرتکبین کے سلسلہ میں اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيقًا ﴿١٦٨﴾ إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۗ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ﴿١٦٩﴾﴾ [النساء: ١٦٨ - ١٦٩]

”جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا، انھیں اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز نہ بخشے گا اور نہ انھیں کوئی راہ دکھائے گا، سوائے جہنم کی راہ کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ پر نہایت آسان ہے۔“

۵۔ نفاقِ اکبر اپنے مرتکب پر جہنم کو واجب اور جنت کو حرام کر لیتا ہے، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنْفِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيعًا ۝۱۴۰﴾

[النساء: ۱۴۰]

”بے شک اللہ تعالیٰ منافقوں اور کافروں (سب) کو جہنم میں اکٹھا کرنے والا ہے۔“

۶۔ نفاقِ اکبر کا مرتکب ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا، اس سے کبھی نہ نکلے گا، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الْمُنْفِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۝﴾ [التوبة: ۶۸]

”اللہ تعالیٰ ان منافقوں مردوں، عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر چکا ہے، جہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔“

۷۔ نفاقِ اکبر اپنے مرتکب کے لیے اللہ کو بھلا دینے کا سبب بنتا ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنَافِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ ۝۱۶﴾ [التوبة: ۶۷]

”تمام منافق مرد اور منافق عورتیں آپس میں ایک ہی ہیں، یہ بری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور نیکی کی باتوں سے روکتے ہیں اور اپنے ہاتھ سمیٹتے ہیں، یہ اللہ کو بھول گئے تو اللہ نے بھی انھیں بھلا دیا، بے شک منافق ہی فاسق ہیں۔“

۸۔ نفاقِ اکبر سارے اعمال ضائع و برباد کر دیتا ہے۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَّنْ يَتَّخِذَ مِنْكُمْ ۝﴾ [النساء: ۷۷]

قَوْمًا فَسِيقِينَ ﴿٥٣﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ
كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى وَلَا
يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كِرْهُونَ ﴿٥٤﴾ [التوبة: ٥٣-٥٤]

”کہہ دیجیے کہ تم خوشی یا ناخوشی کسی طرح بھی خرچ کرو تم سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا، یقیناً تم فاسق لوگ ہو۔ ان کے نفقات کے قبول نہ کیے جانے کا سبب اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منکر ہیں اور بڑی کاہلی (ستی) سے نماز کے لیے آتے ہیں اور بادل ناخواستہ ہی خرچ کرتے ہیں۔“

۹۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نفاقِ اکبر کے مرتکبین کا نور گل کر دے گا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يَوْمَ يَقُولُ الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ لِلَّذِينَ آمَنُوا انظُرُونَا
نَقْتَبِسْ مِنْ نُورِكُمْ قِيلَ ارْجِعُوا وَرَاءَكُمْ فَالْتَبِسُوا نُورًا فَضُرِبَ
بَيْنَهُمْ بِسُورٍ لَهُ بَابٌ بَاطِنُهُ فِيهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهُ مِنْ قِبَلِهِ
الْعَذَابُ ﴿١٣﴾ [الحديد: ١٣]

”اس دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے کہیں گے کہ ہمارا انتظار تو کرو کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ روشنی حاصل کر لیں، جواب دیا جائے گا کہ تم اپنے پیچھے لوٹ جاؤ اور روشنی تلاش کرو، پھر ان مومنین کے اور ان (منافقین) کے درمیان ایک دیوار حائل کر دی جائے گی جس میں دروازہ بھی ہوگا، اس کے اندرونی حصہ میں تو رحمت ہوگی اور باہر کی طرف عذاب ہوگا۔“

۱۰۔ نفاقِ اکبر بندے کو اس کی موت کے وقت مومنوں کی دعائے رحمت و مغفرت سے محروم کر دیتا ہے۔ اللہ عز و جل کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تُصَلِّ عَلَىٰ أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّا تَأْتِيهِمْ مَّاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَىٰ قَبْرِهِمْ إِنَّهُمْ
كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَسِقُونَ ﴿٨٤﴾ [التوبة: ٨٤]

”ان میں سے کوئی مر جائے تو آپ اس کی نماز جنازہ ہرگز نہ پڑھیں اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں، یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے منکر ہیں اور مرتے دم تک بدکارو بے اطاعت رہے ہیں۔“

۱۱۔ نفاق اکبر دنیا و آخرت کے عذاب کا سبب ہے۔ ارشاد باری ہے:

﴿وَلَا تُحِبُّكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ

بِهَافِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿۸۵﴾ [التوبة: ۸۵]

”آپ کو ان کے مال و اولاد کچھ بھی بھلے نہ لگیں، اللہ کی چاہت یہی ہے کہ انھیں

ان چیزوں سے دنیوی سزا دے اور یہ اپنی جانیں نکلنے تک کافر ہی رہیں۔“

۱۲۔ نفاق اکبر کا مرتکب اگر اپنے نفاق کا اظہار و اعلان کر دے تو وہ دین اسلام سے مرتد

ہو جائے گا، چنانچہ اس کا خون و مال حلال ہو جائے گا اور اس پر مرتد کے احکام نافذ کیے

جائیں گے، البتہ حاکم کے پاس اس کی ظاہری توبہ (کی قبولیت) کے سلسلہ میں

اختلاف ہے، کیونکہ منافقین ہمیشہ اسلام ہی ظاہر کرتے ہیں۔^①

لیکن اگر منافق اپنے کفر و نفاق کو چھپائے رکھے تو ظاہری ایمان کا اعتبار کرتے ہوئے

اس کا خون و مال محفوظ ہوگا، باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔^②

۱۳۔ نفاق اکبر کا مرتکب اگر اپنا کفر ظاہر کر دے تو وہ اس کے اور مومنوں کے درمیان عداوت

و دشمنی واجب کر دے گا، چنانچہ وہ اس سے کوئی دوستی نہ رکھیں گے، خواہ کوئی قریب ترین

شخص ہی کیوں نہ ہو اور اگر اپنا کفر ظاہر نہ کرے تو اس کے ظاہر پر اعتبار کیا جائے گا اور

باطن کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔

۱۴۔ نفاق اصغر، جو کہ عملی نفاق ہے، ایمان میں کمی اور کمزوری پیدا کرتا ہے اور اس کا مرتکب

اللہ تعالیٰ کے عذاب کے خطرہ میں ہوتا ہے۔

① دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ: ۲۸ / ۳۳۴۔

② دیکھئے: المنافقون فی القرآن، از ڈاکٹر عبدالعزیز الحمیدی، ص: ۴۵۰۔

۱۵۔ نفاقِ اصغر کا مرتکب اس خطرہ میں ہوتا ہے کہ اس کا یہ نفاق اسے نفاقِ اکبر تک نہ پہنچادے۔

ہم اللہ کے غیظ و غضب اور نفاق کی تمام چھوٹی بڑی قسموں سے اس کی پناہ چاہتے ہیں اور اس سے عفو و درگزر اور دنیا و آخرت میں عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمْ وَبَارَكَ عَلٰى عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ
وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ .





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عرض مترجم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ
الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِهِ وَصَحْبِهِ اَجْمَعِينَ ،
اَمَّا بَعْدُ :

کسی بھی عمل کی قبولیت کے لیے دو بنیادی شرطوں کا پایا جانا بے حد ضروری ہے، ان میں سے کسی ایک شرط کا فقدان اس عمل کی قبولیت سے مانع ہوگا، پہلی شرط یہ ہے کہ وہ عمل خالص اللہ کی ذات کے لیے کیا گیا ہو، دوسری شرط یہ ہے کہ وہ سنت نبوی ﷺ کے مطابق ہو۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان دونوں شرطوں کو مختلف آیات میں بیان فرمایا ہے، تاہم درج ذیل آیت کریمہ میں دونوں شرطیں یکجا بیان فرمائی ہیں۔ ارشاد ہے:

﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَ لَا يُشْرِكْ
بِعِبَادَةِ رَبِّهِۦٓ اَحَدًا ۝۱۱۰ ﴾ [الكهف: ۱۱۰]

”لہذا جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔“

معروف عابد و زاہد حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے درج ذیل فرمان کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

﴿ الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيْكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ
الْعَزِيزُ الْغَفُوْرُ ۝۲ ﴾ [الملك: ۲]

”جس نے موت و حیات کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے

کون ”اچھا عمل“ کرتا ہے اور وہ غالب بخشے والا ہے۔“

”اچھا عمل“ یعنی سب سے خالص اور درست ترین عمل، لوگوں نے عرض کیا: اے ابو علی! سب سے خالص اور درست عمل کیا ہے؟ تو فرمایا: ”عمل جب خالص اللہ کے لیے ہو لیکن درست نہ ہو تو قبول نہیں ہوتا، اور اگر درست ہو خالص نہ ہو تو بھی قبول نہیں ہوتا، یہاں تک کہ (بیک وقت) خالص اور درست ہو، اور خالص کا مطلب یہ ہے کہ وہ عمل اللہ کی رضا کے لیے کیا گیا ہو، اور درست کا مطلب یہ ہے کہ سنت نبوی کے مطابق ہو۔“^۱ اور پھر سورہ کہف کی مذکورہ آیت کی تلاوت فرمائی۔

اخلاص عبادات کی روح ہے، اس کے بغیر ساری عبادتیں بے جان ہیں، لیکن افسوس کہ اسلامی معاشرہ پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے اخلاص ختم ہو گیا ہے نمازی کی نماز میں اخلاص نہیں، روزہ دار کے روزے میں اخلاص نہیں، صدقہ کرنے والے کے صدقہ میں اخلاص نہیں، ایک مدرس کی تدریس میں اخلاص نہیں، ایک طالب علم کی طلب علم میں اخلاص نہیں، ایک ملازم کی ملازمت میں اخلاص نہیں، ایک چوکیدار کی چوکیداری میں اخلاص نہیں، غرض کوئی بھی شخص اپنی ذمہ داری اخلاص کے ساتھ نہیں نبھاتا، الا من رحم ربی۔ تمام اعمال میں اخلاص کی جگہ ریا و نمود، دکھاوا، شہرت، نام طلبی اور دنیوی مفاد نے لے لی ہے۔ درحقیقت یہ ایک بہت بڑا المیہ ہے، اور جب صورتِ حال ایسی ہے تو مخلصین کے لیے کیے گئے وعدہ الہی کے مستحق ریاکار، شہرت پسند، دنیا پرست لوگ کیونکر ہو سکتے ہیں؟

زیر نظر کتاب میں سعودی عرب کے معروف صاحب علم ڈاکٹر سعید بن علی قحطانی حفظہ اللہ نے اس موضوع پر کتاب و سنت کی روشنی میں مدلل گفتگو کی ہے اور اس کے تمام گوشوں کا مختصراً احاطہ کیا ہے، فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

راقم کی یہ چھٹی طالب علمانہ کاوش ہے جو اللہ کی توفیق سے زیور طبع سے آراستہ ہو رہی ہے، میں اپنے تمام اسلامی بھائیوں، بالخصوص طالبان علوم نبویہ کے سامنے اس کتاب کا اردو ترجمہ

۱ دیکھئے: مدارج السالکین لابن القيم: ۸۹ / ۲۔

پیش کرتے ہوئے سب سے پہلے اللہ ذوالجلال کا شکر یہ ادا کرتا ہوں جس کی توفیق اور مدد سے کتاب کا ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچا، اس کے بعد اپنے والدین بزرگوار کا شکر ادا کرتا ہوں جن کی انتھک تعلیمی و تربیتی کوششوں کی بدولت دین اسلام کی ادنیٰ سی خدمت کا شرف حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ انھیں دنیا و عقبیٰ کی بھلائوں سے نوازے اور اسے ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، نیز اپنی اہلیہ، اہل خانہ اور جملہ معاونین کا شکر یہ ادا کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر سے نوازے۔ (آمین)

بعدہ! فاضل بھائی جناب فضیلۃ الشیخ ابوالمکرم عبدالجلیل حفظہ اللہ (مترجم وزارت اسلامی امور و اوقاف و دعوت و ارشاد، ریاض) کا شکر یہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں، جنھوں نے بڑی ژرف نگاہی سے ترجمہ پر نظر ثانی کی اور تصحیح فرمائی اور پھر کتابت، طباعت اور دیگر ضروری امور میں بھرپور تعاون سے نوازا، دیگر معاونین کا بھی ممنون و مشکور ہوں جنھوں نے کتاب میں کسی بھی طرح سے ہاتھ بٹایا، جزا، ہم اللہ خیرا۔

آخر میں تمام اہل علم اور طالبان علم سے میری پر خلوص درخواست ہے کہ اگر کتاب میں کسی بھی قسم کی فرو گذاشت نظر آئے تو ضرور مطلع فرمائیں اور اپنے مفید مشوروں سے نوازیں۔ اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ اس کتاب کے ذریعہ سے اردو دان حلقہ کو فائدہ پہنچائے، نیز اس کے مؤلف، مترجم، ناشر اور جملہ معاونین کو اخلاص قول و عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمْ عَلٰى عَبْدِہِ وَرَسُوْلِهِ نَبِيْنَا مُحَمَّدٍ

وَعَلٰى اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اٰجْمَعِيْنَ .

ابو عبداللہ عثمانیت اللہ بن حفیظ اللہ سناہلی

۲۵ / صفر ۱۴۲۵ھ

مدینہ طیبہ، مملکت سعودی عرب



مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ، نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ
 شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ
 يُضِلِّ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ
 لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ
 وَأَصْحَابِهِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ، وَسَلِّمْ تَسْلِيمًا
 كَثِيرًا، أَمَّا بَعْدُ!

اخلاص کے نور اور آخرت کے عمل سے دنیا طلبی کی تاریکیوں کے سلسلہ میں یہ ایک مختصر
 سا رسالہ ہے، جس میں میں نے اخلاص کا مفہوم، اس کی اہمیت اور اچھی نیت کا مقام بیان کیا
 ہے اور نیک عمل سے دنیا طلبی کی خطرناکی، دنیا کی خاطر عمل کی اقسام، ریاکاری کی خطرناکی،
 اس کے انواع و اقسام، عمل پر اس کے اثرات اور ریاکاری کے اسباب و محرکات، نیز حصول
 اخلاص کے طریقے ذکر کیے ہیں۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اخلاص نصرت و مدد، اللہ کے عذاب سے نجات، دنیا و آخرت
 میں بلندی درجات کا سبب ہے۔ انسان سے اللہ عزوجل کی محبت اور پھر زمین و آسمان والوں
 کی محبت سے سرفرازی کا سبب اخلاص ہی بنتا ہے، یہ درحقیقت ایک نور ہے جسے اللہ تعالیٰ اپنے
 بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے و دلیعت فرمادیتا ہے۔ ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِنْ نُورٍ﴾ [النور: ۴۰]

”اور جسے اللہ تعالیٰ ہی نور عطا نہ کرے اس کے پاس کوئی نور نہیں ہوتا۔“

اور آخرت کے عمل سے دنیا طلبی تہ بہ تہ گھٹا ٹوپ تاریکیاں ہیں، کیونکہ آخرت کے عمل

سے دنیا طلب کرنا کمال توحید کے منافی ہے اور وہ جس عمل میں شامل ہوتی ہے اسے برباد کر دیتی ہے، اللہ عزوجل کا ارشادِ گرامی ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزَيَّنَّتْهَا نُوفٍ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُنْخَسُونَ ﴿١٥﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبِطُلٌ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٦﴾﴾

[ہود: ۱۵-۱۶]

”جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت پر فریفتہ ہوا چاہتا ہے ہم ایسے لوگوں کو ان کے کل اعمال (کا بدلہ) یہیں بھرپور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے یہاں کیا ہوگا، وہاں سب اکارت (ضائع و بے کار) ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے، سب برباد ہونے والے ہیں۔“

میں نے اس بحث کو دو مباحث میں تقسیم کیا ہے، اور ہر مبحث کے تحت حسب ذیل

مطالب ہیں:

☆ پہلا مبحث..... اخلاص کا نور:

پہلا مطلب: اخلاص کا مفہوم۔

دوسرا مطلب: اخلاص کی اہمیت۔

تیسرا مطلب: اچھی نیت کا مقام اور اس کے ثمرات۔

چوتھا مطلب: اخلاص کے فوائد و ثمرات۔

☆ دوسرا مبحث..... اخروی عمل سے دنیا طلبی کی تاریکیاں:

پہلا مطلب: اخروی عمل سے دنیا طلبی کی خطرناکی۔

دوسرا مطلب: دنیا کی خاطر عمل کی اقسام۔

تیسرا مطلب: ریاکاری کی خطرناکی اور اس کے نقصانات۔

- چوتھا مطلب: ریا کاری کی اقسام اور اس کی باریکیاں۔
 پانچواں مطلب: ریا کاری کی اقسام اور عمل پر اس کے اثرات۔
 چھٹا مطلب: ریا کاری کے اسباب و محرکات۔
 ساتواں مطلب: اخلاص کے حصول کے طریقے اور ریا کاری کا علاج۔

میں اللہ عزوجل سے اس کے اس اسم اعظم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ جب اس کے ذریعے اس سے سوال کیا جاتا ہے تو وہ عطا کرتا ہے اور جب اس کے ذریعے اس سے دُعا کی جاتی ہے تو وہ قبول کرتا ہے کہ وہ اس تھوڑے سے عمل کو مبارک اور خالص اپنی رضا کے لیے بنائے اور اس کے مؤلف، اس کے پڑھنے والے، نیز اس کے چھاپنے، نشر اور کمپوز کرنے والے کو جنت کے (مقام) فردوسِ اعلیٰ سے قریب کرنے والا بنائے اور اسے میرے لیے میری زندگی میں اور مرنے کے بعد نفع بخش بنائے اور جس شخص تک بھی یہ کتاب پہنچے اسے اس کے ذریعہ سے فائدہ پہنچائے۔ بے شک اللہ کی ذات سب سے بہتر ذات ہے، جس سے سوال کیا جاتا ہے اور انتہائی کریم ہے، جس سے اُمید وابستہ کی جاتی ہے، وہی ہمارے لیے کافی اور بہترین کارساز ہے اور نیکی کی توفیق اور گناہوں سے بچنے کی طاقت اللہ بالا و برتر ہی کی طرف سے ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّم وَيَبَارِكُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَىٰ آلِهِ
 وَأَصْحَابِهِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ .

مؤلف

بروز منگل، بوقت عصر، مطابق ۱۶/۱۰/۱۴۱۹ھ، ہجری



اخلاص کا نور

پہلا مطلب:..... اخلاص کا مفہوم:

اخلاص کی لغوی تعریف (مفہوم):..... ”خَلَصَ يَخْلُصُ خُلُوصًا“ کے معنی صاف ہونے اور آمیزش کے زائل ہو جانے کے ہیں، کہا جاتا ہے: ”خَلَصَ مِنْ وَرَطْتِهِ“ یعنی وہ اپنے بھنور سے محفوظ رہا اور نجات پا گیا، اور کہا جاتا ہے: ”خَلَصَهُ تَخْلِيصًا“ یعنی اس نے اسے چھٹکارا اور نجات دلوائی۔ اور اطاعت میں اخلاص کے معنی ریاکاری ترک کر دینے کے ہیں۔^①

اخلاص کی حقیقت (اصطلاحی تعریف):..... اخلاص کی حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنے عمل سے محض اللہ واحد کی قربت کا طالب ہو۔

اہل علم نے اخلاص کی کئی تعریفیں ذکر کی ہیں جو ایک دوسرے سے قریب قریب ہیں:

۱: ایک تعریف یہ کی گئی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو اطاعت میں تنہا مقصود جاننا اخلاص کہلاتا ہے۔

۲: ایک تعریف یہ کی گئی ہے کہ اخلاص یہ ہے کہ بندہ کے اعمال ظاہر و باطن ہر دو صورت میں برابر ہوں اور ریاکاری یہ ہے کہ بندے کا ظاہر اس کے باطن سے بہتر اور اچھا ہو اور سچا اخلاص یہ ہے کہ بندے کا باطن اس کے ظاہر سے زیادہ پختہ اور پائیدار (بارونق) ہو۔

۳: ایک تعریف یہ کی گئی ہے کہ عمل کو ہر طرح کی آمیزش سے پاک و صاف رکھنا اخلاص کہلاتا ہے۔^②

① المعجم الوسيط: ۱ / ۲۴۹۔ مختار الصحاح، ص: ۷۷۔

② مدارج السالکین لابن القيم: ۲ / ۹۱۔

سابقہ تعریفوں سے واضح ہوا کہ اخلاص عمل کو اللہ واحد کی طرف پھیرنے اور اس سے قربت حاصل کرنے کا نام ہے، جس میں کوئی ریا و نمود، زائل ہونے والے ساز و سامان کی طلب اور بناوٹ نہ ہو، بلکہ بندہ صرف اللہ واحد کے ثواب کی اُمید کرے، اس کے عذاب سے ڈرے اور اس کی رضا مندی کا حریص ہو۔

اسی لیے امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”لوگوں کی وجہ سے عمل ترک کر دینا ریا کاری اور لوگوں کی خاطر عمل کرنا شرک ہے اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان دونوں چیزوں سے عافیت میں رکھے۔“^①

مسلمان کی زندگی میں اخلاص یہ ہے کہ وہ اپنے قول و عمل، جملہ تصرفات اور ساری تعلیمات و توجیہات سے صرف اللہ واحد کی ذات کا قصد کرے، جس کا نہ کوئی شریک ہے اور نہ اس کے سوا کوئی پالنہار ہے۔

دوسرا مطلب:..... اخلاص کی اہمیت:

اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق یعنی جن و انس کو تنہا اپنی عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے، جس کا کوئی شریک نہیں، اور تمام مکلفین (جن پر شریعت کے احکام لاگو ہوتے ہیں) کو اخلاص کا حکم دیا ہے، فرمایا:

﴿وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ﴾ [البینة: ۵]

”اور انہیں صرف اسی بات کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ صرف اللہ کی عبادت کریں، اسی کے لیے دین کو خالص کرتے ہوئے۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ﴾^ط

[الزمر: ۲-۳]

”یقیناً ہم نے اس کتاب کو آپ کی طرف حق کے ساتھ نازل فرمایا ہے، لہذا

① دیکھئے: مدارج السالکین لابن القيم: ۹۱/۲۔

آپ اللہ ہی کی عبادت کریں، اس کے لیے دین کو خاص کرتے ہوئے۔ خبردار!
دین خالص اللہ ہی کا حق ہے۔“

مزید ارشاد ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾﴾

[الانعام: ١٦٢-١٦٣]

”آپ کہہ دیجیے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اس اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو سارے جہان کا رب ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں اور اسی بات کا مجھے حکم دیا گیا ہے اور میں پہلا مسلمان (تابع فرمان) ہوں۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿الَّذِي خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيَاةَ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ﴿٢﴾﴾

[الملك: ٢]

”جس نے موت اور حیات کو اس لیے پیدا کیا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھا عمل کرتا ہے۔“

حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”اچھا عمل“ یعنی سب سے خالص اور درست ترین عمل، لوگوں نے عرض کیا: اے ابوعلی! سب سے خالص اور درست عمل کیا ہے؟ فرمایا: ”عمل جب خالص اللہ کے لیے ہو، لیکن درست نہ ہو تو قبول نہیں ہوتا اور اگر درست ہو خالص نہ ہو تو بھی قبول نہیں ہوتا، یہاں تک کہ (بیک وقت) خالص اور درست ہو، خالص کا مطلب یہ ہے کہ وہ عمل اللہ کی رضا کے لیے کیا گیا ہو اور درست کا مطلب یہ ہے کہ سنت نبوی کے مطابق ہو۔“ پھر انھوں نے درج ذیل فرمانِ باری تعالیٰ کی تلاوت فرمائی:

﴿قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَىٰ أُمَّةٍ إِلَهُكُمْ إِلَهُ وَاحِدٌ ۗ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهِ أَحَدًا ۝﴾ [الكهف: ۱۱۰]

”کہہ دیجیے کہ میں تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہوں، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ یقیناً تمہارا معبود صرف ایک معبود ہے، تو جو شخص اپنے رب سے ملاقات کی اُمید رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی دوسرے کو شریک نہ کرے۔“

نیز ارشادِ باری ہے:

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾

[النساء: ۱۲۵]

”دین کے اعتبار سے اس شخص سے اچھا اور کون ہو سکتا ہے جو اپنے آپ کو اللہ کے تابع کر دے اور نیکو کار ہو۔“

”اسلام وجہ“ اللہ واحد کے لیے ارادہ و عمل کو خالص کرنے کا نام ہے، اور ”احسان“

رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور آپ کی سنت طیبہ کی پیروی کا نام ہے۔^①

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
 ((ثَلَاثٌ لَا يَغُلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ: إِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلَّهِ،
 وَمَنَاصِحَةُ وَلَاةِ الْأَمْرِ، وَلَزُومُ الْجَمَاعَةِ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنَّ
 دَعْوَتَهُمْ تُحِيطُ مِنْ وَرَائِهِمْ.))^②

① مدارج السالکین: ۹۰ / ۲۔

② سنن الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الحث علی تبلیغ السماع: ۳۴ / ۵، حدیث: ۲۶۵۸۔

بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، مسند أحمد: ۱۸۳ / ۵۔ بروایت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے مشکوٰۃ المصابیح ۷۸ / ۱ میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

”تین چیزیں ایسی ہیں کہ جن میں کسی مسلمان کا دل خیانت نہیں کرتا: اللہ کے لیے اخلاص عمل، حکام و امراء کی خیر خواہی اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑنا، کیونکہ ان کی دُعا انھیں ان کے پیچھے سے گھیرے ہوتی ہے۔“

اخلاص مسلمان کے عمل کی روح اور اس کی سب سے اہم خوبی ہے، اخلاص کے بغیر اس کی ساری کوشش و کارکردگی بکھرے ہوئے ذرات کی مانند ہے۔

ائمہ اسلام کا اس امر پر اتفاق ہے کہ اخلاص دل کے اہم ترین اعمال میں سے ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت، اللہ پر توکل و اعتماد، اس کے لیے اخلاص، اس سے ڈرنے اور اُمید وابستہ کرنے کے لیے دل کے اعمال ہی اصل اور بنیاد ہیں اور اعضا و جوارح کے اعمال اس کے تابع ہوتے ہیں کیونکہ نیت کی حیثیت روح کی اور عمل کی حیثیت اعضائے جسمانی کی ہے کہ جب جسم کا رشتہ روح سے ٹوٹتا ہے تو وہ مرجاتا ہے، چنانچہ دلوں کے احکام کی معرفت اعضا و جوارح کے احکام کی معرفت سے زیادہ اہم ہے۔

لہذا مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اللہ عزوجل کے لیے مخلص ہو، وہ ریا و نمود اور لوگوں کی مدح و ستائش کی خواہش نہ کرے، بلکہ محض اللہ عزوجل کی ذات کا ارادہ کرے، اسی کی خوشنودی کے لیے نیک اعمال انجام دے اور لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے، جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے:

﴿قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ﴾ [یوسف: ۱۰۸]

”کہہ دیجیے کہ یہ میرا راستہ ہے میں اللہ کی طرف دعوت دیتا ہوں۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا لِمَنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ﴾ [خم السجدة: ۳۳]

”اس شخص سے بہتر بات اور کس کی ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف دعوت دے رہا ہو۔“

اخلاص تمام مسلمانوں پر واجب ہونے والا سب سے عظیم وصف (خوبی) ہے، تاکہ وہ اپنی دعوت و عمل سے محض ذاتِ الہی اور دارِ آخرت (جنت) کے طلب گار اور لوگوں کی اصلاح

کے اور انھیں تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لانے کے خواہاں ہیں۔^①
 نیت عمل کی اساس و بنیاد اور اس کا وہ ستون ہے جس پر عمل کا دار و مدار ہے، کیونکہ نیت عمل کی روح اور اس کا قائد و رہبر ہے، اور عمل نیت کے تابع ہے، عمل کی صحت و خرابی نیت کی صحت و خرابی پر موقوف ہے، نیک نیتی سے توفیق اور بد نیتی سے رسوائی حاصل ہوتی ہے، نیت ہی کے اعتبار سے دنیا و آخرت کے مراتب و درجات میں فرق آتا ہے،^② اسی لیے نبی کریم صلی کا ارشاد ہے:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوَى))^③
 ”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ہے.....“

اور اللہ عز و جل کا ارشاد ہے:

﴿ لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نُّجُوهُمْ إِلَّا مَنَ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ۗ وَمَن يَفْعَلْ ذَلِكَ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيهِ أَجْرًا عَظِيمًا ۝۱۱۴ ﴾ [النساء: ۱۱۴]

”ان کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی خیر نہیں، ہاں! بھلائی اس کے مشوروں میں ہے جو خیرات کا یا نیک بات کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دے، اور جو شخص صرف اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے ارادے سے یہ کام کرے اسے ہم یقیناً بہت بڑا اجر و ثواب دیں گے۔“

یہ ارشادِ ربانی نیت کے مقام و مرتبہ اور اس کی اہمیت پر دلالت کرتا ہے، نیز یہ کہ اللہ کی

① دیکھئے: مجموع فتاویٰ سماحة الشيخ ابن باز رحمه الله: ۱/۳۴۹، ۴/۲۲۹۔

② دیکھئے: النية و اثرها في الاحكام الشرعية، از ڈاکٹر صالح بن غانم السدلان: ۱/۱۵۱۔

③ متفق عليه بروایت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ: صحیح بخاری، کتاب بدء الوحي، باب

كيف كان بدء الوحي الى رسول الله ﷺ: ۱/۹، حدیث: ۱۔ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب

قوله ﷺ: ”إنما الأعمال بالنيات“: ۳/۱۵۱۵، حدیث: ۱۹۰۷۔

طرف دعوت دینے والوں اور دیگر مسلمانوں کے لیے نیت کی اصلاح ضروری ہے، کیونکہ اگر نیت درست ہوگی تو بندہ بیش بہا اجر و ثواب سے نوازا جائے گا، اگرچہ اس نے محض سچی نیت ہی کی ہو عمل نہ کیا ہو، اسی لیے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِذَا مَرَضَ الْعَبْدُ أَوْ سَافَرَ كُتِبَ لَهُ مِثْلُ مَا كَانَ يَعْمَلُ مُقِيمًا صَحِيحًا.)) ❶

”جب بندہ بیمار ہو جائے یا حالت سفر میں ہو تو بھی حالت اقامت اور صحت مندی کے عمل کی طرح اس کا عمل (اور اجر) لکھا جاتا ہے۔“

نیز فرمایا:

((مَا مِنْ أَمْرٍ تَكُونُ لَهُ صَلَاةٌ بَلِيلٍ فَيَغْلِبُهُ عَلَيْهَا نَوْمٌ إِلَّا كُتِبَ لَهُ أَجْرُ صَلَاتِهِ وَكَانَ نَوْمُهُ عَلَيْهِ صَدَقَةً.)) ❷

”جس شخص کا بھی رات میں اٹھ کر نماز پڑھنے کا معمول ہوتا ہے اور کبھی اس پر نیند غالب آ جاتی ہے تو اس کے لیے اس نماز کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور اس کی نیند اس کے لیے صدقہ قرار پاتی ہے۔“

نیز فرمایا:

((مَنْ تَوَضَّأَ فَأَحْسَنَ الْوُضُوءَ ثُمَّ خَرَجَ إِلَى الْمَسْجِدِ فَوَجَدَ النَّاسَ قَدْ صَلُّوا أَعْطَاهُ اللَّهُ مِثْلَ أَجْرِ مَنْ صَلَّى وَحَضَرَ لَا يُنْقَصُ ذَلِكَ مِنْ أَجْرِهِ شَيْئًا.)) ❸

❶ بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب یکتب للمسافر ما کان یعمل فی الإقامة: ۴ / ۲۰۰، حدیث: ۲۹۹۶۔

❷ ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب من نوى القيام فنام: ۲ / ۲۴، حدیث: ۱۳۱۴۔ نسائی، کتاب قیام

اللیل و تطوع النهار، باب من كان له صلاة بلیل فغلبه عليها نوم: ۳ / ۲۷۵، حدیث: ۱۷۸۴۔ اس حدیث

کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے ارواء الغلیل (۲۰۳/۲) اور صحیح الجامع: ۵/۱۶۰، حدیث: ۵۵۶۷ میں صحیح قرار دیا ہے۔

❸ ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب فیمن خرج یرید الصلاة فسبق بها: ۱ / ۱۵۴، حدیث: ۵۶۴۔

نسائی، کتاب الامامة، باب حد ادراك الجماعة: ۲ / ۱۱۱، حدیث: ۸۵۵۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ

”جو شخص خوب اچھی طرح وضو کرتا ہے اور پھر مسجد جاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ لوگ نماز سے فارغ ہو چکے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے مسجد میں حاضر ہو کر نماز ادا کرنے والوں کے برابر ثواب عطا فرماتا ہے، اس سے اس کے اجر میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔“

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَأَلَ اللَّهَ الشَّهَادَةَ بِصِدْقٍ بَلَغَهُ اللَّهُ مَنَازِلَ الشُّهَدَاءِ وَإِنْ مَاتَ عَلَى فِرَاشِهِ.)) ❶

”جو شخص اللہ تعالیٰ سے سچی نیت کے ساتھ شہادت مانگتا ہے، اللہ اسے شہیدوں کے مراتب تک پہنچاتا ہے، خواہ اس کی موت اس کے بستر پر ہی ہو۔“
یہ چیز اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں پر فضل و احسان پر دلالت کرتی ہے، اسی لیے نبی کریم ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر فرمایا:

((لَقَدْ تَرَكْتُمْ بِالْمَدِينَةِ أَقْوَامًا مَا سَرَّتُمْ مَسِيرًا وَلَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ نَفَقَةٍ وَلَا قَطَعْتُمْ مِنْ وَادٍ إِلَّا وَهُمْ مَعَكُمْ فِيهِ . قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! كَيْفَ يَكُونُونَ مَعَنَا وَهُمْ بِالْمَدِينَةِ؟ فَقَالَ: حَبَسَهُمُ الْعُذْرُ.)) ❷

”تم مدینہ میں کچھ ایسے لوگوں کو چھوڑ کر آئے ہو کہ تم جس راستے سے بھی گزرتے ہو، یا جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو، یا جو بھی وادی طے کرتے ہو وہ اس میں

فتح الباری میں فرماتے ہیں: ”اس کی سند قوی ہے۔“ ۱۳۷/۶۔

❶ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب استحباب طلب الشهادة في سبيل الله تعالى: ۱۰۱۷/۳، حدیث: ۱۹۰۹۔

❷ صحیح بخاری، کتاب الجهاد والسير، باب من حبسه العذر عن الغزو: ۲۸۰/۳۔ حدیث: ۲۸۳۹۔ ابو داؤد، کتاب الجهاد، باب الرخصة في القعود من العذر: ۱۲/۳، حدیث: ۲۵۰۸۔ الفاظ سنن ابوداؤد کے ہیں۔

تمہارے ساتھ ہوتے ہیں، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! جب وہ مدینہ میں ہیں تو ہمارے ساتھ کیسے ہو سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: انھیں عذر نے روک رکھا ہے۔“

نیک نیتی کے سبب اللہ تعالیٰ معمولی عمل بھی گناہ گنا کر دیتا ہے، چنانچہ لوہے (ہتھیار) سے لیس ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول! میں قتال (جہاد) کروں یا اسلام لاؤں؟ آپ نے فرمایا: پہلے اسلام لاؤ پھر جہاد کرنا، اس نے اسلام قبول کیا اور پھر (اللہ کی راہ میں) لڑتا رہا یہاں تک کہ شہید ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا: ((عَمِلَ قَلِيلًا وَأَجْرَ كَثِيرًا.)) ”اس نے تھوڑا عمل کیا اور زیادہ اجر سے نوازا گیا۔“^①

ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا، اللہ کے رسول ﷺ اسے اسلام کے احکام سکھا رہے تھے اور وہ اپنے اونٹ پر روانہ ہوا تھا کہ اس کے اونٹ کے پیر ایک نیولے کے سوراخ میں جا پھنسا اور اس نے اسے نیچے گرا دیا، جس سے اس کی موت واقع ہو گئی، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((عَمِلَ قَلِيلًا وَأَجْرَ كَثِيرًا.)) ”تھوڑا عمل کیا اور زیادہ اجر سے نوازا گیا۔“ حماد نے اس بات کو تین بار دہرایا۔^②

نیک نیتی سے اللہ تعالیٰ مباح اعمال میں برکت عطا فرماتا ہے، جس پر بندہ کو ثواب ملتا ہے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا أَنْفَقَ الرَّجُلُ عَلَىٰ أَهْلِهِ يَحْتَسِبُهَا فَهُوَ لَهُ صَدَقَةٌ.))^③

① متفق علیہ بروایت حضرت براء رضی اللہ عنہ: بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب عمل صالح قبل الجہاد: ۲۷۱ / ۳، حدیث: ۲۸۰۸۔ الفاظ صحیح بخاری ہی کے ہیں۔ مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنة للشہید: ۱۵۰۹ / ۳، حدیث: ۱۹۰۰۔

② مسند امام احمد: ۳۵۷ / ۴۔

③ متفق علیہ بروایت ابو مسعود رضی اللہ عنہ: بخاری، کتاب الایمان، باب ماجاء ان الاعمال بالنية والحسبة ولكل امریء مانوی: ۲۴ / ۱، حدیث: ۵۵۔ مسلم، کتاب الزکاة، باب فضل النفقة والصدقة علی الاقربین والاولاد: ۶۲۵ / ۲، حدیث: ۱۰۰۲۔

”جب بندہ اپنے اہل و عیال پر حصولِ ثواب کی نیت سے خرچ کرتا ہے تو وہ اس کے لیے صدقہ ہوتا ہے۔“

اور نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

((إِنَّكَ لَنْ تُنْفِقَ نَفَقَةً تَبْتَغِي بِهَا وَجْهَ اللَّهِ إِلَّا أَجْرَتْ عَلَيْهَا حَتَّى مَا تَجْعَلَ فِي فِي امْرَأَتِكَ)) ❶

”تم اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے جو کچھ بھی خرچ کرو گے تمہیں اس پر اجر ملے گا، حتیٰ کہ جو لقمہ تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے اس میں بھی (تمہیں اجر ملے گا۔)“

نیز آپ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا الدُّنْيَا لِأَرْبَعَةِ نَفَرٍ عَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ مَالًا وَعِلْمًا فَهُوَ يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ وَيَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ وَيَعْلَمُ لِلَّهِ فِيهِ حَقًّا فَهَذَا بِأَفْضَلِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ عِلْمًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ مَالًا فَهُوَ صَادِقُ النِّيَّةِ يَقُولُ لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَأَجْرُهُمَا سَوَاءٌ وَعَبْدٍ رَزَقَهُ اللَّهُ مَالًا وَلَمْ يَرْزُقْهُ عِلْمًا فَهُوَ يَخْبِطُ فِي مَالِهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ لَا يَتَّقِي فِيهِ رَبَّهُ وَلَا يَصِلُ فِيهِ رَحِمَهُ وَلَا يَعْلَمُ لِلَّهِ فِيهِ حَقًّا فَهَذَا بِأَخْبَثِ الْمَنَازِلِ وَعَبْدٍ لَمْ يَرْزُقْهُ اللَّهُ مَالًا وَلَا عِلْمًا فَهُوَ يَقُولُ: لَوْ أَنَّ لِي مَالًا لَعَمِلْتُ فِيهِ بِعَمَلِ فُلَانٍ فَهُوَ بِنِيَّتِهِ فَوَزُرُهُمَا سَوَاءٌ)) ❷

❶ متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب ماجاء ان الایمان بالنیة: ۱ / ۲۴، حدیث: ۵۶۔ مسلم، کتاب الوصیة، باب الوصیة بالثلث: ۳ / ۱۲۵، حدیث: ۱۶۲۸۔

❷ ترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء مثل الدنیا مثل اربعة نفر: ۴ / ۵۶۲، حدیث: ۲۳۲۵۔ وابن ماجة، کتاب الزهد، باب النیة، حدیث: ۴۲۲۸۔ ومسند أحمد: ۱۴ / ۱۳۰۔ اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترمذی: ۲ / ۲۷۰ میں صحیح قرار دیا ہے۔

”دنیا چار قسم کے لوگوں کے لیے ہے: ایک وہ بندہ جسے اللہ نے مال اور علم سے نوازا ہے، اس میں وہ اپنے رب سے ڈرتا اور صلح رحمی کرتا ہے اور اس میں اللہ کے لیے حق جانتا ہے، ایسا شخص سب سے افضل مرتبہ پر فائز ہے۔ دوسرا وہ بندہ جسے اللہ نے علم سے نوازا ہے اور مال سے محروم کر رکھا ہے، لیکن وہ بندہ نیک نیت کہتا (تمنا کرتا) ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں فلاں کی طرح عمل (خرچ) کرتا تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا، چنانچہ دونوں کا اجر یکساں اور برابر ہے۔ تیسرا وہ جسے اللہ نے مال عطا فرمایا ہے، لیکن علم سے محروم کر رکھا ہے تو وہ بغیر علم کے اپنے مال میں تصرف کرتا ہے نہ اس میں اللہ سے ڈرتا ہے، نہ صلہ رحمی کرتا ہے اور نہ ہی اس میں اللہ کا کوئی حق جانتا ہے تو ایسا شخص بدترین درجہ کا آدمی ہے۔ چوتھا وہ بندہ جسے اللہ نے مال و دولت اور علم و آگہی دونوں سے محروم کر رکھا ہے تو وہ کہتا ہے کہ اگر میرے پاس مال ہوتا تو میں اس فلاں (تیسرے) کی طرح تصرف کرتا تو اس کی نیت کا اعتبار ہوگا، چنانچہ ان دونوں کا گناہ یکساں ہے۔“

اور نبی کریم ﷺ نے اپنے رب سے روایت کرتے ہوئے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ كَتَبَ الْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ ثُمَّ بَيَّنَ ذَلِكَ،

فَمِنْهُمْ بِحَسَنَةٍ فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً))^①

”اللہ عزوجل نے نیکیاں اور برائیاں لکھ دیں، پھر اس کی وضاحت فرمائی، چنانچہ جس نے نیکی کا ارادہ کیا اور اسے عملاً انجام نہ دے سکا تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے پاس پوری نیکی لکھتا ہے۔“

① متفق علیہ بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما: صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب منہم

بحسنة او سيئة: ۲۳۹/۷، حدیث: ۶۴۹۱۔ ومسلم، کتاب الایمان، باب اذا هم العبد بحسنة كتبت

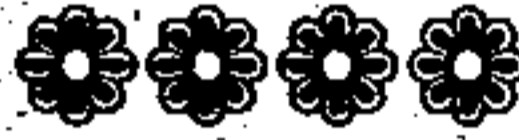
له واذا هم بسية لم تكتب: ۱۱۷/۱، حدیث: ۱۲۱۔

چوتھا مطلب:..... اخلاص کے فوائد و ثمرات:

اخلاص کے بڑے اچھے ثمرات، بڑے عظیم اور جلیل القدر فوائد ہیں، ان میں سے چند فوائد درج ذیل ہیں:

- ۱: دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں اخلاص کے فضائل و ثمرات میں سے ہیں۔
- ۲: اخلاص اعمال کی قبولیت کا سب سے عظیم سبب ہے، بشرطیکہ نبی کریم ﷺ کی اتباع شامل ہو۔
- ۳: اخلاص کے نتیجہ میں بندے کو اللہ کی اور پھر فرشتوں کی محبت حاصل ہوتی ہے اور زمین (والوں کے دلوں) میں اس کی مقبولیت لکھ دی جاتی ہے۔
- ۴: اخلاص عمل کی اساس اور اس کی روح ہے۔
- ۵: اخلاص تھوڑے عمل اور معمولی دُعا پر بیش بہا اجر اور عظیم ثواب عطا کرتا ہے۔
- ۶: مخلص کا ہر عمل جس سے اللہ کی خوشنودی مقصود ہو لکھا جاتا ہے، اگرچہ وہ عمل مباح ہی کیوں نہ ہو۔
- ۷: مخلص جس عمل کی بھی نیت کرے لکھ لیا جاتا ہے اگرچہ اسے انجام نہ دے سکے۔
- ۸: مخلص اگر سو جائے یا بھول جائے تو معمول کے مطابق جو عمل کرتا تھا اُسے لکھا جاتا ہے۔
- ۹: اگر مخلص بندہ بیمار ہو جائے یا حالت سفر میں ہو تو اس کے اخلاص کے سبب اس کے لیے وہی عمل لکھا جاتا ہے جو وہ حالت اقامت و صحت میں کیا کرتا تھا۔
- ۱۰: اخلاص کے سبب اللہ تعالیٰ اُمت کی مدد فرماتا ہے۔
- ۱۱: اخلاص آخرت کے عذاب سے نجات دلاتا ہے۔
- ۱۲: دنیا و آخرت کی مصیبتوں سے نجات اخلاص کے ثمرات میں سے ہے۔
- ۱۳: اخلاص کے سبب آخرت میں درجات کی بلندی حاصل ہوتی ہے۔
- ۱۴: اخلاص کے سبب گمراہی سے نجات ملتی ہے۔
- ۱۵: اخلاص ہدایت میں اضافے کا سبب ہے۔

- ۱۶: لوگوں میں نیک نامی اخلاص کے ثمرات میں سے ہے۔
- ۱۷: دل کا اطمینان اور نیک بختی کا احساس ہوتا ہے۔
- ۱۸: دل (نفس) میں ایمان کی تزئین و آرائش ہوتی ہے۔
- ۱۹: مخلص لوگوں کی صحبت و ہم نشینی کی توفیق ملتی ہے۔
- ۲۰: حسن خاتمہ نصیب ہوتا ہے۔
- ۲۱: دعاؤں کی قبولیت حاصل ہوتی ہے۔
- ۲۲: قبر میں نعمت اور شادمانی کی بشارت ملتی ہے۔
- ۲۳: جنت میں داخلہ اور جہنم سے نجات عطا ہوتی ہے۔
- ان فوائد و ثمرات کی دلیلیں کتاب و سنت میں بکثرت موجود ہیں۔^①
- میں اللہ عزوجل سے اپنے اور تمام مسلمان بھائیوں کے لیے قول و عمل میں اخلاص کا سوال کرتا ہوں۔



① سابقہ دونوں مطالب میں ذکر کردہ امور اس پر دلالت کرتے ہیں۔ نیز دیکھئے: کتاب الاخلاص، از حسین

العوایشہ، صفحہ نمبر: ۶۴۔

اخروی عمل سے دنیا طلبی کی تاریکیاں

پہلا مطلب:..... اخروی عمل سے دنیا طلبی کی خطرناکیاں:

یہ بڑی خطرناک بات ہے کہ انسان کوئی نیک عمل کرے اور اس سے کسی دنیاوی ساز و سامان کا طالب ہو، یہ شرک ہے جو توحید واجب کے کمال کے منافی اور عمل کو برباد کر دینے والا ہے، یہ ریاکاری سے بھی سنگین تر ہے کیونکہ دنیا چاہنے والے کا ارادہ اس کے بہت سارے اعمال پر غالب ہوتا ہے، جبکہ ریاکاری اس کے کسی عمل میں پائی جاتی ہے اور کسی عمل میں نہیں پائی جاتی اور اس کے ساتھ باقی نہیں رہتی، اور مومن ان دونوں چیزوں سے دُور رہتا ہے۔

ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ ان میں عموم و خصوص مطلق کی نسبت ہے، یعنی اس چیز میں دونوں مشترک ہیں کہ انسان اپنے عمل کو لوگوں کے سامنے مزین و آراستہ کر کے پیش کرے، تاکہ لوگ اسے دیکھ کر اس کی تعظیم اور مدح و ستائش کریں، یہ ریاکاری اور دنیا طلبی دونوں ہے، کیونکہ اس میں لوگوں کے سامنے دکھاوا اور ان سے عزت اور مدح و ستائش کی طلب ہے۔

رہا دنیا کے لیے عمل کرنا تو وہ یہ ہے کہ کوئی شخص نیک عمل کرے جسے لوگوں کو دکھانا مقصود نہ ہو بلکہ کوئی دنیوی ساز و سامان مقصود ہو، جیسے کوئی کسی کی طرف سے حصول مال کی غرض سے حج کرے یا مال غنیمت کی خاطر جہاد کرے وغیرہ، یعنی ریاکار لوگوں کی مدح و ستائش کے لیے عمل کرتا ہے، جب کہ دنیا کے لیے عمل کرنے والا دنیوی ساز و سامان کے حصول کے لیے نیک عمل کرتا ہے اور دونوں ہی خسارے اور گھاٹے میں ہیں۔

ہم اللہ عزوجل کے غضب کو واجب کرنے والی چیزوں اور اس کے دردناک عذاب سے

اس کی پناہ چاہتے ہیں۔^{۱۰}

کچھ ایسے نصوص وارد ہوئے ہیں جو دنیا و آخرت میں اس عمل والے کے خسارے اور گھائے پر دلالت کرتے ہیں۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزَيَّنَّتْهَا نُوفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ۝۱۵ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ ۗ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبِطُلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۱۶﴾

[ہود: ۱۵-۱۶]

”جو شخص دنیا کی زندگی اور اس کی زینت پر فریفتہ ہوا چاہتا ہے ہم ایسے لوگوں کو ان کے کل اعمال (کا بدلہ) یہیں بھرپور پہنچا دیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے یہاں کیا ہوگا وہاں سب اکارت ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب برباد ہونے والے ہیں۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهُ فِيهَا مَا نَشَاءُ لِمَنْ نُرِيدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهُ جَهَنَّمَ يَصْلَاهَا مَذْمُومًا مَدْحُورًا ۝۱۸﴾ [الاسراء: ۱۸]

”جس کا ارادہ اس جلدی والی دنیا (فوری فائدہ) کا ہی ہو اسے ہم یہاں جس قدر جس کے لیے چاہیں سردست دیتے ہیں، پھر ہم اس کے لیے جہنم مقرر کر دیتے ہیں، جہاں وہ برے حالوں دھتکارا ہوا داخل ہوگا۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْآخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِي حَرْثِهِ ۗ وَمَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ ۝۲۰﴾

[الشوری: ۲۰]

۱۰ دیکھئے: فتح المجید، ص: ۴۴۲۔ وتیسیر العزیز الحمید، ص: ۵۳۴۔

”جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو ہم اسے اس کی کھیتی میں ترقی دیں گے اور جو دنیا کی کھیتی کی طلب رکھتا ہو ہم اسے اس میں سے ہی کچھ دے دیں گے اور ایسے شخص کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔“

مزید اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَقُولُ رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَقٍ ۝﴾ [البقرة: ۲۰۰]

”بعض لوگ ایسے (بھی) ہیں جو کہتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں دے، ایسے لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔“

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا مِمَّا يَبْتَغِي بِهِ وَجْهَ اللَّهِ عَزَّوَجَلَّ لَا يَتَعَلَّمُهُ إِلَّا لِيُصِيبَ بِهِ عَرَضًا مِنَ الدُّنْيَا لَمْ يَجِدْ عَرَفَ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ - يَعْنِي رِيحَهَا .)) ❶

”جو کوئی اللہ عزوجل کی خوشنودی کی خاطر حاصل کیا جانے والا علم محض کسی دنیوی ساز و سامان کے حصول کے لیے سیکھے وہ قیامت کے روز جنت کی خوشبو تک نہ پائے گا۔“

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

((لَا تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ لِيَتَبَاهُوا بِهِ الْعُلَمَاءُ ، وَلَا لِيَتَمَارُوا بِهِ السُّفَهَاءُ ، وَلَا لِيُخَيَّرُوا بِهِ الْمَجَالِسَ ، فَمَنْ فَعَلَ ذَلِكَ فَالْنَّارُ

❶ ابو داؤد، کتاب العلم، باب فی طلب العلم لغير الله: ۳ / ۳۲۳، حدیث: ۳۶۶۴۔ ابن ماجہ،

المقدمة، باب الانتفاع بالعلم: ۱ / ۹۳، حدیث: ۲۵۲۔ اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح

سنن ابن ماجہ (۴۸ / ۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔

النَّارِ .)) ❶

”اس مقصد سے علم نہ حاصل کرو کہ اس کے ذریعہ تم علماء پر فخر کرو، نہ اس لیے کہ اس کے ذریعہ کم علموں سے بحث و مباحثہ کرو اور نہ اس لیے کہ اس کے ذریعہ مجلسوں کا انتخاب کرو، جس نے ایسا کیا اس کے لیے جہنم ہے۔“

ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((لَا تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ لِثَلَاثٍ : لِتَمَارَوْا بِهِ السُّفَهَاءَ ، وَتَجَادِلُوا بِهِ الْعُلَمَاءَ ، وَلِتَصْرَفُوا بِهِ وُجُوهُ النَّاسِ إِلَيْكُمْ ، وَابْتَغُوا بِقَوْلِكُمْ مَا عِنْدَ اللَّهِ فَإِنَّهُ يَدُومُ وَيَبْقَى وَيَنْفُذُ مَا سِوَاهُ .)) ❷

”تین مقاصد کے لیے علم نہ حاصل کرو: تاکہ بے وقوفوں سے بحث و مباحثہ کرو، علماء سے جھگڑا اور مناظرہ کرو اور اس سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرو، بلکہ اپنے قول سے وہ چیز (جنت) طلب کرو جو اللہ کے پاس ہے، کیونکہ وہی چیز باقی رہنے والی ہے اور جو کچھ اس کے علاوہ ہے ختم ہو جانے والا ہے۔“

اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اللہ کے لیے عمل کرنے والے کے لیے سعادت و نیک بختی کی

ضمانت لی ہے، چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے:

((مَنْ كَانَتْ الْآخِرَةُ هَمَّهُ جَعَلَ اللَّهُ غِنَاهُ فِي قَلْبِهِ ، وَجَمَعَ لَهُ شَمْلَهُ ، وَأَتَتْهُ الدُّنْيَا وَهِيَ رَاغِمَةٌ ، وَمَنْ كَانَتْ الدُّنْيَا هَمَّهُ جَعَلَ اللَّهُ فَقْرَهُ بَيْنَ عَيْنَيْهِ ، فَوَفَّرَقَ عَلَيْهِ شَمْلَهُ ، وَلَمْ يَأْتِهِ مِنَ الدُّنْيَا إِلَّا

❶ ابن ماجہ، المقدمة، باب الانتفاع بالعلم والعمل به: ۹۳ / ۱، حدیث: ۲۵۴۔ اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ (۴۸ / ۱) اور صحیح الترغیب (۳۶ / ۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔ مذکورہ دونوں جگہوں پر اور بھی حدیثیں ہیں۔

❷ سنن الدارمی: ۷۰ / ۱ موقوفاً۔ وابن ماجہ، بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، المقدمة، باب الانتفاع بالعلم والعمل به: ۹۶ / ۱، حدیث: ۲۶۰۔ اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ (۴۸ / ۱) اور صحیح الترغیب والترہیب (۴۸ / ۱) میں اسے حسن قرار دیا ہے۔

مَا قُدِّرَ لَهُ.)) ❶

”جس کی فکر آخرت (پر مرکوز) ہوگی اللہ تعالیٰ اس کی مال داری اس کے دل میں کر دے گا، اس کے متفرق امور کو اکٹھا کر دے گا اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی اور جس کی فکر دنیا (پر مرکوز) ہوگی تو اللہ تعالیٰ اس کی فقیری اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان (پیشانی پر) کر دے گا، اس کے امور کو منتشر کر دے گا اور دنیا سے بھی اسے اتنا ہی ملے گا، جتنا اس کے لیے مقدر ہے۔“

دوسرا مطلب:..... دنیا کی خاطر عمل کی اقسام:

دنیا کی خاطر عمل کی کئی اقسام ہیں۔ امام محمد بن عبد الوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ اس سلسلہ میں سلف صالحین سے چار اقسام منقول ہیں۔

پہلی قسم:..... وہ نیک عمل جسے بہت سے لوگ اللہ کی رضا کے حصول کے لیے کرتے ہیں، جیسے صدقہ، نماز، لوگوں پر احسان اور ظلم کی تلافی وغیرہ۔ جسے انسان خالص اللہ کے لیے کرتا یا چھوڑتا ہے، لیکن آخرت میں اس کا ثواب نہیں چاہتا بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اس کے مال کی حفاظت کرے اور بڑھائے، یا اس کی اور اس کے اہل و عیال کی حفاظت کرے یا اس پر اور اس کے اہل و عیال پر اپنی نعمتیں باقی رکھے، اسے جنت کے حصول اور جہنم سے نجات کی کوئی فکر نہیں ہوتی، ایسے شخص کو اس کے عمل کا ثواب دنیا ہی میں عطا کر دیا جاتا ہے، آخرت میں اس کے لیے کوئی حصہ نہیں ہوگا۔ یہ قول سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

دوسری قسم:..... یہ پہلی قسم سے بھی خطرناک ہے اور بھیانک ہے، وہ یہ ہے

❶ ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب حدثنا قتيبة: ٦٤٢/٤، حدیث: ٢٤٦٥۔ امام ابن ماجہ نے اسی کے قریب قریب حدیث زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کتاب الزہد: ١٣٤٥/٢، حدیث: ٣١٠٥۔ اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع (٣٥١ / ٥) اور سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (حدیث: ٩٥٠) میں صحیح قرار دیا ہے۔

کہ انسان نیک اعمال انجام دے اور اس کی نیت آخرت کے ثواب کی طلب نہیں بلکہ لوگوں کو دکھانا ہو۔ یہ حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے منقول ہے۔

تیسری قسم: یہ ہے کہ انسان نیک اعمال سرانجام دے اور اس سے مال مقصود ہو، مثال کے طور پر مال کی خاطر کسی کی طرف سے حج بدل کرے اس سے رضائے الہی اور دارِ آخرت کا حصول مقصود نہ ہو، یا دنیا پانے کی غرض سے ہجرت کرے یا مالِ غنیمت کی خاطر جہاد کرے، یا ڈگریوں کے حصول اور منصب پانے کے لیے علم حاصل کرے، ان تمام کاموں سے مطلقاً اللہ کی خوشنودی مقصود نہ ہو، یا مسجد کی ملازمت یا دیگر دینی ملازمتوں کے لیے قرآن کا علم حاصل کرے اور نماز کی پابندی کرے، اس سے ثواب کی خواہش مطلق طور پر نہ ہو۔

چوتھی قسم: یہ ہے کہ انسان خالص اللہ وحدہ لا شریک کے لیے اطاعت کا کام انجام دے، لیکن (ساتھ ہی) وہ اسلام سے خارج کر دینے والے کسی کفریہ عمل کا بھی مرتکب ہو، مثلاً کوئی شخص نواقض اسلام (اسلام کو توڑنے والی چیزوں) میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرے۔ یہ قسم حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے منقول ہے۔^①

لہذا مسلمان کو چاہیے کہ ان تمام چیزوں سے بچتا رہے جو اس کے عمل کو برباد کر دینے والے اور اللہ کے غیظ و غضب کا سبب ہوں، نیز مسلمانوں کو ان تمام برے اعمال سے بھی بچنا چاہیے، ہم ان تمام چیزوں سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

تیسرا مطلب: ریاکاری کی خطرناکی اور اس کے نقصانات:

ریاکاری کی خطرناکی فرد، معاشرہ اور پوری اُمت پر بہت زیادہ ہے، کیونکہ ریاکاری سارے اعمال کو اکارت (تباہ و برباد) کر دیتی ہے۔ العیاذ باللہ۔
ریاکاری کی خطرناکی درج ذیل امور میں ظاہر ہوتی ہے:

① دیکھئے: فتح المجید شرح کتاب التوحید، ص: ۴۴۴۔ وتیسیر العزیز الحمید، ص: ۵۳۶ والقول السدید فی مقاصد التوحید للسعدی، ص: ۱۲۶۔

۱: ریاکاری مسلمانوں کے لیے مسیح دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِمَا هُوَ أَخْوَفُ عَلَيْكُمْ عِنْدِي فِي الْمَسِيحِ الدَّجَالِ؟ قَالَ: قُلْنَا: بَلَىٰ. فَقَالَ: الشِّرْكَ الْخَفِيِّ أَنْ يَقُومَ الرَّجُلُ يُصَلِّي فَيَزِينُ صَلَاتَهُ لِمَا يَرَىٰ مِنْ نَظَرِ رَجُلٍ.)) ①

”کیا میں تمہیں اس چیز کی خبر نہ دوں جو میرے نزدیک تمہارے لیے مسیح دجال سے بھی زیادہ خوفناک ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا: ہاں کیوں نہیں! فرمایا: وہ شرک خفی ہے کہ آدمی کھڑا نماز پڑھے تو کسی شخص کو اپنی طرف دیکھتا ہوا دیکھ کر اپنی نماز اور سنوار لے۔“

۲: ریاکاری بکریوں کے ریوڑ میں بھیڑیے کے گھسنے سے بھی زیادہ تباہ کن ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَا ذِئْبَانِ جَائِعَانِ أُرْسِلَا فِي غَنَمٍ بِأَفْسَدَ مِنْ حِرْصِ الْمَرْءِ عَلَى الْمَالِ وَالشَّرْفِ لِدِينِهِ.)) ②

”بکریوں کے کسی ریوڑ میں بھیجے گئے دو بھوکے بھیڑیے اتنا زیادہ نقصان دہ نہیں جتنا مال و شرف کا لالچ آدمی کے دین کو نقصان پہنچاتا ہے۔“

یہ ایک مثال ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ مال کے لالچ سے دین برباد ہو جاتا ہے، وہ اس طرح کہ مال انسان کو اللہ کی اطاعت سے غافل کر دے اور دین کے نام پر دنیوی شرف کا لالچ بھی دین کو خراب کر دیتا ہے، جب انسان کا

① ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الریاء والسمعہ: ۱۴۰۶ / ۲، حدیث: ۴۲۰۴۔ اسے علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ (۲/۲۱۰) میں حسن قرار دیا ہے۔

② سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب حدثنا سوید، حدیث: ۲۳۷۶۔ ۵۸۸ / ۴۔ اسے علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن الترمذی (۲/۲۸۰) میں صحیح قرار دیا ہے۔

مقصد ریا و نمود ہو۔

۳: ریا کاری اعمال صالحہ کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے، کیونکہ ریا کاری اعمال صالحہ کی برکت ختم کر دیتی ہے۔ والعیاذ باللہ۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿كَالَّذِي يُنْفِقُ مِمَّا لَهٗ رِئَاءَ النَّاسِ وَ لَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ
الْآخِرِ ۖ فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَأَصَابَهُ وَابِلٌ فَتَرَكَهُ
صَلْدًا ۖ لَا يَقْدِرُونَ عَلَىٰ شَيْءٍ ۗ مِّمَّا كَسَبُوا ۗ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الْكَافِرِينَ ﴿۲۶۴﴾ [البقرة: ۲۶۴]

”جس طرح وہ شخص جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرے اور نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھے نہ قیامت پر، اس کی مثال اس صاف (چکنے) پتھر کی سی ہے جس پر تھوڑی سی مٹی ہو پھر اس پر زور دار مینہ (بارش) برسے اور وہ اسے بالکل صاف اور سخت چھوڑ دے، ان ریا کاروں کو اپنی کمائی میں سے کوئی چیز ہاتھ نہیں لگتی اور اللہ تعالیٰ کا فرقہ کو ہدایت نہیں دیتا۔“

یہ ریا کاری کے وہ اثرات ہیں جو نیک عمل کو ایسے وقت میں کلی طور پر مٹا دیتے ہیں جب انسان (نیک عمل کرنے والا) مجبور ہو کر رہ جاتا ہے اور اسے اس عمل کو لوٹانے کی استطاعت نہیں ہوتی۔

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿أَيُّدٌ أَحَدُكُمْ أَنْ تَكُونَ لَهُ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيلٍ وَأَعْنَابٍ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۗ لَهُ فِيهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ۗ وَأَصَابَهُ الْكِبَرُ وَ لَهُ ذُرِّيَّةٌ
ضَعْفَاءٌ ۗ فَأَصَابَهَا إِعْصَارٌ فِيهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ ۗ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ
لَكُمْ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿۲۶۶﴾ [البقرة: ۲۶۶]

”کیا تم میں سے کوئی بھی یہ چاہتا ہے کہ اس کے پاس کھجوروں اور انگوروں کا باغ

ہو، جس میں نہریں بہہ رہی ہوں اور ہر قسم کے پھل موجود ہوں، اور اس شخص کو بڑھاپا آ گیا ہو اور اس کے ننھے ننھے بچے بھی ہوں اور اچانک باغ کو بگولا لگ جائے جس میں آگ بھی ہو، پس وہ باغ جل جائے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آیتیں بیان کرتا ہے تاکہ تم غور و فکر کرو۔“

چنانچہ اس عمل صالح کی مثال میوہ جات سے بھرپور عظیم باغ کی سی ہے، تو کیا کوئی شخص ایسا بھی ہو سکتا ہے جو یہ چاہے کہ ان میوہ جات اور اس عظیم باغ کا مالک ہو اور پھر ریا کاری کر کے اسے کلی طور پر مٹا دے، جبکہ وہ اس کا شدید حاجت مند بھی ہو؟ اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے (حدیث قدسی میں) اپنے رب سبحانہ و تعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا ہے:

((اَنَا أَغْنِي الشُّرَكَاءَ عَنِ الشِّرْكِ ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ مَعِيَ فِيهِ غَيْرِي تَرَكَتُهُ وَشِرْكُهُ .)) ❶

”میں شرک سے تمام شریکوں سے زیادہ بے نیاز ہوں، جس نے کوئی عمل کیا جس میں میرے علاوہ کسی اور کو شریک کیا تو میں اسے اور اس کے شرک (دونوں) کو ترک کر دیتا ہوں۔“

اور حدیث میں ہے:

((إِذَا جَمَعَ اللَّهُ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ ، لِيَوْمٍ لَا رَبَّ فِيهِ نَادِي مُنَادٍ : مَنْ كَانَ أَشْرَكَ فِي عَمَلٍ عَمَلَهُ لِلَّهِ أَحَدًا فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللَّهِ ، فَإِنَّ اللَّهَ أَغْنَى الشُّرَكَاءَ عَنِ الشِّرْكِ .)) ❷

❶ صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب من اشرك في عمله غير الله: ٤ / ٢٢٨٩، حدیث: ٢٩٨٥۔

❷ سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الكهف: ٥ / ٣١٤، حدیث: ٣١٥٤۔

بروایت حضرت ابوسعید بن ابو فضالہ انصاری رضی اللہ عنہ۔ ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الرياء

والسمعة: ٢ / ١٤٠٦، حدیث: ٤٢٠٣۔ اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب

والتہذیب (١٨ / ١) اور صحیح سنن الترمذی (٧٤ / ٣) میں حسن قرار دیا ہے۔

”جب اللہ تعالیٰ تمام اولیٰین و آخرین (انگلوں اور پچھلوں) کو قیامت کے روز جس کی آمد میں کوئی شک نہیں جمع کرے گا تو ایک آواز لگانے والا آواز لگائے گا: جس نے اللہ کے لیے کیے ہوئے کسی عمل میں کسی غیر کو شریک کیا ہو وہ اس کا ثواب بھی اسی غیر اللہ سے طلب کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک سے تمام شریکوں سے زیادہ بے نیاز ہے۔“

۴: ریاکاری آخرت کے عذاب کا سبب ہے، اسی لیے قیامت کے دن سب سے پہلے جن لوگوں سے جہنم بھڑکائی جائے گی وہ تین قسم کے لوگ ہوں گے: قاری قرآن، مجاہد اور اپنے مال کا صدقہ کرنے والا۔ انہوں نے اس لیے یہ اعمال انجام دیئے تھے تاکہ کہا جائے کہ ”فلاں قاری ہے، فلاں بڑا بہادر ہے اور فلاں بڑا سخی اور خیرات کرنے والا ہے۔“ ان کے اعمال خالص اللہ کی رضا کے لیے نہ تھے۔^①

۵: ریاکاری، ذلت و خواری اور پستی و رسوائی کا سبب ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ سَمِعَ سَمَعَ اللَّهُ بِهِ ، وَمَنْ يَرَأَىٰ اللَّهَ بِهِ .))^②

”جو شخص شہرت کے لیے کوئی عمل کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے عیوب ظاہر کر دے گا اور جو دکھاوے کے لیے عمل کرے گا اللہ اسے رسوا کر دے گا۔“

۶: ریاکاری آخرت کے ثواب سے محروم کر دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((بَشِّرْ هَذِهِ الْأُمَّةَ بِالسَّنَاءِ^③ ، وَالذِّينِ ، وَالرِّفْعَةِ ، وَالتَّمْكِينِ فِي

① دیکھئے: اس سلسلہ میں وارد حدیث صحیح مسلم میں ہے: کتاب الامارة، باب من قاتل للرياء والسمعة استحق

النار: ۳ / ۱۵۱۴، حدیث: ۱۹۰۵۔

② متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة: ۷ / ۲۴۲، حدیث: ۶۴۹۹۔

صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب من اشرك في عمله غير الله: ۴ / ۲۲۸۹، حدیث: ۲۹۸۶۔

③ اس کے معنی رتبہ کی بلندی کے ہیں، کیونکہ ”ثناء“ بلندی کو کہتے ہیں۔ دیکھئے: المصباح المنیر: ۱ / ۲۹۳۔

الأَرْضِ ، فَمَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ عَمَلًا آخِرَةً لِلدُّنْيَا لَمْ يَكُنْ لَهُ فِي
الْآخِرَةِ مِنْ نَصِيبٍ .)) ❶

”اس امت کو برتری، دین، رفعت و بلندی اور زمین میں اقتدار کی بشارت دے
دو، چنانچہ ان میں سے جس نے آخرت کا کوئی عمل دنیا کے لیے انجام دیا اس کا
آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔“

۷: ریاکاری امت کی شکست اور پسپائی کا سبب ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:
((إِنَّمَا يَنْصُرُ اللَّهُ هَذِهِ الْأُمَّةَ بِضَعِيفِهَا ، بِدَعْوَتِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ ،
وَإِخْلَاصِهِمْ .)) ❷

”بے شک اللہ تعالیٰ اس امت کی نصرت ان کے کمزوروں کی دُعا، ان کی نماز اور
ان کے اخلاص کے ذریعہ فرماتا ہے۔“

یہ حدیث اس بات کی وضاحت کرتی ہے کہ اللہ کے لیے اخلاص دشمنوں کے خلاف
امت کی نصرت و مدد کا سبب ہے، نیز ریاکاری امت کی شکست اور پسپائی کا سبب ہے۔

۸: ریاکاری گمراہی میں اضافہ کرتی ہے، اللہ تعالیٰ نے منافقین کے سلسلہ میں فرمایا:

﴿ يُخَدِعُونَ اللَّهَ وَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ مَا يُخَدِعُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَ مَا
يَشْعُرُونَ ❸ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ اللَّهُ مَرَضًا وَ لَهُمْ
عَذَابٌ أَلِيمٌ ❹ بِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ ❺ ﴾ [البقرة: ۹ - ۱۰]

”وہ اللہ تعالیٰ کو اور مومنوں کو دھوکا دیتے ہیں، لیکن دراصل وہ خود اپنے آپ کو

❶ مسند أحمد: ۱۳۴ / ۵ - مستدرک حاکم: ۴۱۸ / ۴ - اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح
الترغیب (۱۵/۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔

❷ اس حدیث کو امام نسائی نے انہی الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ کتاب الجہاد، باب الاستنصار
بالضعیف: ۴۵ / ۶، حدیث: ۳۱۷۸، اور اس حدیث کی اصل صحیح بخاری میں ہے: کتاب الجہاد
والسیر، باب من استعان بالضعفاء والصالحین فی الحرب: ۲۹۶ / ۳، حدیث: ۲۸۶۹۔ اسے
علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب (۶ / ۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔

دھوکا دے رہے ہیں مگر سمجھتے نہیں۔ ان کے دلوں میں بیماری تھی تو اللہ نے ان کی بیماری میں مزید اضافہ کر دیا اور ان کے جھوٹ کی وجہ سے ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

چوتھا مطلب:..... ریاکاری کی اقسام اور اس کی باریکیاں:

ریاکاری کی اقسام بہت زیادہ ہیں۔ ہم ان سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔ یہ اقسام درج

ذیل ہیں:

۱: بندہ کا مقصود اللہ کے علاوہ (کچھ اور) ہو اور اس کی خواہش یہ ہو کہ لوگ اس کے کارنامے کو جانیں، اخلاص بالکل مقصود نہ ہو۔ نعوذ باللہ من ذلك۔ تو یہ نفاق کی ایک قسم ہے۔

۲: بندہ کا مقصود اللہ کی رضا ہو لیکن جب لوگوں کو اس کی اطلاع ہو جائے تو وہ عبادت میں اور چاق و چوبند ہو جائے اور اسے خوب بنائے سنوارے، یہ باطن کا شرک ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((أَيُّهَا النَّاسُ إِيَّاكُمْ وَشِرْكَ السَّرَائِرِ . قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَمَا الشِّرْكَ السَّرَائِرُ؟ قَالَ: يَقُومُ الرَّجُلُ فَيُصَلِّي فَيَزِينُ صَلَاتَهُ جَاهِدًا لِمَا يَرَى مِنْ نَظَرِ النَّاسِ إِلَيْهِ ، فَذَلِكَ شِرْكَ السَّرَائِرِ .)) ❶

”اے لوگو! باطن کے شرک سے بچو۔ صحابہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! باطن کا شرک کیا ہے؟ فرمایا: آدمی نماز پڑھے، پھر لوگوں کو اپنی طرف دیکھتا ہوا دیکھ کر اپنی نماز کو قصداً بنائے سنوارے، یہ باطن کا شرک ہے۔“

۳: بندہ اللہ کے واسطے عبادت میں داخل ہو اور اللہ ہی کے واسطے عبادت سے نکلے، پھر اس چیز کا لوگوں کو علم ہو جائے اور اس پر اس کی تعریف ہو تو اس تعریف سے اس کے دل کو

❶ اسے امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے: ۶۷/۲، حدیث: ۹۳۷، اور امام بیہقی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے: ۲۹۱/۲۔ اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الترغیب والترہیب: ۱/۷۷ میں اسے حسن قرار دیا ہے۔

سکون و اطمینان حاصل ہو اور وہ مزید اس بات کی تمنا کرے کہ لوگ اس کی تعریف و توصیف کریں اور اسے دنیوی مطلوب حاصل ہو جائے، یہ خوشی و مسرت، تعریف کی مزید خواہش اور اپنے مطلوب کے حصول کی تمنا، وغیرہ پوشیدہ ریا کاری پر دلالت کرتی ہیں۔

۴: جسمانی ریا کاری:..... جیسے کوئی شخص چہرے کی زردی اور جسم کی کمزوری ظاہر کرے، اس سے لوگوں کو یہ دکھانا مقصود ہو کہ وہ بڑا عبادت گزار ہے اور اس پر آخرت کا خوف غالب ہے، اور کبھی کبھار ریا کاری آواز کی پستی اور ہونٹوں کی پڑمردگی سے بھی ہوتی ہے تاکہ لوگوں کو یہ شعور دے کہ وہ روزے سے ہے۔

۵: لباس یا وضع قطع کے ذریعہ ریا کاری:..... جیسے کوئی شخص پیوند لگے کپڑے پہنے تاکہ لوگ کہیں کہ یہ دنیا سے بڑا بے رغبت (قلندر) انسان ہے، یا کوئی ایسا لباس پہنے جسے ایک خاص طبقے کے لوگ پہنتے ہوں جنہیں لوگ علماء کی فہرست میں شمار کرتے ہوں، وہ یہ لباس اس لیے پہنتے تاکہ اسے بھی عالم کہا جائے۔

۶: قولی ریا کاری:..... یہ عام طور پر وعظ و نصیحت نیز بحث و تکرار، مناظرہ اور زیادتی علم کے اظہار کے لیے احادیث و آثار کے حفظ کے ذریعہ دین داروں میں پائی جاتی ہے۔

۷: عملی ریا کاری:..... جیسے دکھاوے کے لیے نمازی کا نماز، رکوع اور سجدہ وغیرہ طویل کرنا اور خشوع و خضوع ظاہر کرنا، نیز روزے، حج اور صدقہ میں ریا کاری۔

۸: ساتھیوں اور ملاقاتیوں کے ذریعہ ریا کاری:..... جیسے کوئی شخص بہ تکلف کسی عالم کی زیارت (ملاقات) طلب کرے تاکہ یہ کہا جائے کہ فلاں تو فلاں کی زیارت (ملاقات) کے لیے گیا تھا۔ اسی طرح اپنی زیارت کے لیے لوگوں کو دعوت دینا، تاکہ یہ شہرہ ہو کہ دین دار لوگ اس کے پاس آتے رہتے ہیں۔

۹: لوگوں کے درمیان اپنی ذات کی مذمت کے ذریعہ ریا کاری:..... اس سے اس کا مقصد لوگوں کو یہ دکھانا ہو کہ وہ بڑا متواضع اور خاکسار آدمی ہے، تاکہ ان کے نزدیک اس کا

مقام بڑھ جائے اور اسے بیان کر کے لوگ اس کی مدح و ستائش کریں، یہ ریا کاری کی باریک اقسام میں سے ہے۔

۱۰: ریا کاری کی باریکیوں اور اسرار میں سے یہ بھی ہے کہ عمل کرنے والا اپنی نیکی چھپائے، اس طور پر کہ وہ یہ نہ چاہے کہ لوگوں کو اس کی اطاعت (نیکیوں) کی اطلاع ہو اور نہ ہی اس کے ظاہر ہونے سے اسے خوشی ہو، لیکن اس کے باوجود جب وہ لوگوں کو دیکھے تو اس کی خواہش یہ ہو کہ لوگ اس سے سلام کرنے میں پہل کریں، اس سے خندہ پیشانی اور احترام سے ملیں، اس کی تعریف و توصیف کریں، گرم جوشی سے اس کی ضرورت پوری کریں اور خرید و فروخت میں اس کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کریں اور اگر یہ سب کچھ نہ حاصل ہو تو اپنے دل میں رنج و تکلیف محسوس کرے، گویا وہ اپنی خفیہ نیکیوں پر عزت و احترام کا طلب گار اور خواہش مند ہے۔

۱۱: ریا کی باریکیوں میں سے یہ بھی ہے کہ انسان اخلاص کو اپنے مقاصد کے حصول کا ذریعہ بنائے:..... شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”بیان کیا جاتا ہے کہ ابو حامد غزالی کو معلوم ہوا کہ جو شخص چالیس روز تک اللہ کے لیے اخلاص اپنائے گا تو ”حکمت“ اس کے دل سے نکل کر اس کی زبان پر جاری ہو جائے گی۔ (ابو حامد غزالی) فرماتے ہیں کہ میں نے بھی چالیس روز تک اخلاص اپنایا تو کچھ بھی نہ ہوا، میں نے ایک عارف باللہ سے اس بات کا تذکرہ کیا تو انھوں نے مجھ سے کہا کہ تم نے حکمت کے لیے اخلاص اپنایا تھا، اللہ کے لیے نہیں (اس لیے کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔)“ ❶

یہ اس طرح کہ انسان کا مقصد کبھی حکمت و بردباری یا اپنے حق میں لوگوں کی تعظیم و تعریف کا حصول یا اس کے علاوہ دیگر مقاصد ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ عمل اللہ کے لیے اخلاص

❶ دیکھئے: درء تعارض العقل والنقل از ابن تیمیہ: ۶۶/۶۔ منهاج القاصدین، ص: ۲۱۴ تا ۲۲۱۔

الاحلاص از عوائشہ، ص: ۲۴۔ الاخلاص والشرك الاصغر، از ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبداللطیف، ص:

۹۔ الریاء از سلیم ہلالی، ص: ۱۷۔

اور اس کی رضا جوئی کے لیے انجام نہیں پایا بلکہ اس مقصد کے حصول کی خاطر انجام پایا ہے۔
پانچواں مطلب:..... ریا کی اقسام اور عمل پر اس کا اثر:

ریا کاری (اللہ ہمیں اس سے پناہ عطا فرمائے) کی کئی اقسام اور درجات ہیں، ہر مسلمان کو چاہیے کہ ان سے بچنے کے لیے ان کی معرفت حاصل کرے۔ یہ اقسام حسب ذیل ہیں:

۱: عمل سراسر دکھاوا ہو، اس کا مقصد مخلوق کو دکھاوے کے سوا کچھ نہ ہو، جیسا کہ منافقین کا حال ہے:

﴿وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالًا ۖ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا

يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا ۗ﴾ [النساء: ۱۴۲]

”اور جب نماز کے لیے کھڑے ہوتے ہیں تو بڑی کاہلی کی حالت میں کھڑے

ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کا ذکر بہت ہی کم کرتے ہیں۔“

یہ خالص ریا کاری کسی مومن سے فرض نماز یا روزے میں تو صادر نہیں ہو سکتی، البتہ واجب صدقہ یا حج، یا ان کے علاوہ دیگر ظاہری اعمال میں صادر ہو سکتی ہے، اس عمل کے بطلان نیز اس کے مرتکب اللہ کے غیظ و غضب اور عذاب کے مستحق ہونے میں کوئی شک نہیں۔ (والعیاذ باللہ)

۲: عمل تو اللہ کے لیے ہو لیکن شروع سے آخر تک اس میں ریا کاری شامل ہو تو ایسا عمل بھی صحیح نصوص کی روشنی میں باطل اور رائیگاں ہے۔

۳: اصل عمل تو خالص اللہ کے لیے ہو، پھر عبادت کے دوران اس میں ریا کاری کی نیت شامل ہو گئی ہو تو ایسی عبادت دو حالتوں سے خالی نہیں:

۱: یہ کہ عبادت کے ابتدائی حصہ کا آخری حصہ سے ربط نہ ہو، ایسی حالت میں عبادت کا ابتدائی حصہ ہر صورت میں صحیح اور آخری حصہ ہر صورت میں باطل ہے، اس کی مثال یوں سمجھیں کہ ایک انسان کے پاس بیس ریال تھے، جنہیں وہ صدقہ کرنا چاہتا تھا تو ان

میں سے دس ریال تو اس نے خالص اللہ کے لیے صدقہ کیے، پھر بقیہ دس ریالوں میں ریاکاری شامل ہوگئی تو پہلا صدقہ مقبول ہے اور دوسرا صدقہ باطل، کیونکہ اس میں اخلاص کے ساتھ ریاکاری شامل ہوگئی ہے۔

ب: یہ کہ عبادت کے ابتدائی حصہ کا آخری حصہ سے ربط اور تعلق ہو۔ ایسی صورت میں وہ انسان دو حالتوں سے خالی نہیں:

پہلی حالت: یہ ہے کہ ریاکاری اس کے دل میں کھٹکی ہو پھر اس نے اسے دفع کر دیا ہو اور اس کی طرف التفات نہ کیا ہو، بلکہ اس سے اعراض اور ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہو، اس صورت میں بلا اختلاف ریاکاری سے اسے کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِنَّ اللَّهَ تَجَاوَزَ لِأُمَّتِي مَا حَدَّثَتْ بِهِ أَنْفُسَهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوا أَوْ يَعْمَلُوا.)) ❶

”بے شک اللہ عزوجل نے میری امت کے دلوں میں کھٹکنے والی چیزوں کو معاف کر دیا ہے، جب تک کہ وہ اسے کہہ نہ دیں یا اس پر عمل نہ کر لیں۔“

دوسری حالت: یہ ہے کہ ریاکاری اس کے ساتھ بدستور لگی رہے اور وہ اس سے مطمئن ہو، اسے دفع نہ کرے بلکہ اس سے خوش ہو، ایسی حالت میں صحیح رائے کے مطابق اس کی پوری عبادت باطل اور ضائع ہو جائے گی، کیونکہ اس کا ابتدائی حصہ آخری حصہ سے مربوط ہے۔ ❷

۴: ریاکاری عبادت سے فارغ ہونے کے بعد ہو، ❸ چنانچہ اگر مسلمان خالص اللہ کے لیے

❶ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تجاوز اللہ عن حدیث النفس والنحواطر بالقلب اذا لم تستقر: ۱۱۶/۱، حدیث: ۱۲۷۔

❷ ان قسموں کو بالتفصیل جاننے کے لیے دیکھیں: جامع العلوم والحکم از ابن رجب ۱/ ۷۹ تا ۸۴۔ فتح

المجید، ص: ۴۳۸۔ فتاویٰ ابن عثیمین: ۲/ ۲۹۔

❸ دیکھئے: فتاویٰ ابن عثیمین: ۲/ ۳۰۔

عمل کرے، پھر اللہ اس تعلق سے مسلمانوں کے دلوں میں اچھی مدح و ثنا ڈال دے اور وہ اللہ کے فضل و رحمت سے خوش ہو جائے، اور یہ اس کے لیے باعث مسرت ہو، تو اس سے کوئی نقصان نہ پہنچے گا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ سے اس شخص کی بابت پوچھا گیا جو خالص اللہ کی رضا کے لیے بھلائی کا عمل کرے اور پھر لوگ اس کی تعریف و ستائش کریں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((تِلْكَ عَاجِلٌ بُشْرَى الْمُؤْمِنِ)) ❶

”یہ مومن کے لیے فوری خوش خبری ہے۔“

چھٹا مطلب:..... ریا کاری کے اسباب و محرکات:

ریا کاری کی بنیاد اور اصل ”جاہ و مرتبہ“ کی محبت ہے اور جس کے دل پر اس چیز کی محبت غالب آ جاتی ہے اس کی ساری فکر مخلوق کی رعایت، ان کا چکر لگانے اور ان کے دکھاوے میں محدود ہو کر رہ جاتی ہے، اور وہ اپنے تمام تر اقوال و افعال اور جملہ تصرفات میں ہمیشہ ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے جن سے لوگوں کے نزدیک اس کا مقام و مرتبہ اونچا ہو۔ بیماری اور مصیبت کی یہی جڑ اور اساس ہے، کیونکہ جس شخص کو بھی اس کی خواہش ہوتی ہے اسے عبادت میں ریا کاری اور ممنوع و حرام کاموں کا ارتکاب لامحالہ کرنا پڑتا ہے۔

یہ بڑا دقیق اور پیچیدہ باب ہے، جسے اللہ عزوجل کا علم و معرفت رکھنے اور اس سے محبت کرنے والے ہی جان سکتے ہیں۔

اگر اس سبب اور تباہ کن مرض کی تفصیل کی جائے تو وہ درج ذیل تین اصولوں کی طرف

لوٹے گا:

۱۔ حمد و ثنا اور مدح و ستائش کی لذت کی محبت و چاہت۔

۲۔ مذمت و برائی سے فرار۔

❶ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب: ۴ / ۲۰۳۴، حدیث: ۲۶۴۲۔

۳۔ لوگوں کے پاس جو کچھ ہے، اس کا لالچ۔^①

ان باتوں کی شہادت حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ذکر کردہ باتوں سے ملتی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا: آدمی بہادری اور شجاعت کے جوہر دکھانے کے لیے جہاد کرتا ہے اور غیرت و حمیت کی وجہ سے جہاد کرتا ہے اور دکھاوے کی خاطر جہاد کرتا ہے تو ان میں سے کون اللہ کی راہ میں (جہاد کرنے والا) ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ قَاتَلَ لِتَكُونَ كَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ))^②
 ”جو اللہ کے کلمہ کی سر بلندی کے لیے جہاد کرے، وہ اللہ کی راہ میں (جہاد کرنے

والا) ہے۔“

چنانچہ اس شخص کا یہ کہنا کہ ”بہادری کے جوہر دکھانے کے لیے جہاد کرتا ہے“ کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا نام لیا جائے، اس کی قدر دانی ہو اور اس کی مدح و ثنا کی جائے۔ اور ”غیرت و حمیت کی وجہ سے جہاد کرتا ہے“ کا مطلب یہ ہے کہ وہ مغلوب و مقہور ہونے یا مذمت کیے جانے سے نفرت کرتا ہے۔

اور ”دکھاوے کی خاطر جہاد کرتا ہے“ کا معنی یہ ہے کہ تاکہ اس کی بہادری اور جواں مردی دیکھی جائے اور یہی دلوں میں جاہ و منزلت کی لذت ہے۔

اور کبھی انسان مدح و ستائش کی خواہش کرتا ہے، لیکن مذمت سے ڈرتا ہے، جیسے بہادروں کے درمیان بزدل، لہذا وہ مذمت کے خوف سے پامردی کا ثبوت دیتا ہے، راہ فرار اختیار نہیں کرتا، اسی طرح کبھی انسان جہالت سے متہم کیے جانے کے خوف سے بلا علم فتویٰ دے دیتا ہے۔

① مختصر منهاج القاصدین، از ابن قدامة، ص: ۲۲۱، ۲۲۲۔

② متفق علیہ: صحیح بخاری، کتاب الجہاد والسير، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا:

۲۷۲/۳، حدیث: ۲۸۱۰۔ مسلم، کتاب الصلاة، باب من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في

سبيل الله: ۱۵۱۲/۳، حدیث: ۱۹۰۴۔

چنانچہ یہی تین چیزیں ریاکاری کا سبب اور اصل محرک ہیں، لہذا ان سے بچ کر رہیں!!
ساتواں مطلب:..... اخلاص کے حصول کے طریقے اور ریاکاری کا علاج:

یہ بات معلوم ہوگئی کہ ریاکاری عمل کو ضائع کرنے والی، اللہ کے غضب اور ناراضی کا سبب، ہلاک کرنے والی اور مسلمانوں کے لیے مسیح دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے، اور جس چیز کی یہ حالت ہو وہ اس قابل ہے کہ پوری جان فشرانی سے اس کا ازالہ و علاج کیا جائے اور اس کی رگیں اور جڑیں کاٹ کر رکھ دی جائیں۔

ریاکاری کے ازالہ و علاج اور اخلاص کے حصول کے چند طریقے حسب ذیل ہیں:

۱: دنیا کی خاطر عمل اور ریاکاری کے انواع و اقسام اور اسباب و محرکات کی معرفت حاصل کرنا اور انھیں جڑ سے اکھاڑ پھینکنا، اسباب و محرکات کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

۲: اہل سنت والجماعت کے مذہب کے مطابق کتاب و سنت پر مبنی اللہ کے اسماء و صفات اور افعال کی صحیح معرفت کے ذریعے اللہ کے جلال و عظمت کا علم حاصل کرنا: کیونکہ جب بندہ کو اس بات کا علم ہوگا کہ اللہ واحد ہی تہا نفع و نقصان، عزت و ذلت، پستی و برتری، دینے نہ دینے، مارنے جلانے کا مالک، خیانت کرنے والی آنکھوں اور سینوں میں پوشیدہ رازوں کا جاننے والا ہے، نیز یہ کہ اللہ وحدہ لا شریک ہی تہا مستحق عبادت ہے تو یہ ساری چیزیں اخلاص اور اللہ کے ساتھ سچائی پیدا کریں گی، لہذا توحید کی تمام اقسام کی صحیح معرفت حاصل کرنا ضروری ہے۔

۳: آخرت میں اللہ عزوجل کی تیار کردہ نعمت و عذاب، موت کی ہولناکیوں اور عذابِ قبر وغیرہ کی معرفت حاصل کرنا: کیونکہ جب بندہ کو ان چیزوں کا علم ہوگا اور وہ سمجھ دار ہوگا تو ریاکاری ترک کر کے اخلاص اپنائے گا۔

۴: دنیا کے لیے عمل کرنے، نیز عمل کو ضائع کرنے والی ریاکاری کی خطرناکی سے ڈرنا: کیونکہ جو کسی چیز سے ڈرتا ہے وہ اس سے بچتا رہتا ہے اور نجات پاتا ہے، اور جو ڈرتا

ہے وہ منہ اندھیرے سفر شروع کرتا ہے اور جو منہ اندھیرے سفر شروع کرتا ہے وہ منزل پالیتا ہے۔

لہذا آدمی کے لیے مناسب بلکہ ضروری ہے کہ جب اس کی خواہش مدح و ستائش کی آفت کی طرف جھنجھوڑے (آمادہ کرے) تو اپنے نفس کو ریاکاری کی آفتوں اور اللہ کی ناراضی کی یاد دلائے اور جسے لوگوں کی محتاجی اور کمزوری کا علم ہوتا ہے وہ راحت محسوس کرتا ہے، جیسا کہ بعض سلف نے کہا: ”اپنی ذات سے ریاکاری کے اسباب زائل کرنے کے لیے نفس سے جہاد کرو اور کوشش کرو کہ لوگ تمہارے نزدیک بچوں اور چوپایوں کی طرح ہوں، ان کے وجود اور عدم وجود میں اور انہیں تمہاری عبادت کے علم ہونے یا نہ ہونے میں ان تمام صورتوں میں تم اپنی عبادت میں کوئی فرق نہ کرو، بلکہ تمہا اللہ کے با علم ہونے پر اکتفا کرو۔“^①

اللہ وحدہ لا شریک کے فضل و کرم اور پھر عمل کی بربادی کے خوف ہی سے اہل علم و ایمان ریاکاری اور عمل کی بربادی سے محفوظ رہے۔ حضرت محمد بن ولید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ أَخَوْفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكَ الْأَصْغَرُ . قَالُوا : وَمَا الشِّرْكَ الْأَصْغَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ ؟ قَالَ : الرِّيَاءُ . ” يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِذَا جُزِيَ النَّاسُ بِأَعْمَالِهِمْ : اذْهَبُوا إِلَى الَّذِينَ كُنْتُمْ تَرَاوُونَ فِي الدُّنْيَا فَاَنْظُرُوا هَلْ تَجِدُونَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً .))^②

”مجھے سب سے زیادہ جس چیز کا تم پر خوف ہے وہ شرکِ اصغر ہے۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! شرکِ اصغر کیا ہے؟ فرمایا: ریاکاری، قیامت کے

① دیکھئے: الاخلاص والشرك الاصغر، ص: ۱۵۔

② مسند احمد بن حنبل: ۴۲۸/۵۔ اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ نے صحیح الجامع (۲/۵۴) میں صحیح قرار دیا ہے۔

روز جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا دے گا تو ریاکاروں سے کہے گا:
دنیا میں جنہیں دکھانے کے لیے تم اعمال کیا کرتے تھے، انہی کے پاس جاؤ، دیکھو
کیا ان کے پاس تمہیں بدلہ ملتا ہے؟ (تو انہی سے لے لو۔)“

اور اسی عظیم خطرہ کے سبب حضرات صحابہ کرام، تابعین اور اہل علم و ایمان اس خطرناک
بلا و مصیبت سے ڈرتے رہے۔ اس قبیل کی چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

(الف) اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا آتَوْا وَقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ

رُجِعُونَ ﴿٦٠﴾ [المؤمنون: ٦٠]

”اور جو لوگ دیتے ہیں جو کچھ دیتے ہیں اور ان کے دل کپکپاتے ہیں کہ وہ اپنے
رب کی طرف لوٹنے والے ہیں۔“

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا وہ شخص مراد

ہے جو زنا، چوری اور شراب خوری کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَا بِنْتَ أَبِي بَكْرٍ (أَوْ بِنْتَ الصِّدِّيقِ) وَلَكِنَّهُ الرَّجُلُ يَصُومُ
وَيَتَصَدَّقُ وَيُصَلِّي وَهُوَ يَخَافُ أَلَّا يُتَقَبَّلَ مِنْهُ)) ❶

”نہیں اے ابوبکر (یا صدیق) کی بیٹی! بلکہ یہ وہ شخص ہے جو روزے رکھتا ہے،

صدقہ کرتا ہے اور نمازیں پڑھتا ہے پھر بھی اسے اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ

اس کی نیکیاں قبول نہ ہوں۔“

(ب) ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”میں نے نبی کریم ﷺ کے تیس صحابہ کو پایا، وہ

❶ سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب التوقی فی العمل: ۱۴۰۴ / ۲، حدیث: ۴۱۹۸۔ ترمذی، کتاب

تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المؤمنون: ۳۲۷ / ۵، حدیث: ۳۱۷۵۔ اس حدیث کو علامہ شیخ البانی رحمہ اللہ

نے سلسلۃ الاحادیث صحیحہ، حدیث نمبر: ۱۶۲ اور صحیح سنن ابن ماجہ ۴۰۹ / ۲ میں صحیح قرار دیا

سب کے سب اپنے آپ پر نفاق کا خطرہ محسوس کرتے تھے، ان میں سے کوئی بھی یہ نہ کہتا تھا کہ وہ جبریل و میکائیل علیہما السلام کے ایمان پر ہے۔“^①

(ج) حضرت ابراہیم تیمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”میں نے جب بھی اپنے قول کو اپنے عمل پر

پیش کیا تو مجھے خوف ہوا کہ میں جھٹلانے والوں میں سے نہ ہوں۔“^②

(د) حضرت حسن رحمہ اللہ سے روایت کیا جاتا ہے کہ انھوں نے فرمایا: ”(ریا کاری) سے

مومن ہی ڈرتا ہے اور اس سے منافق ہی مامون ہوتا ہے۔“^③

(ه) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کہا: ”میں تمہیں اللہ کا

واسطہ دیتا ہوں، کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ نے میرا نام بھی منافقوں میں سے بتایا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: نہیں، لیکن آپ کے بعد میں کسی اور کا تزکیہ نہیں کروں

گا۔“^④

(و) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا: ”اے اللہ! میں

نفاق کے خشوع سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔“ دریافت کیا گیا: ”نفاق کا خشوع کیا

ہے؟“ تو فرمایا: ”تم دیکھو کہ جسم سے تو خشوع کا اظہار ہو رہا ہے مگر دل خشوع سے

خالی ہے۔“^⑤

① صحیح بخاری تعلیقاً بصیغہ جزم و یقین، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ”اسے ابن ابی خنیس نے اپنی تاریخ میں بسند متصل روایت کیا ہے۔ دیکھئے: فتح الباری: ۱۱۰/۱۔“

② صحیح بخاری تعلیقاً بصیغہ جزم و یقین، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ”اسے مصنف (امام بخاری) نے ”التاریخ“ میں بسند متصل روایت کیا ہے۔ دیکھئے: فتح الباری: ۱۱۰/۱۔“

③ بخاری مع فتح الباری، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ”اسے جعفر الفریابی نے کتاب صفات المنافقین میں بسند متصل روایت کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے: فتح الباری: ۱۱۱/۱۔“

④ ابن کثیر نے اس سے ملتے جلتے الفاظ میں البدایہ والنہایہ میں ذکر کیا ہے: ۱۹/۵۔ نیز دیکھئے: صفات المنافقین از ابن القیم، صفحہ: ۳۶۔“

⑤ اسے امام ابن القیم نے صفات المنافقین میں ذکر کیا ہے۔ صفحہ: ۳۶۔“

(ز) حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انھوں نے فرمایا: ”اگر مجھے یقین ہو جائے کہ اللہ نے میری ایک نماز قبول فرمائی ہے تو یہ میرے نزدیک دنیا اور اس کی ساری نعمتوں سے بھی زیادہ محبوب ہے۔“

اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿۲۷﴾﴾ [المائدة: ۲۷]

”بے شک اللہ عزوجل متقیوں ہی سے قبول فرماتا ہے۔“^①

(ک) حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ فرماتے ہیں: ”میں نے رسول اللہ ﷺ کے ایک سو بیس انصاری صحابہ کو پایا، ان میں سے کسی سے بھی کوئی مسئلہ دریافت کیا جاتا تو ہر ایک یہی چاہتا کہ اس کا بھائی (مسئلہ بتا کر) اس کی طرف سے کفایت کر دے۔“^②

۵: اللہ کی مذمت سے فرار: کیونکہ لوگوں کی مذمت سے فرار اختیار کرنا ریاکاری کے اسباب میں سے ہے، لیکن عقل مند جانتا ہے کہ اللہ کی مذمت سے بچنا زیادہ ضروری ہے، کیونکہ اللہ کی مذمت عیب کی چیز ہے، جیسا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ”اے اللہ کے رسول! میری تعریف باعث زینت ہے اور میری مذمت عیب دار کرنے والی ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ذَاكَ اللَّهُ))^③

”یہ اللہ کی خصوصیت ہے۔“

اس میں کوئی شک نہیں کہ بندہ جب لوگوں سے ڈرتا ہے تو اور اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کو راضی و خوش کرتا ہے تو اللہ عزوجل اس سے ناراض و غضب ناک ہو جاتا ہے اور لوگوں کو بھی

① اسے امام ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ذکر فرمایا ہے: ۴۱/۲۔ اور ابن ابی حاتم کی طرف سے منسوب کیا ہے۔

② سنن دارمی: ۵۳/۱، کتاب الزهد از ابن المبارک: ۱۴۰/۱، حدیث: ۴۹۔

③ مسند أحمد: ۴۸۸/۳، ۳۹۴/۱۶۔ بروایت اقرع بن حابس رضی اللہ عنہ۔ اس کی سند حسن ہے، نیز اسے

امام ترمذی نے روایت کیا ہے اور حسن قرار دیا ہے، حدیث: ۳۲۶۳۔

اس سے ناراض کر دیتا ہے، تو کیا آپ لوگوں کی ناراضی سے ڈرتے ہیں؟ اگر آپ دعوائے اخلاص میں واقعی سچے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس سے ڈریں۔

۶: جن چیزوں سے شیطان دور بھاگتا ہے ان کی معرفت حاصل کرنا: کیونکہ شیطان ریاکاری کا منبع اور مصیبت کی جڑ ہے، شیطان بہت ساری چیزوں سے بھاگتا ہے ان میں سے بعض یہ ہیں: اذان، تلاوت قرآن، سجدہ تلاوت، شیطان سے اللہ کی پناہ طلبی، گھر سے نکلنے اور مسجد میں داخل ہوتے وقت ”بسم اللہ“ کہنا ساتھ ہی اس سے متعلق مشروع دعا پڑھنا، نیز صبح و شام کے اذکار، نماز کے بعد کے اذکار اور تمام مشروع اذکار کی پابندی کرنا۔^①

۷: کثرت سے خیر کے کام اور (مشاہدہ میں نہ آنے والی) خفیہ عبادتیں انجام دینا اور انھیں پوشیدہ رکھنا: جیسے قیام اللیل (تہجد) خفیہ صدقہ، تنہائی میں اللہ کے خوف سے رونا، نفل نمازیں، دینی بھائیوں کے لیے ان کی عدم موجودگی میں دُعا کرنا، کیونکہ اللہ عزوجل خفیہ متقی پر ہیزگار بندہ سے محبت کرتا ہے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْعَبْدَ التَّقِيَّ الْغَنِيَّ الْخَفِيَّ))^②

”بے شک اللہ عزوجل پوشیدہ، مال دار، تقویٰ شعار بندہ سے محبت کرتا ہے۔“

۸: لوگوں کی مذمت اور تعریف کی پروا نہ کرنا: کیونکہ اس سے نہ تو نقصان پہنچتا ہے نہ نفع، بلکہ ضروری ہے کہ اللہ کی مذمت کا خوف ہو اور اللہ کے فضل و احسان سے خوشی۔ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا ۖ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا

① اس سلسلہ میں تفصیل کے لیے ملاحظہ کریں: کتاب مقامع الشيطان في ضوء الكتاب والسنة، از سليم

ہلالی۔ یہ انتہائی اہم کتاب ہے۔ نیز الاخلاص از حسين عوانشة، ص: ۵۷ تا ۶۳۔

② صحيح مسلم، كتاب الزهد: ۴ / ۲۲۷۷، حديث: ۲۹۶۵۔

يَجْتَعُونَ ﴿٥٨﴾ [یونس : ٥٨]

”آپ کہہ دیجیے کہ بس لوگوں کے فضل و انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے، وہ

اس چیز سے بدرجہا بہتر ہے جسے وہ جمع کر رہے ہیں۔“

لہذا اے اللہ کے بندے! مدح و ثنا کی محبت سے اس طرح بے رغبت ہو جاؤ جس طرح عشاقِ دنیا آخرت سے بے رغبت ہوتے ہیں، جب تمہیں یہ چیز حاصل ہو جائے گی تو تمہارے لیے اخلاص سہل ہو جائے گا۔^①

مدح و ثنا کی محبت سے بے رغبتی کو اس چیز کا یقینی علم بھی آسان اور سہل بنا دیتا ہے کہ اللہ واحد کے سوا نہ کسی کی مدح و ثنا کوئی نفع اور زینت عطا کر سکتی ہے اور نہ ہی کسی کی مذمت نقصان پہنچا سکتی اور عیب لگا سکتی ہے، لہذا اس کی مدح و ستائش سے بے رغبتی اختیار کرو جس کی تعریف زینت نہیں عطا کر سکتی اور اس کی مذمت سے بے رغبت ہو جاؤ جس کی مذمت کوئی عیب نہیں لگا سکتی، اور اس ذات کی تعریف کے خواہش مند بنو جس کی تعریف میں ساری زینت ہے اور جس کی مذمت میں سارا عیب ہے، لیکن صبر و یقین کے بغیر اس پر قدرت پانا ناممکن ہے، جس شخص کے پاس صبر و یقین نہیں اس کی مثال بلاکشتی سمندر میں سفر کرنے والے کی ہے۔^②

اپنے مذمت گر کو دیکھو، اگر وہ سچا اور آپ کا ہی خواہ ہے تو اس کی ہدایت و نصیحت قبول کر لو، کیونکہ اس نے تمہیں تمہارے عیوب ہدیہ کیے ہیں اور اگر وہ جھوٹا ہے تو اس نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا اور آپ نے اس کی بات سے فائدہ اٹھایا، کیونکہ اس نے آپ کو وہ چیزیں بتائیں جن کا آپ کو علم نہ تھا اور آپ کو آپ کے بھولے ہوئے گناہ یاد دلادیئے، اگرچہ آپ پر تہمت ہی کیوں نہ لگائی ہو کیونکہ اگر آپ میں وہ عیب نہ بھی ہو تو دوسرا عیب ضرور ہوگا، لہذا آپ اپنے اوپر اللہ کی نعمت یاد کریں کہ اس نے اس تہمت گر کو آپ کے عیوب سے مطلع نہ کیا، اور اگر آپ صبر کریں اور ثواب کی نیت کر لیں تو یہ تہمت آپ کے گناہوں کا کفارہ ہوگی، آپ

① الفوائد، از ابن القیم، ص: ٦٧۔ ② دیکھئے: الفوائد از ابن القیم، ص: ٢٦٨۔

کو یہ بھی جاننا چاہیے کہ اس نادان نے خود اپنے آپ ظلم کیا ہے اور اللہ کی ناراضی سے دوچار ہوا ہے، لہذا آپ اس سے بہتر بن کر اس کے ساتھ عفو و درگزر کا معاملہ کریں اور اس کے لیے بخشش طلب کریں۔ ارشادِ باری ہے:

﴿أَلَا يُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۷﴾﴾

[النور: ۲۲]

”کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تمہاری مغفرت فرمادے، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔“

۹: موت کی یاد اور قلتِ آرزو: اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَإِنَّمَا تُوَفَّقُونَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۗ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ۗ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ ﴿۱۸۵﴾﴾ [آل عمران: ۱۸۵]

”ہر جان موت کا مزہ چکھنے والی ہے اور قیامت کے دن تمہیں اپنا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، پس جو شخص آگ سے ہٹا دیا جائے اور جنت میں داخل کر دیا جائے بے شک وہ کامیاب ہو گیا اور دنیا کی زندگی تو صرف دھوکے کا سامان ہے۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۗ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِأَيِّ أَرْضٍ تَمُوتُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ﴿۳۴﴾﴾ [لقمان: ۳۴]

”کوئی بھی نہیں جانتا کہ کل کیا (کچھ) کرے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا بے شک اللہ تعالیٰ جاننے والا خبر رکھنے والا ہے۔“

۱۰: سوء خاتمہ کا خوف: چنانچہ بندے کو ڈرنا چاہیے کہ ریا اور دکھاوے کے یہ اعمال ہی اس کا آخری عمل اور اس کی زندگی کا آخری لمحہ نہ ہو جائیں کہ اس کے نتیجہ میں بڑا عظیم خسارہ اٹھانا پڑے، کیونکہ انسان کی جس حالت میں موت واقع ہوتی ہے قیامت کے دن وہ اسی حالت میں اٹھایا بھی جائے گا لوگ اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے اور سب سے

بہتر اعمال آخری اعمال ہوا کرتے ہیں۔

۱۱: مخلص و تقویٰ شعار افراد کی صحبت اور ہم نشینی اختیار کرنا: کیونکہ مخلص ہم نشین آپ کو خیر سے محروم نہ کرے گا اور آپ اس سے اپنے لیے نیک نمونہ پائیں گے، لیکن اگر ریاکار اور مشرک شخص کا عمل اپنائیں گے تو وہ آپ کو جہنم کی آگ میں جلادے گا۔

۱۲: اللہ عزوجل سے دعا و مناجات اور اس کی پناہ لینا: اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں اس کی تعلیم دی ہے، فرمایا:

((أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا هَذَا الشِّرْكَ فَإِنَّهُ أَخْفَى مِنْ دَبِيبِ النَّمْلِ .))

”اے لوگو! اس شرک سے بچو، کیونکہ یہ چیونٹی کی چال سے بھی پوشیدہ تر ہے۔“

بعض صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! جب یہ چیونٹی کی چال سے بھی

پوشیدہ اور باریک ہے تو ہم اس سے کیسے بچ سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ کہا کرو!

((اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ اَنْ نُشْرِكَ بِكَ شَيْئًا نَعْلَمُهُ وَنَسْتَغْفِرُكَ لِمَا

لَا نَعْلَمُهُ .)) ❶

”اے اللہ! ہم اس بات سے تیری پناہ چاہتے ہیں کہ کسی ایسی چیز کو تیرا شریک

بنائیں جسے ہم جانتے ہوں، اور تجھ سے اس چیز کی بخشش مانگتے ہیں جسے ہم نہیں

جانتے۔“

۱۳: بندہ کی یہ چاہت کہ اللہ سے یاد کرے اور وہ اللہ کی یاد کی چاہت کو مخلوق کی مدح و ثنا کی

چاہت پر مقدم رکھے: ارشاد باری ہے:

﴿ فَاذْكُرُونِيْٓ آَذْ كُرْتُمْ ۝۱۵۲ [البقرة: ۱۵۲]

”تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔“

اور نبی کریم ﷺ (حدیث قدسی میں) اپنے رب سبحانہ و تعالیٰ سے روایت کرتے

❶ اسے امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے: ۴۰۳/۴۔ اس کی سند جدید ہے، نیز دیکھئے: صحیح الجامع: ۲۳۳/۳،

صحیح الترغیب والترہیب از علامہ البانی: ۱۹/۱۔

ہوئے فرماتے ہیں:

((أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِ بِي وَأَنَا مَعَهُ إِذَا ذَكَرَنِي ، فَإِنْ ذَكَرَنِي فِي نَفْسِهِ ذَكَرْتُهُ فِي نَفْسِي ، وَإِنْ ذَكَرَنِي فِي مَلَأِ ذَكَرْتُهُ فِي مَلَأِ خَيْرٍ مِنْهُمْ ، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شَبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا ، وَإِنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ مِنْهُ بَاعًا ، وَإِنْ أَتَانِي يَمْشِي أَتَيْتُهُ هَرْوَلَةً)) ❶

”میں اپنے سلسلہ میں اپنے بندے کے گمان کے پاس ہوتا ہوں اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر وہ اپنے نفس میں مجھے یاد کرتا ہے تو میں اسے اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں، اور اگر وہ مجھے کسی جماعت کے درمیان یاد کرتا ہے تو میں اسے اس سے بہتر جماعت (فرشتوں) میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ کے بقدر قریب آتا ہے تو میں دونوں ہاتھوں کے درمیان کی دُوری کے بقدر اس سے قریب آتا ہوں اور اگر وہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔“ واللہ المستعان۔ ❷

۱۳: لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اس کا لالچ نہ کرنا، کیونکہ اخلاص اور مدح و ثنا کی محبت اور لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اس کے لالچ کا ایک دل میں اکٹھا ہونا اسی طرح ناممکن ہے جس طرح آگ اور پانی کا اور گواہ اور مچھلی کا یکجا ہونا محال ہے، چنانچہ جب

❶ متفق علیہ بروایت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ: بخاری (الفاظ بخاری کے ہیں)، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ: ﴿وَيَحْتَدِرُكُمْ اللَّهُ نَفْسُهُ﴾: ۲۱۶/۸، حدیث: ۷۴۰۵۔ مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب الحث علی ذکر اللہ: ۲۰۶۱/۴، حدیث: ۲۶۷۵۔

❷ مذکورہ امور کی تفصیل کے لیے دیکھئے: منهاج القاصدین، ص: ۲۲۱، ۲۲۳، کتاب الاخلاص از حسین عوائشہ، ص: ۴۱ تا ۶۴۔ الریاء ذمہ وأثره الشیء فی الامۃ از سلیم ہلالی، ص: ۶۱ تا ۷۲۔ الاخلاص والشرك از ڈاکٹر عبدالعزیز بن عبداللطیف، ص: ۱۳۔

آپ کے جی میں اخلاص کی چاہت پیدا ہو تو سب سے پہلے لالچ کی طرف متوجہ ہو کر اسے لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اس کی ناامیدی کی چھری سے ذبح کر دیں، لالچ کے ذبح کرنے کو اس بات کا یقینی علم آسان اور سہل بنا دیتا ہے کہ لالچ کی جانے والی ہر چیز کا خزانہ اللہ واحد ہی کے ہاتھ میں ہے، نہ اللہ کے علاوہ کوئی اس کا مالک ہے نہ اس کے سوا کوئی بندہ اس میں سے کچھ عطا کر سکتا ہے۔^①

۱۵: اخلاص کے فوائد و ثمرات اور دنیا و آخرت میں اس کے نیک انجام کی معرفت حاصل کرنا، ان ثمرات میں سے یہ بھی ہے کہ اخلاص امت کی نصرت، اللہ کے عذاب سے نجات، دنیا و آخرت میں منازل و درجات کی بلندی، دنیا میں گمراہی سے حفاظت، اللہ عز و جل اور اہل ارض و سما کی بندہ سے محبت سے شرف یابی، نیک نامی، دنیا و آخرت کی مصیبتوں سے نجات، نیک بختی، توفیق الہی کا احساس و شعور اور اس سے اطمینان، پریشانیوں اور دشواریوں کے برداشت کی قوت، دلوں میں ایمان کی آرائش و زیبائش، دعا کی قبولیت، نیز قبر میں نعمت اور خوشی کی بشارت کا سبب ہے۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے۔^②

لہذا جس مسلمان کو اللہ کی خوشنودی اور اپنی نجات کی طلب اور اللہ کی محبت کی چاہت ہو اسے چاہیے کہ اخلاص کے حصول اور ریاکاری سے بچنے کی بھرپوری کوشش کرے۔

میں اللہ سے دعا گو ہوں کہ وہ مجھے، آپ کو، مسلمانوں کے تمام دعاۃ و مبلغین اور ان کے ائمہ کو، نیز عام لوگوں کو اس خطرناک مصیبت سے محفوظ رکھے۔ (آمین) وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ .



① دیکھئے: الفوائد، از ابن القیم، ص: ۲۶۷، ۲۶۸۔

② دیکھئے: کتاب الاخلاص از عوائشہ، ص: ۶۴ تا ۶۶۔



مقدمہ

إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ ، نَحْمَدُهُ ، وَنَسْتَعِينُهُ ، وَنَسْتَغْفِرُهُ ، وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ
 شُرُورِ أَنْفُسِنَا ، وَسَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا ، مَنْ يَهْدِهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ
 يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ ، وَأَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ ،
 وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَأَصْحَابِهِ
 وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ ، وَسَلِّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا .
 أَمَّا بَعْدُ !

سنت کے نور اور بدعت کی تاریکیوں کے سلسلہ میں یہ ایک مختصر سا رسالہ ہے، جس میں
 میں نے سنت کے مفہوم اور اہل سنت کے نام کی وضاحت کی ہے اور یہ کہ سنت ہی مطلق نعمت
 ہے، نیز سنت اور اہل سنت کے مقام اور ان کی علامتوں کی وضاحت کی ہے: بدعت اور اہل
 بدع کے مقام، بدعت کے مفہوم، قبولیت عمل کی شرطیں، دین میں بدعت کی مذمت، بدعات
 کے اسباب اور بدعت کے اقسام و احکام قبروں وغیرہ کے پاس بدعات کی قسمیں، عصر حاضر
 کی مروجہ بدعات، بدعتی کی توبہ کا حکم اور بدعات کے آثار و نقصانات کا تذکرہ کیا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ سنت ہی وہ زندگی اور نور ہے جس میں بندے کی سعادت و
 ہدایت کا راز مضمر ہے، اور گام سنت کے رہروؤں کو سنت بلند یوں پر لاکھڑا کرتی ہے، اگرچہ
 اعمال میں وہ کچھ پیچھے ہوں، ارشاد الہی ہے:

﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ﴾ [آل عمران: ۱۰۶]

”جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ۔“

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

”یعنی اہل سنت والجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت و افتراق کے چہرے سیاہ ہوں گے۔“^①

صاحب سنت (تبع سنت) زندہ دل، روشن ضمیر اور ظاہری و باطنی طور پر احکام الہی کا پیرو اور رسول اللہ ﷺ کا تابع فرمان ہوتا ہے۔

بدعتی مردہ دل اور تاریک ضمیر ہوتا ہے، اہل بدعت پر تاریکی غالب ہوتی ہے، چنانچہ ان کے دل اور ان کے سارے حالات تاریک ہوتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ جسے سعادت سے نوازنا چاہتا ہے اسے بدعت کی ان کالی گھٹاؤں سے نکال کر سنت کے نور میں لا داخل کرتا ہے۔^②

میں نے اس بحث کو دو مباحث میں تقسیم کیا ہے اور ہر بحث کے تحت حسب ذیل چند مطالب ہیں:

پہلی بحث:..... سنت کی روشنی

پہلا مطلب: سنت کا مفہوم

دوسرا مطلب: اہل سنت کے نام

تیسرا مطلب: سنت مطلق نعمت ہے

چوتھا مطلب: سنت کا مقام

پانچواں مطلب: صاحب سنت کا مقام اور بدعتی کا انجام

دوسری بحث:..... بدعت کے اندھیرے

پہلا مطلب: بدعت کا مفہوم

دوسرا مطلب: عمل کی قبولیت کی شرطیں

تیسرا مطلب: دین اسلام میں بدعت کی مذمت

① اجتماع الحيوش الإسلامية على غزو المعطلة والجهمية، از امام ابن قيم ربيعہ ۳۹/۲.

② دیکھئے: اجتماع الحيوش الإسلامية على غزو المعطلة والجهمية، از امام ابن قيم ربيعہ ۳۹/۲.

چوتھا مطلب: بدعت کے اسباب
پانچواں مطلب: بدعت کی اقسام
چھٹا مطلب: دین میں بدعت کا حکم اور اس کی اقسام
ساتواں مطلب: قبروں کے پاس انجام دی جانے والی بدعات
آٹھواں مطلب: عصر حاضر کی مروجہ بدعات
نواں مطلب: بدعتی کی توبہ
دسواں مطلب: بدعات کے اثرات اور نقصانات

اللہ عزوجل سے دعا ہے کہ وہ اس عمل کو مبارک اور خالص اپنی رضا کے لیے بنائے اور میرے لیے میری زندگی میں اور مرنے کے بعد نفع بخش بنائے، اور جس تک بھی یہ کتاب پہنچے اسے اس کے ذریعہ نفع پہنچائے، بے شک اللہ کی ذات سب سے بہتر ہے جس سے سوال کیا جاتا ہے اور انتہائی کریم ہے جس سے امید وابستہ ہے، وہی ہمارے لیے کافی اور بہترین کارساز ہے، ہر طرح کا تصرف اور قوت اللہ عظیم و برتر کے ہاتھ میں ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّم وَبَارَكَ عَلٰى عَبْدِهِ وَرَسُوْلِهِ ، وَخَيْرَتِهِ مِنْ
خَلْقِهِ نَبِيْنَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهِ وَاَصْحَابِهِ وَاَمَّنْ تَبِعَهُمْ بِاِحْسَانٍ
اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ .

مؤلف

بروز بدھ، مطابق ۱۷/۱۰/۱۳۱۹ھ



عرض مترجم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدٍ الْمَبْعُوْثِ رَحْمَةً
لِّلْعٰلَمِيْنَ .
اَمَّا بَعْدُ!

سنت نبوی ﷺ وحی الہی کا دوسرا جز ہے، جو قرآن کریم کی تفسیر اور اس کی شرح و بیان ہے، اسلام میں سنت کی حیثیت سکھ کے دوسرے رخ کی ہے جس کے بغیرہ چارہ کار نہیں، سنت نبوی کا منکر بعینہ اسی طرح کافر اور خارج از اسلام ہے جس طرح قرآن کا منکر۔ سنت نبوی انصاف کا وہ آئینہ ہے جس میں دنیا کا ہر شخص اپنے عیوب کو دیکھ کر اس کی اصلاح کر سکتا ہے، سنت نبوی کی اسی اہمیت کے پیش نظر اللہ تبارک و تعالیٰ نے بے شمار مقامات پر نبی کریم ﷺ کی اطاعت و اتباع کا حکم دیا ہے، اور اس پر بیش بہا انعامات کا وعدہ فرمایا ہے۔ سنت کے بالمقابل ”بدعت“ ہے، جسے قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں سراپا ضلالت و گمراہی سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی ایجاد کرنے اور اس پر عمل کرنے سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ بدعت دراصل جاہل حق سے انحراف کا چوراہا اور ضلالت و گمراہی کا سرچشمہ ہے، بدعات کی ایجاد اور ان پر عمل کرنے سے سنتوں کی بیخ کنی ہوتی ہے، ان تمام باتوں کی دلیل کتاب و سنت میں بکثرت موجود ہیں۔

موجودہ دور میں چونکہ بدعت نے سنت کا چولا پہنا ہوا ہے اور اسلام کی جانب منسوب بے شمار افراد اور جماعتوں کے نزدیک اس کا حقیقی مفہوم اجنبی اور غیر مانوس بن چکا ہے، جس کے نتیجے میں ایسے لوگ بدعات کی بدبو اور سنزاد میں جینے اور سانس لینے کے باوجود اپنے آپ کو سنت کا اصلی وارث اور ٹھیکے دار سمجھنے اور دوسروں کو باور کرانے بلکہ اسے ہی عین اسلام قرار

دینے پر تلے ہوئے ہیں، اس لیے موجودہ دور میں اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ اس موضوع پر کثرت سے زبان و قلم کی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ایسے لوگوں کو بالخصوص اور عوام کو سنت و بدعت کا فرق سمجھایا جائے اور انہیں بدعت و ضلالت کے دلدل سے باہر لانے کی سعی کی جائے۔

زیر نظر کتاب بھی اسی موضوع کی ایک اہم اور اچھوتی کڑی ہے، جسے مملکت سعودیہ عربیہ کے معروف صاحب علم، باذوق محقق اور منہج سلف کے بے لاگ داعی جناب فضیلۃ الشیخ ڈاکٹر سعید بن علی القحطانی حفظہ اللہ نے تالیف کیا ہے۔

کتاب چونکہ مختصر ہونے کے باوجود انتہائی جامع اور مدلل تھی، اس لیے راقم کے ذہن میں اسے اردو کا جامہ پہنانے کا داعیہ پیدا ہوا، اور الحمد للہ اللہ کی توفیق اور اس کی نصرت و تائید سے کتاب کا ترجمہ پایہ تکمیل کو پہنچا اور اب آپ قدر دانوں کے ہاتھوں میں ہے۔

کتاب کے ترجمہ و طباعت اور اشاعت پر میں سب سے پہلے اپنے اللہ ذوالکرم کا شکر ادا کرتا ہوں جس کی توفیق اور مدد سے کتاب پایہ تکمیل کو پہنچی، اس کے بعد اپنے والدین بزرگوار کا شکر ادا کرتا ہوں جن کی انتھک تعلیمی و تربیتی کوششوں کی بدولت دین اسلام کی ادنیٰ سی خدمت کا شرف حاصل ہوا، اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و عقبیٰ کی بھلائیوں سے نوازے۔ (آمین)

بعد وہ اپنے مشرف و مستشار جناب فضیلۃ الشیخ ابوالمکرم عبدالجلیل حفظہ اللہ کا شکر یہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جنہوں نے اپنی تمام تر مصروفیات کے باوجود کتاب کا انتہائی سے وقت سے مراجعہ کیا اور تصحیح فرمائی اور پھر کتاب کی کتابت، طباعت اور دیگر ضروری امور میں مکمل سرپرستی اور تعاون عطا فرمایا، نیز لمحہ بہ لمحہ ہمہ قسم کے مفید علمی مشوروں سے نوازا۔

اخیر میں اپنے فاضل بھائی جناب ابوسلطان ارشد مغل حفظہ اللہ کا بھی شکر یہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جنہوں نے کتاب کی طباعت اور اس سے متعلق ضروری امور میں بھرپور تعاون سے نوازا، اور اپنے ان تمام احباب کا شکر یہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے ہمیں کسی بھی قسم کے تعاون سے نوازا، فجزاھم اللہ جمیعاً عنی خیر الجزاء۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس کتاب کے مؤلف، مترجم، مصحح اور ناشر کو اخلاص قول و عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

آپ کا مخلص

ابو عبد اللہ / عنایت اللہ بن حفیظ اللہ السنابلی

القصیم، سعودیہ عربیہ

ٹیلیفون: ۳۴۷۰۴۴۳ / ۶۰ - فیکس: ۳۴۷۰۷۳۰ / ۶



سنت کی روشنی

پہلا مطلب..... سنت کا مفہوم:

سنت کے کچھ اہل (تابع اور پیروکار) ہیں، اور ان کا ایک مخصوص عقیدہ ہے، نیز وہ حق پر متفق ہیں۔ لہذا مناسب ہے کہ سب سے پہلے میں ”عقیدۃ اهل السنة والجماعة“ میں شامل تینوں الفاظ کی تشریح کر دوں۔

عقیدہ کا لغوی مفہوم:

عقیدہ کا لغوی مفہوم:..... لفظ ”عقیدہ“ ”عقد“ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی باندھنے، اور مضبوط گرہ لگانے کے ہیں اور اسی سے پختگی و پیوستگی، جماؤ اور ہم آہنگی بھی ہے، عربی زبان میں کہا جاتا ہے ”عقد الحبل یعقدہ“ یعنی رسی کو مضبوطی کے ساتھ باندھا، اسی طرح کہا جاتا ہے ”عقد العهد والبیع“ یعنی پختہ عہد و پیمان اور خرید و فروخت کا معاملہ کیا، نیز کہا جاتا ہے ”عقد الإزار“ یعنی ازار کو اچھی طرح کسا اور ”العقد“ (باندھنا) ”الحل“ (کھولنا) کی ضد ہے۔^①

عقیدہ کا اصطلاحی مفہوم:

عقیدہ ایسے پختہ ایمان اور قطعی حکم اور فیصلہ کا نام ہے جس میں شک کی گنجائش نہ ہو، چنانچہ جس پر انسان ایمان رکھتا اور اس پر قلب و ضمیر سے پوری طرح مطمئن ہوتا، نیز اسے لائق اتباع دین و مذہب سمجھتا ہے وہی اس کا عقیدہ کہلاتا ہے۔ اب اگر یہ پختہ ایمان اور مستحکم

① المحيط از فیروز آبادی، باب دال، فصل عین، ص: ۳۸۳، نیز معجم مقائیس اللغة، از ابن فارس،

کتاب عین، ص: ۶۷۹.

فیصلہ صحیح ہوگا تو عقیدہ بھی صحیح ہوگا، جیسا کہ ”اہل سنت و جماعت“ کا عقیدہ ہے، اور اگر باطل ہوگا تو عقیدہ بھی باطل ہوگا، جیسا کہ جملہ گمراہ اور باطل فرقوں کا عقیدہ ہے۔^①

اہل سنت کا مفہوم:

سنت کا لغوی مفہوم: عربی زبان میں سنت، طور طریقہ اور سیرت کو کہتے ہیں، خواہ اچھی ہو یا بُری۔^②

اور علماء عقیدہ اسلامیہ کی اصطلاح میں سنت اس اسوہ اور طریقہ کو کہتے ہیں جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم علمی، اعتقادی، قولی اور فعلی طور پر گامزن تھے۔ یہی وہ سنت ہے جس کی اتباع اور پیروی لازم ہے، اور جس کے متبعین لائق مدح و ستائش، اور مخالفین قابلِ صدمت ہیں، چنانچہ جب کہا جاتا ہے کہ ”فلاں اہل سنت میں سے ہے“ تو اس کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ صحیح، سیدھے اور لائق تعریف طریقہ والوں میں سے ہے۔^③

حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”سنت اس راہ کو کہتے ہیں جس پر چلا گیا ہو، چنانچہ اس میں اس منہج کی اتباع اور تمسک شامل ہے جس پر رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خلفاء راشدین گامزن تھے، خواہ عقائد ہوں، یا اعمال و اقوال ہوں اور یہی درحقیقت سنتِ کامل ہے۔“^④

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”سنت وہ امر ہے جس کے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت ہونے پر شرعی دلیل موجود ہو، خواہ رسول اللہ ﷺ نے اسے خود انجام دیا ہو، یا آپ کے زمانہ میں انجام دیا گیا ہو، کیونکہ اس وقت اس عمل کی ضرورت نہ تھی یا کوئی

① دیکھئے: مباحث فی عقیدة أهل السنة والجماعة، از ڈاکٹر ناصر عبد الکریم العقل، ص: ۹-۱۰۔

② لسان العرب، از ابن منظور، باب نون، فصل سین ۱۳/۲۲۵۔

③ دیکھئے: مباحث فی عقیدة أهل السنة والجماعة، از ڈاکٹر ناصر عبد الکریم العقل، ص: ۱۳۔

④ جامع العلوم والحکم، از ابن رجب، ۱/۱۲۰۔

مانع درپیش تھا۔“^① اور اس معنی کے اعتبار سے سنت ظاہری و باطنی طور پر نبی کریم ﷺ کے آثار کی اتباع اور سابقین اولین مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے طریقہ کی پیروی کا نام ہے۔“^②

جماعت کا مفہوم:

جماعت کا لغوی مفہوم: ”جماعت“ عربی زبان میں مادہ ”جمع“ سے ماخوذ ہے، جس کے معنی جمع کرنے، اتفاق کرنے اور اکٹھا ہونے کے ہیں۔ جو تفرقہ و اختلاف کی ضد ہے، علامہ ابن فارس رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”جیم، میم اور عین کا مادہ کسی شے کے ملنے اور اکٹھے ہونے پر دلالت کرتا ہے، کہا جاتا ہے: ”جمعت الشیء جمعاً“ یعنی میں نے فلاں شے کو اکٹھا کر دیا۔“^③

اور علماء عقیدہ اسلامیہ کی اصطلاح میں ”جماعت“ سے مراد امت کے سلف صالحین، یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور قیامت تک ان کی صحیح اتباع اور پیروی کرنے والے وہ جملہ افراد ہیں جنہوں نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ جیسی حق اور صحیح شاہراہ پر اتفاق کیا ہے۔“^④

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”جماعت وہ ہے جو حق کی موافقت کرے، خواہ تنہا آپ ہی کیوں نہ ہوں۔“

حضرت نعیم بن حماد رحمہ اللہ (اس کی وضاحت کرتے ہوئے) فرماتے ہیں:

”جب جماعت میں فساد و بگاڑ پیدا ہو جائے، تو آپ پر ضروری ہے کہ فساد

① مجموع فتاویٰ شیخ الإسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ۳۱۷/۲۱۔

② مجموع فتاویٰ شیخ الإسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ۱۵۷/۳۔

③ معجم المقائیس فی اللغة، از ابن فارس، کتاب جیم، باب ما جاء من کلام العرب فی المضاعف والمطابق أوله جیم، ص: ۲۲۴۔

④ دیکھئے: شرح العقیلة الطحاویة، از ابن ابی العز، ص: ۶۸، نیز شرح العقیلة الواسطیة، از شیخ الإسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، تالیف: محمد خلیل ہراس، ص: ۶۱۔

و بگاڑ سے پہلے جماعت جس منہج اور عقیدہ پر گامزن تھی اسی پر قائم رہیں، اس صورت میں اگر آپ تنہا ہیں تو تنہا آپ ہی جماعت شمار ہوں گے۔“^①

دوسرا مطلب..... اہل سنت والجماعت:

۱۔ اہل سنت والجماعت:..... یہ وہ لوگ ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے منہج و طریقہ پر قائم و دائم، اور آپ ﷺ کی سنت کے صحیح تتبع اور پیروکار ہیں، یہ صحابہ، تابعین اور انہی کے نقش قدم پر چلنے والے وہ ائمہ دین و ہدایت ہیں جنہوں نے اتباع اور پیروی پر استقامت کا ثبوت دیتے ہوئے بدعت سے دوری اختیار کی، یہ کسی بھی جگہ اور کسی بھی زمانے میں ہوں رب ذوالجلال کی نصرت و تائید سے بہرہ مند اور قیامت تک باقی رہیں گے۔^②

اہل سنت کی وجہ تسمیہ:

اہل سنت والجماعت کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ سنت رسول ﷺ کی طرف منسوب اور اسے اپنے قول، فعل اور اعتقاد میں ظاہری و باطنی طور پر اپنانے پر متفق ہیں۔^③

حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِفْتَرَقَتِ الْيَهُودُ عَلٰى اِحْدٰى وَسَبْعِيْنَ فِرْقَةً فَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ
وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ ، وَاِفْتَرَقَتِ النَّصَارَى عَلٰى اثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ
فِرْقَةً فَاِحْدٰى وَسَبْعُونَ فِرْقَةً فِي النَّارِ وَوَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ
وَالَّذِي نَفْسٌ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَتَفْتَرِقَنَّ اُمَّتِيْ عَلٰى ثَلَاثٍ وَسَبْعِيْنَ

① اس بات کو امام ابن قیم رحمہ اللہ نے امام بیہقی رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے، اپنی کتاب ”إغاثة اللہفان“ (۷۰/۱) میں ذکر کیا ہے۔

② دیکھئے: مباحث عقیدة أهل السنة والجماعة، از ڈاکٹر ناصر بن عبد الکریم العقل، ص: ۱۴، ۱۳۔

③ دیکھئے: فتح رب البرية بتلخیص الحمویة، از شیخ محمد بن صالح عثیمین رحمہ اللہ، ص: ۱۰، و شرح العقيدة الواسطية، از شیخ صالح بن فوزان الفوزان ص: ۱۰۔

فِرْقَةٌ ، وَاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ وَاثْنَتَانِ وَسَبْعُونَ فِي النَّارِ “ قِيلَ :
يَا رَسُولَ اللَّهِ ، مَنْ هُمْ ؟ قَالَ : ” الْجَمَاعَةُ . “ ❶

”یہود اکہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے ایک جنتی ہے اور ستر جہنمی، اور نصاریٰ (عیسائی) بہتر فرقوں میں تقسیم ہوئے، ان میں سے صرف ایک جنتی ہے اور اکہتر جہنمی اور اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے! یقیناً میری امت تہتر فرقوں میں تقسیم ہوگی، ان میں سے صرف ایک فرقہ جنتی ہوگا، اور بہتر فرقے جہنمی ہوں گے، دریافت کیا گیا، اے اللہ کے رسول! وہ جنتی فرقہ کون سا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”جماعت“

حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی جامع ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ
”صحابہ نے پوچھا، اے اللہ کے رسول! وہ کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا:

”مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي .“ ❷

”جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔“

۲۔ فرقہ ناجیہ:..... (نجات یافتہ جماعت) یعنی جہنم سے نجات پانے والی جماعت، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرقوں کا تذکرہ کرتے ہوئے اس کا استثناء کیا اور فرمایا:
”كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلَّا وَاحِدَةٌ.“ ❸

”سارے فرقے جہنمی ہوں گے سوائے ایک کے“ یعنی صرف ایک جماعت جہنم سے نجات پائے گی۔

۳۔ طائفہ منصورہ:..... (غالب اور نصرت الہی سے سرفراز جماعت)

❶ یہ الفاظ ابن ماجہ کے ہیں، کتاب الفتن، باب افتراق الأمم ۲/۳۲۱، حدیث: ۳۹۹۲، ابوداؤد، کتاب

السنة، باب شرح السنة، ۴/۱۹۷، حدیث: ۴۵۹۶، ابن ابی عاصم، کتاب السنة، ۱/۲۳،

حدیث: ۶۳، علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح سنن ابن ماجہ میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے، ۲/۳۶۳۔

❷ سنن الترمذی، کتاب الإیمان، باب ما جاء في افتراق هذه الأمة، ۵/۲۶، حدیث: ۲۶۴۱۔

❸ دیکھئے: من أصول أهل السنة والجماعة، از شیخ صالح بن فوزان الفوزان، ص: ۱۱۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي قَائِمَةٌ بِأَمْرِ اللَّهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ أَوْ خَالَفَهُمْ حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ ظَاهِرُونَ عَلَى النَّاسِ .)) ❶

”میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ اللہ کے حکم (اسلام) پر قائم رہے گی، ان کی مدد سے ہاتھ کھینچنے والے یا ان کی مخالفت کرنے والے انہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم (فیصلہ) آجائے گا اور وہ بدستور تمام لوگوں پر غالب رہیں گے۔“

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت آئی ہے۔ ❷

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِّنْ أُمَّتِي ظَاهِرِينَ عَلَى الْحَقِّ لَا يَضُرُّهُمْ مَنْ خَذَلَهُمْ ، حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَذَلِكَ .)) ❸

”میری امت کی ایک جماعت ہمیشہ حق پر غالب رہے گی، ان کی مدد سے ہاتھ کھینچنے والے انہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکیں گے، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے گا اور وہ ویسے ہی غالب رہیں گے۔“

❶ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب حدثنا محمد بن المثنی، ۴/۲۲۵، حدیث: ۳۶۴۱، نیز صحیح مسلم (الفاظ اسی کے ہیں)، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: ”لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم“ ۲/۱۵۲۴، حدیث: ۱۰۳۷.

❷ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب حدثنا محمد بن المثنی، ۴/۲۲۵، حدیث: ۳۶۴۰، نیز صحیح مسلم (الفاظ اسی کے ہیں)، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: ”لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم“ ۲/۱۵۲۳، حدیث: ۱۹۲۱.

❸ صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: ”لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم“ ۲/۱۵۲۳، حدیث: ۱۹۲۰.

- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح کی روایت مروی ہے۔^①
- ۴۔ اہل سنت و جماعت کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ پر مضبوطی سے قائم اور سابقین اولین مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے عقیدہ و منہج پر گامزن ہیں، اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے ان کی بابت فرمایا: ((مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي))^②
- ”یعنی اہل سنت و الجماعت وہ لوگ ہیں جو میرے اور میرے صحابہ کے منہج پر قائم ہیں۔“
- ۵۔ اہل سنت و جماعت ہی وہ بہترین نمونہ ہیں جو راہ حق کی راہنمائی کرتے ہیں اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہیں، حضرت ایوب سختیانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
- ((إِنَّ مِنْ سَعَادَةِ الْحَدِيثِ ③ وَالْأَعْجَمِيِّ أَنْ يُوفَّقَهُمَا اللَّهُ لِعَالِمٍ مِّنْ أَهْلِ السُّنَّةِ.))^④
- ”کسی عامی اور عجمی کے لیے باعث سعادت ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اہل سنت کے کسی عالم (سے ملاقات اور استفادہ) کی توفیق عطا فرمادے۔“
- حضرت فضیل بن عیاض رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:
- ”اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ شہروں اور ملکوں کو زندگی عطا کرتا ہے اور وہ اہل سنت ہیں اور جو شخص یہ سمجھتا ہو کہ اس کے پیٹ میں حلال لقمہ ہی جاتا ہے تو وہ اللہ کی جماعت میں شامل ہے۔“^⑤
- ۶۔ اہل سنت سب سے بہتر لوگ ہیں، جو لوگوں کو بدعت اور اہل بدعت سے منع

① صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب قوله ﷺ: ”لا تزال طائفة من أمتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خالفهم“ ۱۰۲۳/۲، حدیث: ۱۹۲۳۔

② اس حدیث کی تخریج صفحہ (۲۸) میں گزر چکی ہے۔

③ ”الحدث“ کے معنی نوجوان (عامی نوجوان) کے ہیں، دیکھئے: النہایة فی غریب الحدیث والأثر، از ابن الاثیر، باب جاء مع دال، مادة ”حدث“ ۳۵۱/۱۔

④ شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، از لالکائی، ۱/۱۶۶، نمبر: ۳۰۔

⑤ حوالہ سابق، ۱/۷۲، نمبر: ۵۱۔

کرتے ہیں۔

ابوبکر بن عیاش سے پوچھا گیا، سنی کون ہے؟ تو انہوں نے فرمایا:
 ”سنی وہ ہے جس کے سامنے من مانی بے دلیل باتیں بیان کی جائیں تو ان کی
 طرف بالکل ہی نظر التفات نہ کرے۔“^①

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

”اہل سنت امت کے سب سے بہتر اور افضل ترین لوگ ہیں جو کہ صراط مستقیم،
 یعنی حق و اعتدال کی راہ پر گامزن ہیں۔“^②

۷۔ اہل سنت لوگوں میں بگاڑ پیدا ہو جانے پر اجنبی کہلائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَرِيبًا وَسَيَعُودُ كَمَا بَدَأَ غَرِيبًا فَطُوبَىٰ لِلْغُرَبَاءِ.“^③

”اسلام اجنبیت کے عالم میں آیا تھا اور عنقریب پھر اجنبیت سے دو چار ہوگا

جس طرح شروع میں تھا، تو خوش خبری (یا جنت) ہے اجنبیوں کے لیے۔“

مسند احمد بن حنبل کی ایک روایت میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

آپ سے پوچھا گیا کہ ”غرباء“ اجنبی کون لوگ ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ”الْغُرَبَاءُ ④ مِنْ
 الْقَبَائِلِ“^⑤

”اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر ہجرت کر جانے والے۔“

① شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، ۷۲/۱، نمبر: ۵۳۔

② دیکھئے: مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، ۳/۳۶۸-۳۶۹۔

③ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان أن الإسلام بدأ غريباً وسيعود غريباً، ۱/۱۳۰، حدیث: ۱۴۵۔

④ یعنی وہ اجنبی جو اپنے گھر بار اور کنبہ قبیلہ سے الگ ہو کر دور چلا گیا ہو، مفہوم یہ ہے کہ مہاجرین کے لیے خوش خبری

ہو جنہوں نے اللہ کے واسطے اپنے وطنوں سے ہجرت کی ہے، دیکھئے: النہایۃ فی غریب الحدیث والأثر، از ابن

الاثیر، ۴۱/۵۔

⑤ مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: ۱/۱۳۹۸۔

مسند احمد بن حنبل ہی کی ایک دوسری روایت میں حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ ”غرباء“ (اجنبی) کون لوگ ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”بہت سارے بُرے لوگوں میں کچھ صالح اور نیک لوگ، جن کی نافرمانی کرنے والے فرمانبرداروں سے زیادہ ہوں گے۔“^①

دوسری سند سے مروی ایک روایت میں ہے:

”لوگوں میں بگاڑ پیدا ہونے پر ان کی اصلاح کرنے والے۔“^②

چنانچہ اہل سنت، اہل بدعت، ہوا پرستوں اور گمراہ فرقوں کے درمیان اجنبی ہیں۔

۸۔ اہل سنت ہی حاملین علم ہیں: اہل سنت ہی دراصل حاملین علم ہیں، جو اس علم سے غلو

پسندوں کی تحریف، باطل پرستوں کی تراش خراش (کاٹ چھانٹ) اور جاہلوں کی

تاویلات کو دور کرتے ہیں۔ اسی وجہ سے ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

”لوگ (اہل علم) اسناد کے بارے میں نہیں پوچھتے تھے، لیکن جب فتنہ رونما ہوا،

تو کہنے لگے: ”سَمُّوا لَنَا رِجَالَكُمْ“ بیان کرنے والوں کے نام بتاؤ“ چنانچہ

دیکھا جاتا اگر اہل سنت کی باتیں ہوتیں تو مان لی جاتیں اور اگر اہل بدعت کی

باتیں ہوتیں تو ناقابل تسلیم قرار دی جاتیں۔“^③

۹۔ اہل سنت وہ لوگ ہیں جن کی جدائی سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے: حضرت ایوب

سختیانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”مجھے اہل سنت میں سے کسی کی وفات کی خبر ملتی ہے تو مجھے ایسا لگتا ہے جیسے

میرے جسم کا کوئی حصہ کھو گیا ہو۔“^④

② مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: ۴/۱۷۳.

① مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ: ۲/۱۷۷، ۲۲.

③ صحیح مسلم، المقدمة، باب الإسناد من الدین، ۱/۱۵.

④ شرح اصول اعتقاد اہل السنة والجماعة، از لالکائی، ۱/۶۶، نمبر: ۲۹.

نیز فرمایا:

”جو لوگ اہل سنت کی موت کی تمنا کرتے ہیں، وہ اللہ کے نور کو اپنے منہ سے گل کرنا چاہتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو مکمل کر کے رہے گا اگرچہ کافروں کو ناگوار گزرے۔“^①

تیسرا مطلب..... سنت مطلق نعمت ہے:

نعمت دو قسم کی ہوتی ہے:

(۱) نعمت مطلق (۲) نعمت مقید

اولاً: نعمت مطلق:..... نعمت مطلق وہ نعمت ہے جس کا تعلق بندے کے ابدی فوز و فلاح اور سعادت مندی سے ہے، اور وہ اسلام اور سنت کی نعمت بے بہا ہے، کیونکہ انسان کی دنیوی و اخروی سعادت تین بنیادی ارکان پر موقوف ہے، اسلام، سنت رسول ﷺ اور دنیا و عقبیٰ میں عافیت و سلامتی۔ اسلام اور سنت رسول ﷺ کی نعمت ہی وہ نعمت ہے جس سے سرفراز مندوں کے راہ کی راہنمائی طلب کرنے کا اللہ عزوجل نے ہمیں اپنی نمازوں میں حکم دیا ہے، اور انہیں رفیق اعلیٰ کا مستحق ٹھہرایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا ۝٦٩﴾ (النساء: ۶۹)

”اور جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے، جیسے انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین، اور یہ لوگ کیا ہی بہترین ساتھی ہیں۔“

یہ چار اصناف کے لوگ ہی اس نعمت مطلق کے مستحق ہیں جن کی طرف اللہ کے درج ذیل فرمان میں اشارہ کیا گیا ہے:

① حوالہ سابق، ۱/۱۶۸، نمبر: ۳۵.

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدہ: ۳)

”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔“
تو تکمیل دین اسلام کی اور اتمام نعمت الہی کا ہوا ہے، حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ایمان کے کچھ حدود، فرائض، سنن اور شرائع ہیں، جس نے انہیں مکمل سرانجام دیا اس نے اپنا دین مکمل کر لیا۔“^①

اور اللہ کا دین اللہ کی وہ شریعت ہے جو اوامر و نواہی اور ممنوعات پر مشتمل ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ نعمت مطلق، یعنی اسلام اور سنت کی نعمت اہل ایمان کے ساتھ خاص ہے، اور دراصل یہی وہ نعمت ہے جس پر اظہار مسرت کیا جانا چاہیے، کیونکہ اس نعمت پر خوش ہونا اللہ عزوجل کی مرضیات میں شامل ہے، ارشاد ہے:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ فَلْيَفْرَحُوا ۗ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ﴾ (یونس: ۵۸)

”آپ کہہ دیجیے کہ بس لوگوں کو اللہ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہیے، وہ اس چیز سے بہتر ہے جسے وہ اکٹھا کر رہے ہیں۔“

اور سلف صالحین کے اقوال کی روشنی میں ”فضل اور رحمت“ سے مراد اسلام اور سنت ہے۔ اور اسلام اور سنت کی نعمت پر خوشی کا اظہار انسان کی زندہ دلی کے معیار پر منحصر ہے۔ لہذا، انسان جس قدر اسلام اور سنت میں راسخ اور قوی ہوگا، اسی قدر اس کے دل کی مسرت شدید تر ہوگی، چنانچہ سنت کی روحانیت سے معمور ہونے پر دل مارے خوشی کے رقص کرتا ہے اور امن و سکون سے لبریز ہوتا ہے جب کہ لوگ رنج و غم سے ٹڈھال اور انتہائی ہراساں

① صحیح البخاری، تعلیقاً، کتاب الإیمان، باب قول النبی ﷺ: ”بني الإسلام على خمس“، ۹/۱.

ہوتے ہیں۔ ①

ثانیاً:..... نعمت مقید: جیسے صحت، مال داری، تندرستی، جاہ و حشمت، کثرت اولاد، نیک سیرت و صورت بیوی اور اس طرح کی دیگر نعمتیں، یہ ساری نعمتیں نیکو کار و بدکار، مومن و کافر سب میں مشترک ہیں، اور اس اعتبار سے یہ کہنا بھی درست ہے کہ کافر پر بھی اللہ کی نعمتیں ہیں۔

کافر و فاجر کو حاصل ہونے والی مقید نعمتیں درحقیقت ان کے حق میں استدراج اور ڈھیل ہیں، اگر انہیں مطلق (اسلام) کی دولت نہ مل سکی تو اس کا انجام عذاب اور بدبختی کے سوا کچھ نہیں۔ ②

چوتھا مطلب..... سنت کا مقام:

سنت اللہ تعالیٰ کا وہ محفوظ قلعہ ہے جس میں داخل ہونے والا امن و امان میں ہو جاتا ہے۔ اور اللہ کا وہ عظیم دروازہ ہے جس میں داخل ہونے والا اللہ تک پہنچ جاتا ہے، سنت اپنے رہروؤں کو بلند یوں پر لاکھڑا کرتی ہے، گواپنے اعمال کی بدولت وہ اس شرف سے محروم ہوں، اور جب اہل بدعت اور منافقین کا نور روز قیامت بجھا ہوا ہوگا، تو اہل سنت کا نور ان کے سامنے دوڑ رہا ہوگا، اور جب اہل بدعت کے چہرے سیاہ پڑ جائیں گے تو اہل سنت کے چہرے روشن اور تروتازہ ہوں گے، ارشاد الہی ہے:

﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌُ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌُ﴾ (آل عمران: ۱۰۶)

”جس دن بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض چہرے سیاہ۔“

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما مذکورہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے

ہیں:

”یعنی اہل سنت و الجماعت کے چہرے سفید ہوں گے اور اہل بدعت و افتراق

① یہ اقتباس امام ابن قیم رحمہ اللہ کی تحریر سے ماخوذ ہے، دیکھئے: اجتماع الحيوش الإسلامية على غزو المعطلة والجهمية، ۲/۲۳-۳۶، ۳۸۔

② دیکھئے: اجتماع الحيوش الإسلامية على غزو المعطلة والجهمية، ۲/۳۶۔

کے چہرے سیاہ ہوں گے۔“^①
سنت ہی وہ زندگی اور نور ہے جس پر بندے کی سعادت و ہدایت اور فلاح و کامرانی
موقوف ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿أَوْ مَنْ كَانَ مَيِّتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ
كَمَنْ مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِمُخَارِجٍ مِّنْهَا ۗ كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ

مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٣﴾ (الانعام: ١٢٢)

”کیا وہ شخص جو پہلے مردہ تھا، پھر ہم نے اسے زندگی بخش دی اور اس کو ایسا نور
دے دیا جسے لے کر وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے، اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو
تاریکیوں سے نکل ہی نہیں پاتا؟ اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال خوشنما دکھائی
دیتے ہیں۔“^② (واللہ الموفق)

یا نچواں مطلب..... صاحب سنت کا مقام اور بدعتی کا انجام:

صاحب سنت کا مقام:..... صاحب سنت (تبع سنت) زندہ دل اور روشن ضمیر ہوتا ہے،
اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر زندگی اور نور کا ذکر فرمایا ہے، اور اسے اہل ایمان
کی صفت قرار دیا ہے، اس لیے کہ زندہ اور روشن دل ہی درحقیقت اللہ کو پہچان سکتا ہے، اس پر
یقین کر سکتا ہے، اسے سمجھ سکتا ہے، اس کی وحدانیت اور اس کے رسول ﷺ کے ذریعہ بھیجی
ہوئی شریعت کا پیروی اور تابع فرمان ہو سکتا ہے۔

نبی کریم ﷺ اللہ رب العالمین سے اپنے دل، اپنے کان، اپنی آنکھ اور اپنی زبان
میں، نیز اپنے اوپر، نیچے، دائیں، بائیں، پیچھے، اور اپنے آگے نور کا سوال کرتے تھے اور

① امام ابن قیم رحمہ اللہ نے ”اجتماع الحيوش الإسلامية على غزو المعطلة والجهمية“ میں ذکر کیا ہے،
۳۹/۲، اور دیکھئے: تفسیر ابن کثیر، ۱/۳۶۹، نیز جامع البيان عن تاویل آی القرآن، از ابن جریر رحمہ اللہ،
۹۳/۷

② دیکھئے: اجتماع الحيوش الإسلامية على غزو المعطلة والجهمية از امام ابن قیم رحمہ اللہ، ۲/۳۸.

اسی طرح اپنی ذات کو نور بنانے، نیز اپنے ظاہری جسم، گوشت، ہڈی اور خون میں نور کا سوال فرماتے تھے، چنانچہ آپ ﷺ نے اپنی ذات، اعضائے جسمانی، حواس ظاہرہ و باطنہ اور شش جہات کے لیے نور طلب کیا ہے۔

مومن کا داخل ہونا اور نکلنا اور اس کا قول و عمل سب نور ہی ہوتا ہے، اور یہ نور اپنے قوت و ضعف کے اعتبار سے روز قیامت صاحب نور کے لیے ظاہر ہوگا، اس کے سامنے اور دائیں جانب دوڑے گا، چنانچہ کچھ لوگوں کا نور آفتاب کی طرح ہوگا، کسی کا ستارے کی مانند، کسی کا طویل قامت کھجور کے مثل، کسی کا کھڑے آدمی کا سا اور کسی کا اس سے کمتر، حتیٰ کہ ان میں سے بعض کو صرف اس کے قدم کے انگوٹھے کے اوپری حصہ پر ٹمٹاتا ہوا نور دیا جائے گا جو کبھی روشن ہوگا اور کبھی گل ہو جائے گا، غرضیکہ دنیا میں اس کے ایمان اور اتباع سنت کا نور جس قدر تھا، بعینہ اسی طرح وہاں عینی اور مشاہداتی طور پر نور ظاہر ہوگا۔^①

اہل سنت کی پہچان:..... اہل سنت کی بہت ساری علامتیں اور نشانیاں ہیں، جنہیں عقل مند لوگ سمجھ سکتے ہیں، ان میں سے چند اہم نشانیاں درج ذیل ہیں:

- ۱: کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کی مکمل پابندیاں۔
- ۲: اصول و فروع (جملہ مسائل) میں کتاب و سنت سے فیصلہ لینا۔
- ۳: اہل سنت سے محبت اور اہل بدعت سے نفرت۔
- ۴: قلت عدد سے وحشت نہ محسوس کرنا، کیونکہ حق مومن کی متاع گم شدہ ہے، جسے وہ لوگوں کی مخالفت کے باوجود جہاں پاتا ہے لے لیتا ہے۔
- ۵: کتاب و سنت کی تعلیم کی صحیح تطبیق کے ساتھ گفتار و کردار میں سچائی۔
- ۶: رسول اللہ ﷺ کی اتباع جن کے اخلاق قرآن کریم تھے۔^②

① اجتماع الحيوش الإسلامية، از ابن قيم رجب، ۲/۳۸-۴۱، قدرے تصرف کے ساتھ۔

② دیکھئے: عقيدة السلف وأصحاب الحديث، از امام ابو عثمان اسماعيل بن عبد الرحمن الصابوني، ص: ۱۴۷، نیز تنبيه اولى الألبصار إلى كمال الدين وما في البدع من الأخطار، از ڈاکٹر صالح بن سعد سجیمی، ص: ۲۶۴۔

بدعتی کا انجام:..... بدعتی مردہ دل اور تاریک ضمیر ہوا کرتا ہے، اللہ رب العالمین نے موت اور تاریکی کو ایمان نہ لانے والوں کا وصف قرار دیا ہے، اور مردہ اور تاریک دل وہ ہوتا ہے جو اللہ کو نہ پہچان سکے، نہ ہی رسول اللہ ﷺ کی لائی شریعت کا تابع فرمان ہو، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے لوگوں کو مردہ اور تاریکیوں میں بھٹکنے والا قرار دیا ہے، اور اسی وجہ سے ان کی تمام زندگی ظلمت کدہ بنی ہوئی ہے، چنانچہ ان کے دل تاریک ہیں، انہیں حق باطل اور باطل حق نظر آتا ہے، ان کے اعمال، اقوال، اور احوال سب تاریک اور بے نور ہیں، ان کی قبریں ظلمت سے بھری ہوئی ہیں، اور جب روزِ قیامت پل صراط پر گزرنے کے لیے نور تقسیم ہوگا، تو یہ تاریکیوں میں بے یار و مددگار چھوڑ دیے جائیں گے، اور ان کے لیے جہنم میں داخلہ کا راستہ بھی تاریک ہوگا، اور یہی وہ تاریکی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو ابتداءً وجود بخشا تھا، چنانچہ اللہ تعالیٰ جس کی سعادت مندی چاہتا ہے اسے اس تاریکی سے نکال کر روشنی میں لے آتا ہے، اور اس کی بدبختی چاہتا ہے اسے اسی میں باقی چھوڑ دیتا ہے۔^①



① اجتماع الحيوش الإسلامية، از ابن قیم برافندہ، ۲/۳۹-۴۰، قدرے تصرف کے ساتھ۔

بدعت کے اندھیرے

پہلا مطلب..... بدعت کا مفہوم:

بدعت کا لغوی مفہوم:..... بدعت عربی زبان میں دین کی تکمیل کے بعد اس میں کسی نئی چیز کی ایجاد کو کہتے ہیں، یا ہر اس من مانی قول یا عمل کو کہتے ہیں جس کو نبی کریم ﷺ کے بعد ایجاد کیا گیا ہو۔^① کہا جاتا ہے ”ابتدعت الشيء“، ”میں نے فلاں شے ایجاد کی، جب کوئی قول یا عمل بلا کسی مثال سابق کے ایجاد کیا ہو۔“^② الغرض ”بدع“ کا لفظ کسی چیز کے بلا کسی مثال سابق ایجاد کے لیے ہی بولا جاتا ہے، اور اسی سے ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿بَدِيعُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾^③ بھی ہے، ”یعنی اللہ تعالیٰ بلا کسی مثال سابق کے آسمانوں اور زمین کو وجود بخشنے والا ہے۔“^④

اور شریعت کی اصطلاح میں اہل علم نے بدعت کی مختلف تعریفیں کی ہیں، جن میں سے بعض تعریفیں بعض کا تتمہ ہیں، چند تعریفیں درج ذیل ہیں:

(۱) شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”دین اسلام میں بدعت ہر اس امر کو کہتے ہیں جسے نہ اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا

① القاموس المحيط، باب عین، فصل دال، ص: ۹۰۶، ولسان العرب ۸/۶، نیز فتاویٰ ابن تیمیہ، ۴۱۴/۳۵.

② معجم المقائیس فی اللغة، از ابن فارس، ص: ۱۱۹.

③ سورة البقرة: ۱۱۷، و سورة الأنعام: ۱۰۱.

④ الاعتصام، از امام شاطبی، ۴۹/۱، نیز دیکھئے: مفردات الفاظ القرآن، از امام راغب اصفہانی، مادہ ”بدع“، ص: ۱۱.

ہو، نہ ہی اللہ کے رسول ﷺ نے، یعنی جس کی کوئی شرعی حیثیت نہ ہو، نہ واجب نہ مستحب۔^①

اور بدعت کی دو قسمیں ہیں:

(۱) اقوال و عقائد میں (۲) اعمال و عبادات میں

تاہم یہ دونوں قسمیں ایک دوسرے میں شامل اور متداخل ہیں۔^②

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ کرام کے نزدیک اعمال دو قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) عادات (۲) عبادات

عبادات میں اصل یہ ہے کہ اللہ کی مشروع کردہ عبادات میں کسی قسم کا اضافہ نہ کیا جائے، جبکہ عادات میں اصلہ یہ ہے کہ جن امور سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا ہے ان کے علاوہ کسی بات سے منع نہ کیا جائے۔^③

نیز فرماتے ہیں:

”بدعت وہ عقائد و عبادات ہیں جو کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اور اجماع امت کے خلاف ہوں، جیسے خوارج، روافض، قدریہ، جہمیہ وغیرہ کے اقوال (باتیں) اسی طرح ان لوگوں کی عبادتیں جنہوں نے مسجدوں میں ناچنے، گانے، ڈاڑھیاں منڈانے اور حشیشہ (بھنگ) پینے کو عبادت سمجھ رکھا ہے، یہ اور اس طرح کی دیگر وہ ساری عبادتیں ان بدعات میں سے ہیں جنہیں کتاب و سنت کے مخالفین عبادت سمجھ کر انجام دیتے ہیں۔ واللہ اعلم^④

(۲) امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

① فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، ۴/۱۰۷-۱۰۸۔

② فتاویٰ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، ۲۲/۳۰۶۔

③ فتاویٰ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، ۴/۱۹۶۔

④ فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ، ۱۸/۳۴۶، نیز دیکھئے: فتاویٰ ۳۵/۴۱۴۔

”بدعت دین اسلام میں ایجاد کردہ وہ طریقہ ہے جو بہ ظاہر شریعت کے مشابہ ہو،^① جس پر چل کر اللہ کی عبادت میں مبالغہ مقصود ہو۔“

یہ تعریف ان لوگوں کی رائے کے مطابق ہے جو بدعت کو عبادات کے ساتھ خاص کرتے ہوئے عادات کو اس سے خارج سمجھتے ہیں، البتہ عاداتی امور کو بدعت میں شامل سمجھنے والوں کے نزدیک بدعت کی تعریف یوں ہے:

”بدعت دین اسلام میں ایجاد کردہ وہ طریقہ ہے جو بظاہر شریعت کے مشابہ ہو، جس پر چل کر وہی مقصود ہو جو شریعت سے مقصود ہوتا ہے۔“^②

پھر امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دوسری تعریف کی روشنی میں یہ ثابت کیا ہے کہ عادات چونکہ عام امور زندگی سے تعلق رکھتی ہیں، اس لیے ان میں بدعت نہیں ہوتی، البتہ انہیں عبادت سمجھ کر انجام دیے جانے، یا عبادت کے قائم مقام سمجھنے کے سبب ان میں بدعت داخل ہو جاتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں تعریفوں کے درمیان تطبیق دی ہے اور جن امور میں تعبد لازمی ہے، ان کی مثال خرید و فروخت، نکاح و طلاق، اجارہ داری اور جرائم و خصومات وغیرہ سے دی ہے، کیونکہ یہ امور کچھ ایسے شرعی شرائط و ضوابط سے مقید ہیں جن میں مکلف کا کوئی اختیار نہیں۔^③

(۳) حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:^④

”بدعت سے مراد وہ نوا ایجاد امور ہیں جن کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو۔ رہے وہ امور جن کی اصل شریعت میں موجود ہے تو وہ شرعاً بدعت نہیں کہلائیں گے، گو

① یعنی بہ ظاہر شریعت کے موافق ہو لیکن حقیقت میں شریعت کے مخالف اور اس سے متصادم ہو، دیکھئے: الإعتصام، از شاطبی، ۱/۵۳۔

② الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۵۰-۵۶۔

③ دیکھئے: الإعتصام، از امام شاطبی، ۲/۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۹۴۔

④ جامع العلوم والحکم، از ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ، ۱۲۸۱۲۷، بہ معمولی تصرف۔

لغوی اصطلاح میں بدعت ہیں، چنانچہ جس نے بھی کوئی ایسی چیز ایجاد کر کے دین کی طرف منسوب کی جس کی دین میں کوئی اصل نہیں تو وہ گمراہی ہے اور دین اس سے بری ہے، چاہے وہ اعتقادی مسائل ہوں، یا اعمال ہوں، یا اقوال ہوں، خواہ ظاہری ہوں یا باطنی۔“

البتہ سلف صالحین سے جو بعض بدعتوں کے استحسان کی بات منقول ہے تو ان سے لغوی معنی میں بدعت مراد ہے، نہ کہ شرعی اصطلاح میں، چنانچہ اسی قبیل سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا قول بھی ہے جب انہوں نے رمضان المبارک میں لوگوں کو ایک امام کی اقتدا میں باجماعت تراویح ادا کرنے کے لیے جمع کیا اور پھر لوگوں کو ایک امام کی اقتدا میں باجماعت تراویح ادا کرتے دیکھ کر فرمایا۔

”نِعَمَتِ الْبِدْعَةِ هَذِهِ“^①

”کتنی اچھی بدعت ہے یہ!“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فرمان کا مطلب یہ تھا کہ یہ عمل اس شکل میں اس وقت سے پہلے انجام نہ دیا جاتا تھا، البتہ شریعت میں اس کے اصول و دلائل موجود تھے جن سے یہ مسئلہ مستنبط تھا، علی وجہ المثال چند دلائل حسب ذیل ہیں:

۱: نبی کریم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین کو قیام رمضان پر ابھارتے اور اس کی رغبت دلاتے تھے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں مسجد میں مختلف جماعتوں میں اور انفرادی طور پر بھی قیام اللیل ادا کرتے تھے، اور خود آپ ﷺ نے بھی صحابہ کرام کو کئی راتیں باجماعت قیام اللیل پڑھایا، اور پھر اس خوف سے رک گئے کہ کہیں امت پر قیام اللیل (تراویح) فرض نہ ہو جائے، اور لوگ اس کی ادائیگی نہ کر سکیں اور یہ خوف نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد جاتا رہا۔^②

① دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان ۲/۳۰۸، حدیث: ۲۰۱۰.

② دیکھئے: صحیح البخاری، کتاب صلاة التراويح، باب فضل من قام رمضان، ۲/۳۰۹، حدیث: ۲۰۱۲.

۲: نبی کریم ﷺ نے اپنے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اتباع اور پیروی کا حکم دیا ہے اور یہ عمل خلفائے راشدین کی سنتوں میں سے ہے۔^①

بدعت کی دو اقسام ہیں:

۱: بدعت مکفرہ:..... بدعت مکفرہ وہ بدعت ہے جس کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔

۲: بدعت مفسدہ:..... بدعت مفسدہ وہ بدعت ہے جس کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا۔^②

دوسرا مطلب..... قبولیت عمل کی شرطیں:

تقرب الہی کی غرض سے کئے گئے کسی بھی عمل کی قبولیت کے لیے دو شرطیں ضروری ہیں: پہلی شرط:..... وہ عمل خالص اللہ وحدہ لا شریک کی رضا و خوشنودی کے لیے کیا جائے، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوَىٰ.“^③

”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، اور ہر شخص کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی ہے۔“

دوسری شرط:..... وہ عمل نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق انجام دیا جائے، جیسا کہ

ارشاد نبوی ہے:

”مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.“^④

① جامع العلوم والحکم، از ابن رجب، ۲/۱۲۹ بہ معمولی تصرف کے ساتھ۔

② دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۲/۵۱۶۔

③ متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي إلى رسول الله ﷺ، ۹/۱، حدیث: ۱، و صحیح مسلم، کتاب الإمامة، باب قوله ﷺ: ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ“، ۲/۱۵۱۵، حدیث: ۱۹۰۷۔

④ صحیح مسلم، کتاب الأفضیة، باب نقض الأحكام الباطلة ورد محدثات الأمور، ۳/۱۳۴۴، حدیث: ۱۷۱۸، متفق علیہ روایت کے الفاظ اس طرح ہیں: ”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“ دیکھئے: بخاری، حدیث: ۲۶۹۷، مسلم، حدیث: ۱۷۱۸۔

”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔“

چنانچہ صرف وہی اعمال عند اللہ شرف قبولیت سے سرفراز ہو سکتے ہیں جو خالص اللہ کی رضا جوئی کے لیے اور نبی کریم ﷺ کی سنت کے مطابق انجام دیے گئے ہوں، جو عمل اخلاص اور اتباع سنت رسول سے، یا ان دونوں میں سے کسی ایک سے عاری ہو، ایسا عمل مردود اور ناقابل قبول ہے، نیز اللہ عزوجل کے حسب ذیل فرمان میں داخل ہے:

﴿وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنَّ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا ۝۳۳﴾

(الفرقان: ۲۳)

”انہوں نے جو کچھ بھی اعمال کئے تھے ہم نے ان کی طرف بڑھ کر پراگندہ ذروں کی طرح کر دیا۔“

اور جس کا عمل اخلاص اور اتباع نبوی ﷺ ہر دو سے بہرہ مند ہو، وہ مندرجہ ذیل بشارتوں کا مستحق ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِّمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ﴾ (النساء: ۲۵)

”اور بہ حیثیت دین اس شخص سے بہتر کون ہو سکتا ہے جس نے خود کو اللہ کے تابع کر دیا اور وہ نیکو کار بھی ہو۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿بَلَىٰ ۗ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝۱۱۲﴾ (البقرہ: ۱۱۲)

”سنو! جو بھی اپنے آپ کو اخلاص کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکا دے، اور وہ

نیکو کار (تبع سنت) بھی ہو، تو بلاشبہ اسے اس کا رب بھرپور بدلہ دے گا، اس پر

نہ تو کوئی خوف ہوگا نہ ہی آرزوگی و اداسی۔“

چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث ”إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ..... الخ“ (اعمال کا

دارومدار نیتوں پر ہے.....) باطنی اعمال کی کسوٹی ہے، جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث

”مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ“ (جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے) ظاہری اعمال کا میزان ہے، اس طرح یہ دونوں حدیثیں دین اسلام کے اصول و فروع، ظاہر و باطن، اور اقوال و افعال کو سمیٹنے والی انتہائی عظیم الشان حدیثیں ہیں۔^①

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پر بڑی عمدہ گفتگو کی ہے، فرماتے ہیں:

”نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ”مَنْ أَحَدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ“ (جس کسی نے ہمارے دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں، تو وہ مردود ہے) اور دوسری روایت ”مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ“ (جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے) اہل عرب کے نزدیک ان دونوں روایتوں میں ”رد“ ”مردود“ کے معنی میں ہے، جس کے معنی باطل اور غیر مقبول کے ہیں۔“

یہ حدیث اسلام کے قواعد میں سے ایک عظیم الشان قاعدہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع کلمات میں سے ہے، نیز دین اسلام میں ایجاد کردہ تمام بدعات و مخترعات کی تردید میں دو ٹوک ہے اور دوسری روایت میں بایں معنی تھوڑی سی زیادتی ہے کہ بسا اوقات کسی سابقہ ایجاد کردہ بدعت پر عمل کرنے والے بعض معاندین پہلی روایت کے پیش نظر اگر یہ حجت قائم کریں کہ ہم نے تو کوئی بدعت ایجاد نہیں کی، تو جواباً اس پر دوسری روایت سے حجت قائم کی جائے جس میں جملہ بدعات کو مردود اور ناقابل قبول قرار دیے جانے کی تصریح ہے، خواہ خود اس پر عمل کرنے والے شخص نے اسے ایجاد کیا ہو، یا اس سے پہلے کسی اور نے ایجاد کیا ہو۔^②

① دیکھئے: بہجة قلوب الأبرار وقررة عيون الأخيار، از علامہ سعدی، ص: ۱۰۔

② دیکھئے: صحیح مسلم بشرح امام نووی رحمۃ اللہ علیہ، ۲۵۷/۱۴، نیز المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب

مسلم، از امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ، ۱۷۱/۶۔

تیسرا مطلب:..... دین میں بدعت کی مذمت:

بدعت کی مذمت میں قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ میں بہ کثرت نصوص وارد ہیں، نیز صحابہ کرام اور تابعین عظام نے بھی بدعتوں پر تنبیہ کی ہے، مختصراً چند نصوص حسب ذیل ہیں:

اولاً:..... بدعت کی مذمت قرآن کریم کی روشنی میں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ﴾ (آل عمران: ۷)

”وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے تم پر کتاب نازل فرمائی، جس میں واضح مستحکم آیتیں ہیں، جو اصل کتاب ہیں، اور بعض متشابہ آیتیں ہیں تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لیے، حالانکہ ان کے حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا۔“

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے سلف کے کچھ آثار ذکر کیے ہیں، جن سے پتا چلتا ہے کہ یہ آیت کریمہ قرآن کریم میں (لا یعنی) بحث و مباحثہ کرنے والوں نیز خوارج اور ان کے موافقین کے بارے میں ہے۔^①

۲۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَضَعْنَا لَكُمْ بِهِ لَعْنَةً تَتَّقُونَ﴾ (الانعام: ۱۵۳)

(الانعام: ۱۵۳)

① دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۷۰-۷۶.

”اور یہی میری صراطِ مستقیم ہے، سو اسی پر چلو، اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گی، اس بات کا اللہ تعالیٰ نے تمہیں تاکید کی ہے، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔“

چنانچہ یہی صراطِ مستقیم اللہ کی وہ راہ ہے جس کی جانب اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بلایا ہے، اور وہ سنت رسول ﷺ ہے، اور جن مختلف راہوں سے بچنے کی تاکید کی ہے، یہ صراطِ مستقیم سے منحرف اہل اختلاف و افتراق کی راہیں ہیں جو کہ اہل بدعت ہیں۔^①
اس طرح یہ آیت کریمہ اہل بدعت کی جملہ راہوں سے ممانعت کو شامل ہے۔^②
۳۔ ارشاد الہی ہے:

﴿وَعَلَى اللَّهِ قَصْدُ السَّبِيلِ وَمِنْهَا جَائِرٌ ۗ وَلَوْ شَاءَ لَهَدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۙ﴾ (النحل: ۹)

”اور اللہ تعالیٰ پر سیدھی راہ کا بتا دینا ہے، اور بعض ٹیڑھی راہیں ہیں اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہِ راست پر لگا دیتا۔“
﴿قَصْدُ السَّبِيلِ﴾ (سیدھی راہ) سے مراد حق کی راہ ہے اور بقیہ راہیں حق سے منحرف بدعت و ضلالت کی راہیں ہیں۔^③
۴۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۗ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ۙ﴾ (الانعام: ۱۵۹)

”بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے، آپ ﷺ کا ان سے کوئی تعلق نہیں، بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالہ ہے، پھر وہ ان کو ان کا کیا ہوا بتلا دے گا۔“

یہ اس امت کے خواہش پرست، گمراہ اور بدعتی لوگ ہیں۔^④

① دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۷۶/۱۔
② الاعتصام، از امام شاطبی، ۷۸/۱۔
③ دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۷۸/۱۔
④ دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱۷۹/۱۔

۵۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۚ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا

شِيَعًا كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ۚ﴾ (الروم: ۳۱-۳۲)

”اور مشرکین میں سے نہ ہو جاؤ، ان لوگوں میں سے جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور خود بھی گروہ گروہ ہو گئے، ہر گروہ اس چیز پر جو اس کے پاس ہے مگن ہے۔“

۶۔ ارشادِ ربانی ہے:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرٍ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ

يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۚ﴾ (النور: ۶۳)

”سنو جو لوگ حکمِ رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچ جائے۔“

۷۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ مِّنْ

تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ أَوْ يَلْبَسَكُمْ شِيَعًا ۚ﴾ (الانعام: ۶۵)

”آپ کہیے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے، یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو آپس میں لڑا دے۔“

۸۔ نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۚ إِلَّا مَن رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ﴾ (ہود: ۱۱۸ تا ۱۱۹)

”اور وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے، ہاں مگر اللہ جس پر رحم

فرمائے۔“ واللہ عزوجل اعلم ۱

۱ دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۱/۲۰-۹۱۔

ثانیاً:..... بدعت کی مذمت سنت نبوی کی روشنی میں:

بدعت کی مذمت اور اس سے اجتناب سے متعلق نبی کریم ﷺ سے بہت ساری احادیث وارد ہوئی ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱: حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ کہتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.“^①

”جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔“

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

”مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.“^②

”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔“

۲: حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے خطبہ میں فرمایا کرتے تھے:

”أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ وَخَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ، وَشَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا، وَكُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ.“^③

”امام بعد! بے شک سب سے بہتر بات اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور سب سے بہتر طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے، اور سب سے بدترین امور نئی ایجاد کردہ بدعات ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

۳: نسائی کی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ اپنے خطبہ جمعہ میں اللہ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد ارشاد فرماتے تھے:

① اس حدیث کی تخریج صفحہ (۵۲) میں گزر چکی ہے۔

② اس حدیث کی تخریج صفحہ (۵۲) میں گزر چکی ہے۔

③ صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب تخفيف الصلاة والخطبة ۱/۵۹۲، حدیث: ۸۶۷.

”مَنْ يَهْدِيهِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ، وَمَنْ يَضِلَّ فَلَا هَادِيَ لَهُ، إِنَّ أَصْدَقَ الْحَدِيثِ كِتَابُ اللَّهِ، وَأَحْسَنَ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ، وَشَرَّ الْأُمُورِ مُحَدَّثَاتُهَا، وَكُلُّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ، وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ.“^①

”جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ کرنے والا نہیں اور جسے گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں، بے شک سب سے سچی بات اللہ کی کتاب ہے اور سب سے اچھا طریقہ محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور بدترین امور نئی ایجاد کردہ چیزیں ہیں ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامِ مَنْ تَبِعَهُ، لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا.“^②

جس نے کسی کو ہدایت کی بات کی طرف دعوت دی تو اسے اسی طرح اجر و ثواب ملے گا جس طرح اس پر عمل کرنے والے کو ملے گا، لیکن ان کے اجر و ثواب میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی۔ اور جس نے کسی گمراہی کی بات کی طرف بلایا اسے اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا اس گمراہی پر عمل کرنے والے کو ملے گا، لیکن ان کے گناہوں میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی۔“

① اس حدیث کی اصل صحیح مسلم کی مذکورہ حدیث میں ہے، ان الفاظ کے ساتھ سنن نسائی میں ہے، دیکھئے: کتاب صلاة العبدین، باب کیف الخطبة، ۱۸۸/۳، حدیث: ۱۵۷۸۔

② صحیح مسلم، کتاب العلم باب من سنة حسنة أو سيئة، ومن دعا إلى هدى أو ضلالة ۴/۲۰۶۰، حدیث: ۲۶۷۴۔

۵: حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا بَعْدَهُ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أَجْرِ هِمَّ شَيْءٌ، وَمَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُنْقَصَ مِنْ أَوْزَارِهِمْ شَيْءٌ.))^①

”جس نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ شروع کیا تو اسے اس کا اجر ملے گا اور ان لوگوں کا اجر بھی جو اس کے بعد اس پر عمل کریں گے، لیکن خود ان کے اجر میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ اور جس نے اسلام میں کوئی برا طریقہ شروع کیا تو اس پر اس کا گناہ ہوگا اور ان لوگوں کا گناہ بھی جنہوں نے اس پر عمل کیا، لیکن خود ان کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی۔“

۶: حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک انتہائی بلیغ نصیحت فرمائی جس سے دل دہل گئے، آنکھیں اشکبار ہو گئیں تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ، گویا یہ رخصت کرنے والے کی نصیحت ہے، لہذا آپ ہمیں وصیت فرمائیے، آپ نے فرمایا:

((أَوْصِيكُمْ بِتَقْوَى اللَّهِ، وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ، وَإِنْ تَأَمَّرَ عَلَيْكُمْ عَبْدٌ، فَإِنَّهُ مَنْ يَعْشُ مِنْكُمْ بَعْدِي فَسِيرِي اخْتِلَافًا كَثِيرًا، فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ عَضُوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِدِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.))^②

① صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب الحث علی الصدقة ولو بشق تمر، ۷۰۵/۲، حدیث: ۱۰۱۷.

② ابوداؤد کتاب السنة، باب فی لزوم السنة، ۲۰۱/۴، حدیث: ۴۷۰۷، وترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة واجتناب البدع، ۴۴/۵، حدیث: ۲۶۷۶، امام ترمذی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”ہذا حدیث حسن صحیح“ یہ حدیث حسن صحیح ہے، وابن ماجہ، فی المقلعة باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين

۱۵/۱-۱۶، حدیث: ۴۲، ۴۳، ۴۴، و مسند احمد، ۴۶/۴-۴۷.

”میں تمہیں اللہ کے تقویٰ اور سمع و طاعت کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ غلام ہی تمہارا امیر کیوں نہ ہو، کیونکہ تم میں سے جو میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا، لہذا تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو، اسے مضبوطی سے تھام لو اور اسے دانتوں سے خوب اچھی طرح جکڑ لو، اور اپنے آپ کو نئی ایجاد شدہ باتوں (بدعات) سے بچاؤ، اس لیے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔“

۷: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں: لوگ رسول اللہ ﷺ سے خیر (بھلائی و نیکی) کے متعلق پوچھا کرتے تھے اور میں آپ سے شر (برائی و گناہ کے کام) کے بارے میں پوچھتا تھا تا کہ ان میں واقع سے بچوں، چنانچہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم جاہلیت اور شر میں مبتلا تھے کہ اللہ نے ہمیں اس خیر (نعمت اسلام) سے سرفراز فرمایا، تو کیا اس خیر کے بعد بھی کوئی شر ہے؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں“، میں نے کہا: کیا اس شر کے بعد پھر کوئی خیر ہوگی؟ آپ نے فرمایا: ”ہاں، لیکن اس میں کدورت اور خرابیاں ہوں گی“ (یعنی وہ خالص خیر نہ ہوگا) میں نے عرض کیا: وہ خرابیاں کیا ہوں گی؟ آپ نے فرمایا: ”قَوْمٌ يَسْتَنُونَ بِغَيْرِ سُنَّتِي، وَيَهْدُونَ بِغَيْرِ هَدْيِي، تَعْرِفُ مِنْهُمْ وَتُنْكِرُ“ ”کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو میری سنت کے علاوہ دوسرے راستے پر چلیں گے، اور میری راہ کے علاوہ دوسرے ذریعہ سے لوگوں کی رہنمائی کریں گے، ان کی بعض باتیں معروف (صحیح) ہوں گی اور بعض منکر (غلط)“، میں نے عرض کیا: کیا اس خیر کے بعد پھر کوئی شر ہوگا؟ فرمایا: ”نَعَمْ، دُعَاةُ عَلَىٰ أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذَفُوهُ فِيهَا“ ”ہاں، کچھ لوگ جہنم کے دروازہ پر بیٹھے آواز لگا رہے ہوں گے، جو ان کی بات مان لے گا وہ اسے جہنم میں دھکیل دیں گے۔“ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ ان کے اوصاف بتا دیجئے! آپ نے فرمایا: ”نَعَمْ، قَوْمٌ مِنْ جِلْدَتِنَا وَيَتَكَلَّمُونَ“

بِالْأَسْتِنَانَا“، ”ہاں، وہ ہماری طرح کے لوگ ہوں گے اور ہماری زبان بولیں گے۔“ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر میں ان سے دو چار ہوں (میں انہیں پالوں) تو کیا کروں؟ آپ نے فرمایا: ”تَلْزِمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِينَ، وَإِمَامَهُمْ“، ”مسلمانوں کی جماعت اور ان کے امام کو لازم پکڑو“، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول، اگر مسلمانوں کی کوئی جماعت اور ان کا کوئی امام ہی نہ ہو تو کیا کروں؟ فرمایا: ”فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرْقَ كُلَّهَا، وَلَوْ أَنَّ تَعْصَّ عَلَى أَصْلِ شَجَرَةٍ حَتَّى يُدْرِكَكَ الْمَوْتُ وَأَنْتَ عَلَى ذَلِكَ“، ”ان تمام فرقوں سے کنارہ کش ہو جاؤ، چاہے مرتے دم تک کسی درخت کی جڑ کیوں نہ چبانا پڑے۔“^①

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”نبی کریم ﷺ کے فرمان ”يَهْدُونَ بِغَيْرِ هُدْيِي“ (میری راہ کے علاوہ کے ذریعہ لوگوں کی رہنمائی کریں گے) میں ”ہدی“ سے مراد سیرت اور طریقہ ہے، نیز ”دُعَاةُ عَلَى أَبْوَابِ جَهَنَّمَ مَنْ أَجَابَهُمْ إِلَيْهَا قَذْفُوهُ فِيهَا“ (کچھ لوگ جہنم کے دروازے پر بیٹھے آواز لگا رہے ہوں گے، جو ان کی بات مان لے گا وہ اسے جہنم میں دھکیل دیں گے) سے مراد اہل علم کے نزدیک وہ امراء ہیں جو بدعت یا کسی اور ضلالت کی طرف لوگوں کو دعوت دیتے تھے جیسا کہ خوارج، قرامطہ اور فتنہ پروروں کا حال تھا۔“^②

۸: حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

”أَمَّا بَعْدُ: أَلَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ يُوْشِكُ أَنْ يَأْتِيَ رَسُولٌ“

① متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب کیف الأمر إذا لم تكن جماعة، ۱۱۹/۸، حدیث: ۷۰۸۴، ومسلم کتاب الإمارة، باب وجوب ملازمة جماعة المسلمين عند ظهور الفتن وفي كل حال، وتحريم الخروج على الطاعة، ومفارقة الجماعة، ۱۴۷۵/۳، حدیث: ۱۸۴۷.

② صحیح مسلم بشرح نووی، ۴۷۹/۱۲.

رَبِّي فَأَجِيبُ، وَأَنَا تَارِكٌ فِيكُمْ ثَقَلَيْنِ: أَوْلُهُمَا كِتَابُ اللَّهِ، فِيهِ
الْهُدَى وَالنُّورُ، (هُوَ حَبْلُ اللَّهِ الْمَتِينِ مَنْ أَتْبَعَهُ كَانَ عَلَى
الْهُدَى، وَمَنْ تَرَكَهُ كَانَ عَلَى الضَّلَالَةِ) فَخُذُوا بِكِتَابِ اللَّهِ،
وَاسْتَمْسِكُوا بِهِ. ❶

”اما بعد! لوگو سنو! میں ایک انسان ہوں، ہو سکتا ہے اللہ کا قاصد (ملک الموت) آئے اور میں اس کی بات پر لبیک کہہ دوں۔ اور میں تمہارے درمیان دو ٹھوس بنیادیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، ایک اللہ کی کتاب (قرآن مجید) ہے جس میں ہدایت اور نور ہے اور وہ اللہ کی ایسی رسی ہے کہ جس نے اسے پکڑا وہ راہ یاب ہے اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ گمراہ ہے، لہذا اللہ کی کتاب کو لے لو اور اسے ہی حرز جاں سمجھو۔“

اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے کتاب اللہ کے التزام پر ابھارا ہے اور اس کی ترغیب دی ہے۔

۹: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
(يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَالُونَ كَذَّابُونَ، يَأْتُونَكُمْ مِنَ
الْأَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ، فَإِيَّاكُمْ وَإِيَّاهُمْ،
لَا يُضِلُّونَكُمْ وَلَا يَفْتِنُونَكُمْ. ❷)

”آخری زمانہ میں کچھ دجال اور جھوٹے لوگ پیدا ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی ایسی حدیثیں لائیں گے جنہیں تم نے اور تمہارے آباء و اجداد کسی نے نہ سنی ہوں گی، تو خبردار! ان سے بچنا، دیکھنا یہ تمہیں گمراہی اور فتنے میں نہ ڈال دیں۔“

❶ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ر/۱۸۷۳، حدیث: ۲۴۰۸.

❷ صحیح مسلم، المقدمة، باب النهی عن الروایة عن الضعفاء والاحتیاط فی تحملها، ۱/۱۲، حدیث: ۷۰۶،

واین فی ماجاء فی البدع، ص: ۶۷، نمبر: ۶۵.

ثالثاً:..... بدعات کے سلسلہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے چند اقوال:

۱: علامہ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی سند سے ذکر کیا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”لوگو! میں تتبع سنت ہوں، بدعتی نہیں ہوں، لہذا اگر درست کروں تو میری مدد کرو، اور اگر انحراف کروں تو میری اصلاح کرو۔“^①

۲: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”اصحاب الرائے (بدعتیوں) سے بچو کیونکہ یہ سنتوں کے دشمن ہیں، ان سے حدیثیں نہ یاد ہو سکیں تو انہوں نے اپنی من مانی (جو دل میں آیا) کہنا شروع کر دیا، خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔“^②

۳: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”(سنت کی) اتباع کرو، بدعت نہ ایجاد کرو، سنت ہی تمہارے لیے کافی ہے، ہر بدعت گمراہی ہے۔“^③

رابعاً:..... بدعت کے سلسلہ میں تابعین و تبع تابعین رضی اللہ عنہم کے چند اقوال:

۱: حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کے پاس ایک خط میں لکھا: ”اما بعد! میں تمہیں اللہ کے تقویٰ، اس کے معاملہ میں اعتدال کی راہ اپنانے، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع کرنے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

① الطبقات الكبرى، از ابن سعد، ۱۳۶/۳.

② شرح أصول اعتقاد اهل السنة والجماعة، از لالکائی، ۱۳۹/۱، نمبر: ۲۰۱، وسنن الدارمی، ۴۷/۱، اثر نمبر ۱۲۱، وجامع بیان العلم وفضلہ، از ابن عبد البر، ۱۰۴۱/۲، نمبر: ۲۰۰، ۲۰۰۱، ۲۰۰۵.

③ فی ما جاء فی البدع، از ابن وضاح، ص: ۴۳، نمبر: ۱۲، ۱۴، والمجمع الكبير، از امام طبرانی، ۱۵۴/۹، حدیث: ۸۷۷۰، امام بیہقی رضی اللہ عنہ ”مجمع الزوائد“ (۱۸۱/۱) میں فرماتے ہیں: ”اس حدیث کے راویان صحیح بخاری کے ہیں“، نیز، شرح اصول اعتقاد اهل السنة والجماعة، از لالکائی، ۹۶/۱، حدیث: ۱۰۲، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی دیگر آثار کے لیے دیکھئے: فی ما جاء فی البدع، از ابن وضاح، ص: ۴۵، ومجمع الزوائد، از امام ہیثمی رضی اللہ عنہ، ۱۸۱/۱.

سنت کے بعد جو کچھ بدعتیوں نے ایجاد کر رکھا ہے اسے ترک کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔“^①

۲: حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”نہ کوئی قول بغیر عمل کے صحیح ہو سکتا ہے، نہ کوئی قول اور عمل بغیر نیت کے اور نہ ہی کوئی قول، عمل اور نیت بغیر سنت کے۔“^②

۳: امام شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”اہل کلام (اہل بدعت کی ایک قسم) کے بارے میں میرا فیصلہ یہ ہے کہ کھجور کی شاخ سے ان کی پٹائی کی جائے، انہیں اونٹ پر سوار کر کے علاقوں اور قبیلوں میں گھمایا جائے اور اعلان کیا جائے کہ یہ کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر علم کلام سے جڑ جانے کا انجام ہے۔“^③

۴: امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

”جس نے دین اسلام میں کوئی بدعت اچھی سمجھ کر ایجاد کی تو گویا اس نے یہ سوچا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ رسالت میں خیانت کی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ﴾ (المائدہ: ۳) ”آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کی تکمیل کر دی۔“ چنانچہ جو چیز اس وقت (عہد رسالت میں) دین نہ تھی آج دین نہیں بن سکتی۔“^④

۵: امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

① سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ، ۲۰۳/۴، حدیث: ۴۶۱۲ نزدیکھے: صحیح سنن

ابوداؤد، از علامہ البانی رضی اللہ عنہ، ۸۷۳/۳.

② شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة، از لالکائی، ۶۳/۱، حدیث: ۱۸.

③ اس کی تخریج ابو نعیم رضی اللہ عنہ نے ”الحلیلہ“ میں کی ہے، ۱۱۶/۹.

④ الاعتصام، از امام شاطبی، ۶۵/۱.

”سنت کے اصول ہمارے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عقیدہ منہج کو لازم پکڑنا، بدعات سے اجتناب کرنا کہ ہر بدعت گمراہی ہے، جھگڑے اور بے جا مباحثات سے دور رہنا اور اہل بدعت کی ہم نشینی سے احتراز کرنا، نیز دین میں اختلاف اور جنگ وجدال سے بچنا ہے۔“^①

خامساً:..... بدعات درج ذیل وجوہات کی بنا پر مذموم ہیں:

۱: تجربات سے معلوم ہوا ہے کہ وحی الہی کے بغیر انسانی عقلیں اپنی مصلحتوں کا ادراک نہیں کر سکتیں اور بدعات کی ایجاد اس مصلحت کے منافی ہے۔

۲: شریعت اسلامیہ کامل و مکمل ہے، اس میں کسی قسم کی کمی و بیشی کی کوئی گنجائش نہیں۔

۳: بدعتی شریعت اسلامیہ کا معاند اور اس کا مخالف ہوتا ہے۔

۴: بدعتی خواہش پرست ہوتا ہے کیونکہ عقل اگر پابند سنت نہ ہو تو خواہش پرستی کے سوا اس کے لیے کوئی چارہ نہیں۔

۵: بدعتی اپنے آپ کو شارع کے مرتبہ میں سمجھتا ہے، کیونکہ شارع ہی نے شریعت بنائی ہے اور اہل ایمان کو اس کے مطابق عمل کرنے کا مکلف بنایا ہے۔^②

چوتھا مطلب:..... بدعات کے اسباب:

بدعات کے پنپنے اور پھیلنے کے مختلف اسباب ہیں، چند اسباب درج ذیل ہیں:^③

۱- جہالت:..... اور یہ سب سے بڑی بلا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ

كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۚ﴾ (الاسراء: ۳۶)

”اور جس چیز کا تمہیں علم نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو! کیونکہ کان، آنکھ اور دل ان

① شرح اصول اعتقاد اہل السنة والجماعة، از لالکائی، ۱/۱۷۶۔

② دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ، ۱/۶۱-۷۰۔

③ ان میں سے اکثر اسباب کے لیے دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ، ۱/۲۸۷-۳۶۵۔

میں سے ہر ایک سے پوچھ گچھ کی جانے والی ہے۔“

دوسری جگہ فرمایا:

﴿قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ
وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ
تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۳۳﴾﴾ (الاعراف: ۳۳)

”آپ فرمائیے کہ میرے رب نے خفیہ و علانیہ فواحش، ہر طرح کے گناہ اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو حرام قرار دیا ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نہیں نازل کی اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ کے ذمہ ایسی بات لگا دو جس کو تم نہیں جانتے۔“

نیز حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ

کو فرماتے ہوئے سنا:

”إِنَّ اللَّهَ لَا يَنْتَزِعُ الْعِلْمَ مِنَ النَّاسِ إِنْتِزَاعًا، وَلَكِنْ يَقْبِضُ
الْعُلَمَاءَ فَيَرْفَعُ الْعِلْمَ مَعَهُمْ، وَيَبْقِي فِي النَّاسِ رُؤُوسًا جُهَالًا
يَفْتَوْنَ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَيَضِلُّونَ وَيُضِلُّونَ.“^①

”اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان سے علم یونہی کھینچ کر نہ لے جائے گا، بلکہ علماء کو وفات دے کر اٹھالے گا تو ان کے ساتھ علم بھی اٹھ جائے گا، اور لوگوں میں صرف جاہل رؤسا کو باقی چھوڑے گا، جو بغیر علم کے فتوے دیں گے تو خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔“

۲۔ خواہشات نفس کی اتباع:..... یہ بھی لوگوں کو بدعات اور خواہش پرستی میں ڈالنے والے

① متفق علیہ: البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب ما یذکر من ذم الرأي وتکلف القیاس، ۱۸۷/۸، حدیث: (۷۳۰۷)، ومسلم، کتاب العلم، باب رفع العلم وقبضه وظهور الجهل والفتن آخر الزمان، ۲۰۵۸/۴، حدیث: ۲۶۷۳.

خطرناک اسباب میں سے ایک سبب ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاٰدٰمُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاٰحْكُم بَيْنَ النَّاسِ
بِالْحَقِّ وَاَلَّا تَتَّبِعَ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ
يُضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ
الْحِسَابِ ﴿۲۶﴾﴾ (ص: ۲۶)

”اے داؤد! ہم نے تمہیں زمین میں خلیفہ بنا دیا تو تم لوگوں کے درمیان حق کے
ساتھ فیصلہ کرو اور اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرو وہ تمہیں اللہ کی راہ سے
بھٹکا دے گی، یقیناً جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں ان کے لیے سخت
عذاب ہے اس لیے کہ انہوں نے حساب کے دن کو بھلا دیا ہے۔“

اور ارشاد ہے:

﴿وَاَلَّا تُطِيعَ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاَتَّبَعَ هَوٰهُ وَاَنَّ اَمْرَهُ
فُرْطًا ﴿۲۸﴾﴾ (الکھف: ۲۸)

”اور آپ اس کی اطاعت نہ کیجئے جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل
کر دیا ہے، اور وہ اپنے خواہشات نفسانی کا پیرو کار ہے اور اس کا کام حد سے
گزر چکا ہے۔“

اور فرمایا:

﴿اَفْرَاٰتٍ مِّنْ اَتَّخَذَ الْهٰٓءُ هَوٰهُ وَاَضَلَّهُ اللّٰهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى
سَمْعِهِ وَاَقْلَبَ وَاَجْعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشُوٰةًۭۭۭ فَمَنْ يَّهْدِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰهِ
اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۲۳﴾﴾ (الجمہ: ۲۳)

”کیا آپ نے اسے بھی دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنا رکھا ہے،
اور باوجود سمجھ بوجھ کے اللہ نے اسے گمراہ کر دیا ہے اور اس کے کان اور دل پر مہر

لگا دی ہے اور اس کی آنکھ پر بھی پردہ ڈال دیا ہے، اب ایسے شخص کو اللہ کے سوا کون ہدایت دے سکتا ہے، کیا اب بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے!“

اور فرمایا:

﴿مَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى مِنَ اللَّهِ﴾ (القصص: ۵۰)
 ”اور اس سے بڑا گمراہ اور کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہش کے پیچھے پڑا ہوا ہو۔“

اور فرمایا:

﴿إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَمَا تَهْوَى الْأَنْفُسُ ۚ وَ لَقَدْ جَاءَهُمْ مِنْ رَبِّهِمُ الْهُدَىٰ﴾ (النجم: ۲۳)

”یہ لوگ تو صرف اٹکل پچو اور اپنی خواہش نفس کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور یقیناً ان کے پاس ان کے رب کی طرف سے ہدایت آچکی ہے۔“

۳۔ شبہات میں پڑنا:..... اہل بدعت شبہات میں پڑنے کے سبب بھی بدعات کے شکار ہوتے ہیں، اللہ کا ارشاد ہے:

﴿هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ ۗ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ﴾ (آل عمران: ۷)

”وہ اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے تم پر کتاب نازل فرمائی جس میں واضح مستحکم آیتیں ہیں، جو اصل کتاب ہیں اور بعض متشابہ آیتیں ہیں، تو جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ تو اس کی متشابہ آیتوں کے پیچھے لگ جاتے ہیں، فتنے کی طلب اور ان کی مراد کی جستجو کے لیے، حالانکہ ان کے حقیقی مراد کو سوائے اللہ تعالیٰ

کے کوئی نہیں جانتا۔ اور پختہ و مضبوط علم والے یہی کہتے ہیں کہ ہم تو ان پر ایمان لاچکے، ساری آیتیں ہمارے رب ہی کی طرف سے ہیں اور نصیحت تو صرف عقل والے ہی حاصل کرتے ہیں۔“

۴۔ نرمی عقل پر اعتماد کرنا:..... چنانچہ جو شخص قرآن و سنت یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو چھوڑ کر صرف عقل پر اعتماد کرتا ہے وہ گمراہی کے دلدل میں جا پھنستا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ٤﴾ (الحشر: ٧)

”اور تمہیں جو کچھ رسول دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، یقیناً اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ ٥ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلًّا مُّبِينًا ٥﴾ (الاحزاب: ٣٦)

”اور کسی مومن مرد اور مومنہ عورت کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فیصلے کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ یاد رکھو! اللہ اور اس کے رسول کی جو بھی نافرمانی کرے گا وہ صریح گمراہی میں پڑے گا۔“

۵۔ تقلید اور تعصب:..... کیونکہ اکثر اہل بدعت اپنے آباء و اجداد اور پیران و مشائخ کی تقلید کرتے ہیں اور دوسروں کے مذاہب کے ساتھ تعصب رکھتے ہیں، (ایسے لوگوں کے بارے میں) اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّبِعُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ قَالُوا بَلْ نَتَّبِعُ مَا آَلْفَيْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ٦﴾ (البقرہ: ١٧٠)

”اور ان سے جب بھی کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کی تابع داری کرو تو جواب دیتے ہیں کہ ہم تو اس طریقہ کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔“

اور فرمایا:

﴿بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَرِهِمْ مُّهْتَدُونَ ﴿٢٢﴾﴾

(الزحرف: ۲۲)

”بلکہ یہ تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک مذہب پر پایا اور ہم انہی کے نقش قدم پر چل کر راہ یافتہ ہیں۔“

اہل بدعت کے لیے ان کے اعمال مزین و آراستہ کر دیے گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿أَفَمَنْ زُيِّنَ لَهُ سُوءُ عَمَلِهِ فَرَآهُ حَسَنًا فَإِنِ اللَّهُ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۗ فَلَا تَذْهَبُ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَتٍ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ﴿٨﴾﴾ (فاطر: ۸)

”تو کیا وہ شخص جس کے لیے اس کے برے اعمال خوش نما کر دیے گئے ہیں تو وہ انہیں اچھا سمجھتا ہے! یقیناً اللہ تعالیٰ جسے چاہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہے راہِ راست دکھاتا ہے۔ (اے پیغمبر!) آپ کو ان پر غم کھا کھا کر اپنی جان ہلاکت میں نہیں ڈالنی چاہیے، یہ جو کچھ کر رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ بخوبی واقف ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ نے اہل بدعت اور نفس پرستوں کا نقشہ کھینچتے ہوئے فرمایا:

﴿يَوْمَ تَقَلَّبُ وُجُوهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُولُونَ يَلَيْتَنَّا أَطَعْنَا اللَّهَ وَ أَطَعْنَا الرَّسُولَ ﴿٦٦﴾ وَ قَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ كُبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا ﴿٦٧﴾ رَبَّنَا آتِهِمْ ضِعْفَيْنِ مِنَ الْعَذَابِ وَ الْعَنَّهُمْ لَعْنَا كَبِيرًا ﴿٦٨﴾﴾ (الاحزاب: ۶۶ تا ۶۸)

”اس دن ان کے چہرے جہنم میں اُلٹ پلٹ کئے جائیں گے (حسرت و افسوس سے) کہیں گے کہ کاش ہم اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کی اطاعت کیے ہوتے۔ اور کہیں گے اے ہمارے رب! ہم نے اپنے سرد روں اور اپنے بڑوں کی باتیں مانی جنہوں نے ہمیں راہِ راست سے بھٹکا دیا، پروردگار! تو انہیں دُگنا عذاب دے اور ان پر خوب لعنت نازل فرما۔“

۶۔ بُرے لوگوں کی ہم نشینی اور ان سے میل جول..... بدعتوں میں پڑنے اور لوگوں میں بدعات کی ترویج اور نشر و اشاعت کے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی ہے، اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ اہلِ سوء کی ہم نشینی اختیار کرنے والا ندامت کا شکار ہوتا ہے، ارشاد ہے:

﴿وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ يَلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۚ﴾ (۲۷) ﴿يُوَيْلَتِي لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيلًا ۚ﴾ (۲۸) ﴿لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۗ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَذُولًا ۝﴾ (الفرقان: ۲۷ تا ۲۹)

”اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھ کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی راہ اختیار کی ہوتی، ہائے افسوس کاش میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا، اس نے تو مجھے میرے پاس نصیحت آجانے کے بعد گمراہ کر دیا اور شیطان تو انسان کو دغا دینے والا ہے۔“

اور فرمایا:

﴿وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۗ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِ مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝﴾ (الانعام: ۶۸)

”اور جب آپ ان لوگوں کو دیکھیں جو ہماری آیتوں میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہو جائیں یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں۔ اور اگر آپ کو

شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالموں کے ساتھ مت بیٹھیں۔“

نیز فرمایا:

﴿وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكُتُبِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا
وَيُسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ ۗ
إِنَّكُمْ إِذَا مِثْلَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِينَ وَالْكَافِرِينَ فِي جَهَنَّمَ
جَمِيعًا ۗ﴾ (النساء: ۱۴۰)

”اور اللہ تعالیٰ تمہارے پاس اپنی کتاب میں یہ حکم اتار چکا ہے کہ تم جب کسی مجلس والوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا کفر کرتے اور مذاق اڑاتے ہوئے سنو تو اس مجمع میں ان کے ساتھ نہ بیٹھو جب تک کہ وہ اس کے علاوہ اور باتیں نہ کرنے لگیں، ورنہ تم بھی اس وقت انہی جیسے ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ تمام کافروں اور منافقوں کو جہنم میں جمع کرنے والا ہے۔“

اور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

”إِنَّمَا مَثَلُ الْجَلِيسِ الصَّالِحِ وَالْجَلِيسِ السُّوءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ
وَنَافِخِ الْكَبِيرِ، فَحَامِلُ الْمِسْكِ إِمَّا أَنْ يَحْذِيكَ وَإِمَّا أَنْ تُبْتَاعَ
مِنْهُ، وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيحًا طَيِّبَةً، وَنَافِخُ الْكَبِيرِ إِمَّا أَنْ يَحْرِقَ
ثِيَابَكَ وَإِمَّا أَنْ تَجِدَ رِيحًا خَبِيثَةً.“^①

”نیک ہم نشین اور بُرے ہم نشین کی مثال مشک فروش اور آگ کی بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے۔ مشک فروش یا تو آپ کو مشک ہدیہ میں دے دے گا یا آپ اس سے خرید لیں گے، یا کم از کم تمہیں اس سے پاکیزہ خوشبو ضرور ملے گی اور

① متفق علیہ: صحیح البخاری: کتاب الذبائح والصيد، باب السمك، ۲۸۷/۶، حدیث: ۵۵۳۴،

ومسلم، کتاب البر والصلوة، باب استحباب مجالسة الصالحين..... ۲۰۲۶/۴، حدیث: ۲۶۲۸،

بروایت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ۔

بھٹی دھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلادے گا یا کم از کم تمہیں اس سے بدبو ملے گی۔“

(۷) علماء کی خاموشی اور کتمانِ علم:..... یہ بھی لوگوں میں بدعات اور فساد کے پھیلنے کا ایک سبب ہے، ارشاد الہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعِينُونَ ﴿١٥٩﴾
إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُّوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ﴿١٦٠﴾﴾ (البقرة: ۱۵۹ تا ۱۶۰)

”جو لوگ ہماری اتاری ہوئی دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجود اس کے کہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لیے بیان کر چکے ہیں، ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔ مگر وہ لوگ جو توبہ کر لیں اور اصلاح کر لیں اور بیان کر دیں (اپنے گناہ کا اقرار کر لیں) تو میں ان کی توبہ قبول کر لیتا ہوں اور میں توبہ قبول کرنے والا اور رحم و کرم کرنے والا ہوں۔“

اور فرمایا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتَرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۗ وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿١٧٤﴾﴾

(البقرہ: ۱۷۴)

”بے شک جو اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب چھپاتے ہیں اور اسے تھوڑی تھوڑی سی قیمت پر بیچتے ہیں، یقین مانو کہ یہ اپنے پیٹوں میں آگ بھر رہے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے بات بھی نہ کرے گا نہ انہیں پاک کرے گا، بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔“

نیز فرمایا:

﴿وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ لَتُبَيِّنُنَّهُ لِلنَّاسِ وَ
لَا تَكْتُمُونَهُ فَنَبَذُوهُ وَرَاءَ ظُهُورِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا
فَبَيَّسَ مَا يَشْتَرُونَ ﴿١٨٦﴾﴾ (آل عمران: ١٨٧)

”اور اللہ تعالیٰ نے جب اہل کتاب سے عہد لیا کہ تم اسے سب لوگوں سے ضرور
بیان کرو گے اور اسے چھپاؤ گے نہیں، پھر بھی ان لوگوں نے اس عہد کو اپنے پس
پشت ڈال دیا اور اسے بہت کم قیمت پر بیچ ڈالا تو کتنا بدترین ہے ان کا یہ سودا؟“
اللہ تعالیٰ نے اس امت کی ایک جماعت پر دعوت الی اللہ اور امر بالمعروف و نہی عن
المنکر کو واجب قرار دیا ہے فرمایا:

﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَ
يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْبَافِلِحُونَ ﴿١٠٣﴾﴾

(آل عمران: ١٠٤)

”تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے جو بھلائی کی طرف بلائے اور نیک کاموں
کا حکم دے اور برے کاموں سے روکے، اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔“
اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے
ہوئے کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

”مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيَغْيِرْهُ بِيَدِهِ، فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ،
فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الْإِيمَانِ.“^①

”تم میں سے جو کوئی منکر امر دیکھے تو اسے چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے روک دے،
اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے روک دے، اور اگر اس کی بھی استطاعت

① مسلم، کتاب الإیمان، باب بیان کون النہی عن المنکر من الإیمان وأن الإیمان یزید وینقص وأن
الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر واجب، ٦٩/١، حدیث: ٤٩.

نہ ہو تو اپنے دل میں اسے برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کم تر درجہ ہے۔“

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ ”امر بالمعروف اور نہی عن المنکر“ ان درجات و مراتب کے مطابق ہر شخص پر فرض ہے۔

اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”مجھ سے پہلے جس کسی امت میں کوئی نبی مبعوث ہوا اس امت میں اس کے حواری (اعوان و انصار) اور ساتھی ہوتے تھے جو اس کی سنت کی پیروی اور اس کے حکم کی بجا آوری کرتے تھے، پھر ان کے بعد کچھ ایسے ناخلف لوگ پیدا ہوئے، جو وہ کہتے تھے کرتے نہ تھے، اور ایسی چیزیں کرتے تھے جس کا انہیں حکم نہیں دیا جاتا تھا۔ تو جو ان سے اپنے ہاتھ سے جہاد کرے، وہ بھی مومن ہے اور جو ان سے اپنی زبان سے جہاد کرے، وہ بھی مومن ہے اور جو ان سے اپنے دل سے جہاد کرے، وہ بھی مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان باقی نہیں رہتا۔“^①

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ يَعْلَمُهُ فَكْتَمَهُ الْجَمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِلِجَامٍ مِّنَ النَّارِ))^②

”جس شخص سے کوئی علم دریافت کیا گیا جسے وہ جانتا ہے اور اس نے اسے چھپا لیا تو اسے قیامت کے روز آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔“

(۸) کافروں کی مشابہت اور ان کی تقلید:..... مسلمانوں کے درمیان بدعات کے جنم دینے میں اس چیز کا ایک نمایاں رول ہے، اس کی دلیل سیدنا ابو واقد لیشی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں: ”ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ حنین کی طرف جا رہے تھے اور ابھی

① مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان، ۱ / ۷۰، حدیث نمبر (۵۰)۔

② الترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی کتمان العلم، ۵ / ۲۹، حدیث نمبر (۲۶۴۹) و ابوداؤد،

کتاب العلم، باب کراہیۃ منع العلم، ۳ / ۳۲۱، حدیث نمبر (۳۶۵۸)، وابن ماجہ، المقدمة، باب من

سنل عن غلسه فکتمه، ۱ / ۹۸، حدیث نمبر (۲۶۶) و مسند احمد، ۲ / ۲۶۳، ۳۰۵، علامہ البانی رضی اللہ عنہ نے

صحیح سنن الترمذی (۳۳۶ / ۲) اور صحیح سنن ابن ماجہ (۴۹ / ۱) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

ہمارے کفر کا زمانہ قریب ہی گزرا تھا، فتح مکہ کے روز ہی مسلمان ہوئے تھے، فرماتے ہیں کہ ہمارا گزر ایک درخت سے ہوا تو ہم نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! جس طرح مشرکین کا ذات انواط ہے اسی طرح ہمارے لیے بھی ایک ذات انواط مقرر فرما دیجئے، (ذات انواط، دراصل ایک بیری کا درخت تھا جس کے پاس مشرکین عبادت کی خاطر بیٹھتے تھے، اور حصول تبرک کے لیے اپنے ہتھیار وغیرہ بھی اس کے ساتھ لٹکایا کرتے تھے) تو جب ہم نے یہ بات نبی کریم ﷺ سے کہی تو آپ نے فرمایا: ”اللہ اکبر! اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم نے وہی بات کہی ہے جو بنو اسرائیل نے جناب موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ:

﴿اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ﴾ (۱۳۸)

(الاعراف: ۱۳۸)

”ہمارے لیے بھی ایک ایسا ہی معبود مقرر فرما دیجئے جیسے ان کے یہ معبود ہیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: واقعی تم لوگ بڑے نادان ہو۔“

تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے راستے کی پیروی کرو گے۔^①

اس حدیث سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ بنو اسرائیل کے اس بدترین مطالبہ کا اصل محرک کفار کی مشابہت ہی تھی، اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اللہ تعالیٰ کے علاوہ سے تبرک حاصل کرنے کی خاطر نبی کریم ﷺ سے ایک درخت مقرر فرمانے کے مطالبہ کا سبب بھی کفار کی مشابہت ہی تھی، اور یہی حال آج مسلمانوں کی اکثریت کا بھی ہے کہ انہوں نے

① اس حدیث کی تخریج بایں الفاظ امام ابو عاصم رحمہ اللہ نے کتاب السنۃ میں کی ہے، ۱/۳۷ حدیث نمبر (۷۶)، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی سند کو ”ظلال الجنۃ فی تخریج السنۃ“ میں (چو کتاب السنۃ کے ساتھ ہی شائع ہوئی ہے) حسن قرار دیا ہے، ۱/۳۷ و جامع ترمذی کتاب الفتن، باب ماجاء لتركبن من كان قبلکم، ۴/۴۷۵، حدیث نمبر (۲۱۸۰) امام ترمذی نے حدیث پر حکم لگاتے ہوئے فرمایا ہے کہ حدیث حسن صحیح ہے نیز دیکھئے: النهج السدید فی تخریج احادیث تیسیر العزیز الحمید، از جاسم بن فہید الدوسری، ص:

بدعات و شرک کے عمل میں کفار کی مشابہت اختیار کی ہے، جس کے مظاہر تقریباتِ پیدائش (Birthday Festivals) جنازوں کی بدعات، اور قبروں پر عمارت کی تعمیر وغیرہ کی شکل میں موجود ہیں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ گذشتہ قوموں کی راہیں اپنانا بدعات و خواہشات کا ایک دروازہ ہے۔^①

اس بات کی مزید وضاحت سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے ہوتی ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَتَتَّبِعَنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ شَبْرًا بِشَبْرٍ، وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتَّىٰ لَوْ دَخَلُوا فِي جُحْرِ ضَبٍّ لَا تَبَعْتُمُوهُمْ.))

”تم لوگ ضرور بالضرور اپنے سے پہلے لوگوں کے راستوں کی پیروی کرو گے، ایک ایک بالشت اور ایک ایک گز، حتیٰ کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں داخل ہوئے ہوں گے، تو تم اس میں بھی ان کی اتباع کرو گے۔“

ہم نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہود و نصاریٰ کی راہوں کی؟“ آپ نے فرمایا: ”فمن؟“ تو اور کس کی؟“^②

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”السنن“ کے معنی راستے کے ہیں، اور بالشت، گز اور گوہ کے سوراخ سے گناہوں اور دیگر بے راہ روی کے کاموں میں شدت یکسانیت اور موافقت کی مثال مقصود ہے، نہ کہ کفر میں اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک کھلا معجزہ ہے، کیونکہ آپ کی یہ پیشین گوئی حرف بحرف ثابت ہوئی۔^③

① دیکھئے: تنبیہ اولی الابصار الی کمال الدین و مافی البدع من اخطار، از ڈاکٹر صالح سحیمی، ص: ۱۴۷

۱۷۰، نیز کتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح الفوزان، ص: ۸۷۔

② متفق علیہ: البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب و السنة، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ”لتتبعن سنن من کان

قبلکم“ ۸/ ۱۹۱، حدیث نمبر (۷۳۲۰) و مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیہود و النصاری ۴/

۲۰۵۵ حدیث نمبر (۲۶۶۹)

③ صحیح مسلم بشرح امام نووی: ۱۶/ ۴۶۰۔

معلوم ہوا کہ بالشت، گز اور گوہ کے سوراخ میں داخل ہونے سے دراصل ہر اس شے میں اتباع کرنے کی مثال مقصود ہے جس سے شریعت میں روکا گیا ہے اور وہ شریعت کی نگاہ میں مذموم ہے،^① اور نبی کریم ﷺ نے غیر مسلموں کی مشابہت سے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے:

((بُعِثْتُ بَيْنَ يَدَيِ السَّاعَةِ بِالسَّيْفِ حَتَّى يَعْبُدَ اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَجُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمَحِي، وَجُعِلَ الذِّلُّ وَالصِّغَارُ عَلَيَّ مَنْ خَالَفَ أَمْرِي، وَمَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ.))^②

”قیامت سے پہلے پہلے تلوار کے ساتھ مبعوث ہوا ہوں تاکہ اللہ وحدہ لا شریک کے سوا اور کسی کی عبادت و پرستش نہ ہو، میری روزی میرے نیزے کے سائے میں رکھی گئی ہے اور ذلت و خواری اس شخص کا مقدر بنا دی گئی ہے جس نے میرے حکم کی مخالفت کی اور جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ انہی میں سے شمار ہوگا۔“

۹:.....ضعیف و موضوع (جھوٹی) حدیثوں پر اعتماد:.....ضعیف و بے اصل حدیثوں پر اعتماد بھی ان اسباب میں سے ہے جن سے بدعات کی نشرواشاعت ہوتی ہے، چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ اکثر اہل بدعت ضعیف، بے سروپا، موضوع، جھوٹی اور ان احادیث پر اعتماد کرتے ہیں جنہیں محدثین نے درجہ قبولیت سے خارج قرار دیا ہے اور دوسری طرف ان صحیح احادیث کو پس پشت ڈال دیتے ہیں جو ان کی بدعات کے آڑے آتی ہیں، جس کے نتیجے میں ہلاکت و بربادی اور خسارہ ان کا مقدر بن جاتا ہے۔ لاحول ولا

① دیکھئے: فتح الباری، از امام حافظ ابن حجر، ۳۰۱/۱۳۔

② مسند احمد بن حنبل، ۲/۵۰، ۹۲، علامہ احمد محمد شاہ نے مسند احمد کی شرح میں اس حدیث کی سند کو صحیح قرار دیا ہے،

دیکھئے: (حدیث نمبر، ۵۱۱۴، ۵۱۱۵، ۵۶۶۷) بروایت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما۔

قوة الا بالله ❶

(۱۰) غلو پسندی و مبالغہ آرائی:..... غلو، بدعات کے ظہور و انتشار کا سب سے بنیادی سبب ہے اور یہی وہ سبب اصلی ہے جس سے انسانیت میں شرک جیسے سنگین جرم کا ارتکاب ہوا، کیونکہ لوگ جناب آدم علیہ السلام سے لے کر دس صدیوں تک خالص عقیدہ توحید پر قائم تھے، شرک کا وجود نہ تھا، پھر اس کے بعد لوگوں نے صالحین (نیکو کار لوگ) سے عقیدتیں قائم کیں اور ان کے بارے میں اس حد تک غلو کیا کہ اللہ کے سوا ان کی عبادت کر بیٹھے، تو اللہ تعالیٰ نے دعوت توحید کی تجدید کے لئے جناب نوح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا، اور یوں انبیاء و رسل علیہم السلام کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ❷

غلو کی مختلف قسمیں اور صورتیں ہیں، چنانچہ غلو شخصیتوں میں ہوتا ہے، مثلاً ائمہ و اولیاء کی تقدیس اور انہیں ان کے مرتبوں سے اونچا اٹھانا اور پھر رفتہ رفتہ ان کی عبادت تک پہنچ جانا وغیرہ، نیز دین میں غلو ہوتا ہے، مثلاً اللہ کی شریعت میں کسی چیز کا اضافہ کرنا، یا بے جا تشدد اور ناحق کسی کی تکفیر کرنا وغیرہ اور غلو درحقیقت عقائد و اعمال میں حد سے تجاوز کرنے کو کہا جاتا ہے، خواہ کسی چیز کی حد سے زیادہ تعریف ہو، یا کسی چیز کی اس کے حق سے زیادہ مذمت۔ ❸

اللہ تعالیٰ نے غلو سے ڈرایا ہے، چنانچہ اہل کتاب سے فرمایا:

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ﴾ (النساء: ۱۷۱)

”اے اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) اپنے دین میں غلو نہ کرو۔“

اور نبی کریم ﷺ نے بھی دین میں غلو کرنے پر تنبیہ فرمائی ہے، چنانچہ سیدنا عبداللہ بن

عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

❶ دیکھئے: فتاویٰ ابن تیمیہ ۲۲/۳۶۱-۳۶۳ والاعتصام، از امام شاطبی ۱/۲۷۸-۲۹۴، و تنبیہ اولی الابصار..... از

ڈاکٹر صالح الحیسی، ص: ۷۴۸، و رسائل و دراسات فی الہواء والافتراق..... از ڈاکٹر ناصر عبدالکریم العقل، ۲/۱۸۰۔

❷ دیکھئے: البداية والنهاية از امام حافظ ابن کثیر، ۱/۱۰۶۔

❸ دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۱/۲۸۹۔

((إِيَّاكُمْ وَالْغُلُوَّ فِي الدِّينِ ، فَإِنَّمَا أَهْلَكَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ الْغُلُوَّ فِي الدِّينِ))^①

”دین میں غلو کرنے سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو دین میں غلو ہی نے ہلاک کیا ہے۔“

معلوم ہوا کہ دین میں غلو کرنا شرک و بدعات اور خواہشات کے عظیم ترین اسباب میں سے ہے،^② اور دین میں غلو کی خطرناکی ہی کو محسوس کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے اپنے بارے میں مبالغہ آرائی پر تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا:

((لَا تَطْرُونِي كَمَا أَطْرَبَتِ النَّصَارَى عِيسَى ابْنَ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا عَبْدُهُ ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ))^③

”تم (حد سے زیادہ تعریفیں کر کے) مجھے حد سے آگے نہ بڑھانا جیسا کہ نصاریٰ (عیسائیوں) نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو حد سے آگے بڑھا دیا تھا، میں اللہ کا بندہ ہوں لہذا مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو۔“

یا نچواں مطلب..... بدعت کی قسمیں:

مختلف اعتبار سے بدعت کی مختلف قسمیں ہیں، جن کی تفصیل مختصراً درج ذیل ہے:

① نسائی، کتاب المناسک، باب التقاط الحصى، ۲۶۸/۵، وابن ماجہ، کتاب المناسک، باب قدر حصى الرمی، ۱۰۰۸/۲، واحمد، ۳۴۷/۱، اس حدیث کی سند کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ”اقتضاء الصراط المستقیم“ م (۲۸۹/۱) میں صحیح قرار دیا ہے۔

② دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۲۸۹/۱، والاعتصام، از امام شاطبی، ۲۳۱-۳۲۹/۱، ورسائل ودراسات فی الالهواء..... از ڈاکٹر ناصر عبدالکریم العقل، ۱/۱۷۱، ۱۸۳، والغلو فی الدین فی حیاة المسلمین المعاصرة، از ڈاکٹر عبدالرحمن ابن معلا اللویحق، ص: ۷۷-۸۱ والحکمة فی الدعوة الی اللہ عزوجل، از سعید بن علی القحطانی (صاحب کتاب) ص: ۳۷۹۔

③ صحیح بخاری، کتاب الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَإِذْ كَرَّمْنَا مَرْيَمَ.....﴾ ۴/۱۷۱، حدیث نمبر (۳۴۴۵)

پہلی قسم: بدعت حقیقی و بدعت اضافی

(۱) بدعت حقیقی: وہ بدعت ہے جس پر کتاب اللہ، سنت رسول ﷺ اجماع اور اہل علم کے کسی معتبر استدلال سے اجمالی یا تفصیلی طور پر کوئی بھی شرعی دلیل موجود نہ ہو، اسے بدعت اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ دین میں بلا کسی سابق مثال کے ایک نوا ایجاد شے ہے۔^①

مثال کے طور پر رہبانیت کے ذریعہ سے اللہ سے تقرب کا حصول، یعنی تمام انسانوں سے علیحدہ ہو کر، دنیا اور اس کی لذتوں سے کنارہ کش ہو کر پہاڑوں میں پناہ گزیں ہو جانا، ایسا کرنے والوں کا یہ عمل ایک من مانی عبادت ہے جسے انہوں نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے۔^②

دوسری مثال یوں ہے کہ اللہ کی عبادت کی خاطر اپنے اوپر اللہ کی پاکیزہ حلال چیزیں حرام قرار دے لینا^③ ان کے علاوہ اور بھی بہت سی مثالیں ہیں۔^④

(۲) بدعت اضافی: بدعت اضافی کے دورخ یا دوشابے ہیں:

- ۱: اس بدعت سے کچھ دلائل متعلق ہیں لہذا اس پہلو سے وہ بدعت شمار نہ ہوگی۔
- ۲: اس بدعت سے بس اسی طرح دلائل متعلق ہیں جس طرح بدعت حقیقی سے، یعنی ایک اعتبار سے دلیل پر مبنی ہونے کے سبب سنت اور دوسرے اعتبار سے دلیل نہیں بلکہ شبہ پر مبنی ہونے کے سبب بدعت ہے، دونوں میں فرق بائیں معنی ہے کہ اصل مسئلہ مبنی بر دلیل ہے لیکن کیفیات، احوال اور تفصیلات کے اعتبار سے بے دلیل ہے جبکہ مسئلہ کے لئے دلیل ناگزیر ہے، کیونکہ مسئلہ تعبیدی ہے، عام حالات سے متعلق نہیں ہے۔^⑤

① دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۳۶۷/۱۔

② دیکھئے: مصدر سابق، ۳۷۰/۱، و تفسیر القرآن العظیم، از حافظ ابن کثیر، ۳۱۶/۴، و تیسیر الکریم

الرحمن فی تفسیر کلام المنان، از علامہ سعدی، ص: ۸۷۲۔

③ دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۴۱۷/۱۔

④ دیکھئے: مصدر سابق، ۳۷۰/۱-۴۴۵۔

⑤ دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۳۶۷/۱، ۴۴۵۔

مثال کے طور پر لوگوں کا فرض نمازوں کے بعد یا کسی بھی وقت اجتماعی طور پر بیک آواز ذکر کرنا یا اسی طرح فرض نمازوں کے بعد امام کا دعا کرنا اور مستدییوں کا آمین کہنا، تو ان مسائل پر غور کریں کہ ذکر تو مشروع ہے لیکن ان مخصوص کیفیات پر ذکر کرنا غیر مشروع، بدعت اور خلاف سنت ہے۔^①

اسی طرح ماہ شعبان کی پندرہویں تاریخ کو دن میں خصوصیت کے ساتھ روزہ رکھنا اور رات میں خصوصیت کے ساتھ عبادت کرنا، نیز ماہ رجب کے پہلے جمعہ کی رات میں ”صلاة الرغائب“ کا اہتمام کرنا وغیرہ بھی ہے۔

یہ ساری چیزیں بدعت ہیں اور یہی بدعت اضافی ہے، کیونکہ صلاة، صوم وغیرہ دیگر عبادات اصلاً مشروع ہیں لیکن انہیں کسی خاص وقت، خاص جگہ یا کسی خاص کیفیت میں ادا کرنے سے ان میں بدعت داخل ہو جاتی ہے، کیونکہ زمان و مکان اور کیفیات کی یہ تفصیل کتاب و سنت سے ثابت نہیں، چنانچہ یہ ساری چیزیں بہ حیثیت اصل تو سنت ہیں لیکن غیر ثابت امور کے سبب بدعت میں داخل ہو جاتی ہیں۔^②

دوسری قسم: بدعت فعلی و بدعت ترکی

(۱) **بدعت فعلی**.....: یہ بھی لوگوں میں بدعات اور بدعت کی تعریف میں شامل ہے، بدعت فعلی دین میں ایجاد کردہ وہ طریقہ ہے جو بظاہر شریعت کے مشابہ ہو، جس پر چل کر اللہ کی عبادت میں مبالغہ مقصود ہو۔^③

مثال کے طور پر اللہ کی شریعت میں کسی غیر مشروع امر کا اضافہ کر دینا، جیسے کوئی شخص

① دیکھئے: مصدر سابق، ۱/ ۴۵۲، و تنبیہ اولی الابصار الی کمال الدین و مافی البدع من اخطار از ڈاکٹر صالح سعیمی، ص ۹۶۔

② دیکھئے: اصول فی البدع والسنن ار شیخ عدوی، ص: ۳۰، و تنبیہ اولی الابصار الی کمال الدین و مافی البدع من اخطار از صالح سعیمی، ص: ۹۶۔

③ دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی ۱/ ۵۰-۵۶۔

نماز میں ایک رکعت کا اضافہ کر دے، یا دین میں ایسی چیز لا داخل کرے جو اس میں سے نہ ہو یا کسی عبادت کو اسوۂ نبوی ﷺ کے خلاف کسی خاص کیفیت میں انجام دے ❶ یا کسی مشروع عبادت کو کسی وقت کے ساتھ خاص کر دے جسے شریعت نے خاص نہ کیا ہو، جیسے خصوصیت کے ساتھ پندرہویں شعبان کے دن روزہ رکھے اور رات میں عبادت کرے۔ ❷

(۲) بدعت ترکی (کسی چیز کو بلا دلیل ترک کر دینے کی بدعت:..... بدعت کی یہ قسم بھی بدعت کی تعریف کے عموم میں داخل ہے کہ یہ ”دین میں ایک نوا ایجاد طریقہ ہے“ ❸ چنانچہ کسی چیز کو بلا دلیل چھوڑنے سے بھی بدعت کا وقوع ہو جاتا ہے، خواہ اسے حرام سمجھا جائے یا نہ سمجھا جائے، کیونکہ کسی چیز کو جو شرعاً حلال اور جائز ہے، اگر انسان اسے اپنے اوپر حرام کر لے یا قصداً ترک کر دے تو اس کا یہ ترک کرنا دو صورتوں سے خالی نہ ہوگا یا تو اس کا کوئی شرعی جواز ہوگا یا اس کے برعکس، اب اگر اس کا کوئی شرعی جواز ہے تو اسے ترک کرنے میں ادنیٰ حرج نہیں کیونکہ یہ چیز تو شرعاً جائز اور مطلوب امر ہے جیسے کوئی شخص کسی خاص قسم کے کھانے کو اس لئے ترک کر دے کہ وہ کھانا اس کے جسم یا عقل یا دین کے لئے کسی بھی حیثیت سے ضرر رساں ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں، بلکہ یہ تو ضرر رساں امور سے حفظان (بچاؤ) کے قبیل سے ہے، جس کی اصل رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ ، فَإِنَّهُ
أَغْضُ لِّلْبَصْرِ وَأَحْصَنُ لِّلْفَرْجِ ، وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ

❶ دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبئی ۱/ ۳۶۷-۴۴۵ و تنبیہ اونی الابصار..... از ڈاکٹر صالح سحیمی ص: ۹۹ و حقیقۃ البدع و احکامها، از سعید الغامدی ۲/ ۳۷، و اصول فی البدع والسنن، از شیخ عدوی، ص: ۷۰ و علم اصول البدع، از علی بن حسن الأثری، ص: ۱۰۷۔

❷ دیکھئے: کتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح الفوزان، ص: ۸۲۔

❸ دیکھئے: الاعتصام از امام شاطبئی، ۱/ ۵۷۔

بِالصَّوْمِ، فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءُ.)) ①

”اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے جسے شادی کی طاقت ہو اسے چاہیے کہ شادی کر لے کیونکہ وہ نگاہوں کو زیادہ پست کرنے والی اور شرم گاہ کی خوب حفاظت کرنے والی ہے، اور جسے شادی کی استطاعت نہ ہو، وہ روزہ رکھے، کیونکہ روزہ اس کے لئے گناہوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔“

اسی طرح اگر حرج والے کاموں سے بچنے کے لئے غیر حرج والے کاموں کو بھی ترک کر دے تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں، کیونکہ یہ حرام میں وقوع کے خوف سے اور دین و آبرو کی حفاظت کی خاطر، ان شبہات سے اجتناب کے قبیل سے ہے۔

اور اگر ترک عمل کسی اور غرض کے لئے ہو تو بھی دو صورتوں سے خالی نہیں، یا تو دینی نقطہ نظر سے ہوگا یا غیر دینی نقطہ نظر سے، اب اگر غیر دینی نقطہ نظر سے یونہی اس کا تارک ہے، تو اس کو حرام سمجھنا یا قصداً انجام نہ دینا لغو اور عبث کام ہے، لیکن اس صورت میں اسے بدعت کی عمومی تعریف میں شامل نہ ہونے کے سبب بدعت نہ کہا جائے گا، البتہ ان لوگوں کی تعریف کے مطابق ضرور کہا جائے گا جو عادات میں بھی بدعت کے قائل ہیں، البتہ پہلی تعریف کی روشنی میں یہ بدعت نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ ایک شے کو ترک کرنے یا اس کی حرمت کا عقیدہ رکھنے کے سبب وہ شریعت کی خلاف ورزی کرنے والا شمار ہوگا اور گناہ کا مستحق قرار پائے گا اور خلاف ورزی کا گناہ عمل متروک کے درجہ وجوب و استحباب پر مبنی ہوگا۔

ہاں اگر ترک عمل دینی نقطہ نظر سے ہو تو وہ دین میں بدعت شمار ہوگا، چاہے عمل متروک مباح ہو یا واجب اور خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے یا عادات سے، نیز قول سے ہو یا فعل سے یا اعتقاد سے، اگر اس کے ترک سے اللہ کی عبادت مقصود ہوگی تو ایسا کرنے

① متفق علیہ: صحیح البخاری کتاب الصوم باب الصوم لمن خاف علی نفسه العزبة، ۲/۲۸۰، حدیث نمبر (۱۹۰۵) و مسلم کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسه الیہ و وجد مؤنتہ، ۱۰۱۸/۲ حدیث نمبر (۱۴۰۰) بروایت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ۔

سے وہ بدعتی شمار ہوگا۔^①

ایسے امور میں ترک عمل بدعت قرار پانے کی دلیل ان تین افراد کا واقعہ ہے جو آپ ﷺ کی عبادت کے متعلق دریافت کرنے کے لئے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہما کے گھر آئے تھے اور جب انہیں بتایا گیا تو انہوں نے اپنے لئے اتنی عبادت کو بہت کم سمجھا اور کہا: ”کہاں ہم اور کہاں نبی کریم ﷺ؟“ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیے ہیں، چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا: ”میں تو ہمیشہ رات بھر نماز پڑھتا رہوں گا۔“ دوسرے نے کہا: ”میں زندگی بھر روزہ رکھوں گا کبھی ناغہ نہ کروں گا۔“ تیسرے نے کہا: ”میں عورتوں سے الگ ہو جاؤں گا اور کبھی شادی ہی نہ کروں گا۔“ پھر آپ ﷺ تشریف لائے اور فرمایا:

((أَنْتُمْ الَّذِينَ قُلْتُمْ كَذَا وَكَذَا؟ أَمَا وَاللَّهِ إِنِّي لَا خَشَاكُمُ لِلَّهِ،
وَأَتَقَاكُمُ لَهُ، لَكِنِّي أَصُومُ وَأَفْطِرُ، وَأُصَلِّي وَأَرْقُدُ، وَأَتَزَوَّجُ
النِّسَاءَ، فَمَنْ رَغِبَ عَن سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي))^②

”کیا تم ہی لوگوں نے ایسی ایسا بات کہی ہے؟ سن لو اللہ کی قسم! میں تم لوگوں میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں اور تم میں سب سے زیادہ تقویٰ والا ہوں لیکن اس کے باوجود میں روزہ بھی رکھتا ہوں اور ناغہ بھی کرتا ہوں، نماز بھی پڑھتا ہوں، سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح بھی کرتا ہوں، تو جس نے میرے طریقہ سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔“

”سنہ“ سے مراد یہاں طریقہ ہے، نہ کہ وہ سنت جو فرض کے بالمقابل استعمال کی جاتی ہے۔ اور ”رغب عن الشيء“ کے معنی کسی چیز سے اعراض کر کے دوسری طرف چلے جانے

① دیکھئے: الاعتصام از امام شاطبیؒ ۱/ ۵۸۔

② متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح ۶/ ۱۴۲، حدیث نمبر

(۵۰۶۳) و مسلم کتاب النکاح، باب استحباب النکاح لمن طاقت نفسه الیہ و وجد موثته، ۲/ ۱۰۱۰۔

حدیث نمبر (۱۴۰۱) روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ۔

کے ہیں۔ اور ”فَمَنْ رَغِبَ عَن سُنَّتِي.....“ کا مفہوم یہ ہے کہ جس نے میرے طریقہ کو چھوڑ کر میرے علاوہ کسی اور کا طریقہ اپنایا وہ مجھ سے نہیں۔^①

سابقہ گفتگو سے واضح ہوا کہ بدعت کی دو قسمیں ہیں: بدعت فعلی اور بدعت ترک، اسی طرح سنت کی بھی دو قسمیں ہیں: سنت فعلی اور سنت ترک۔ چنانچہ سنت رسول ﷺ جس طرح فعل سے ہوتی ہے اسی طرح ترک فعل سے بھی ہوتی ہے، کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ ﷺ کے ہر تعبدی عمل میں آپ کی اتباع کا مکلف بنایا ہے، بشرطیکہ آپ کی خصوصیات میں سے نہ ہو، اسی طرح ترک عمل میں بھی ہمیں آپ کی اتباع کا مکلف بنایا ہے، لہذا فعل بھی سنت ہے اور ترک فعل بھی اور جس طرح آپ ﷺ کے کیے ہوئے کو چھوڑ کر ہم اللہ کی قربت حاصل نہیں کر سکتے، اسی طرح آپ کے چھوڑے ہوئے کو انجام دے کر بھی اللہ کی قربت حاصل نہیں کر سکتے، لہذا جسے آپ نے ترک کیا ہے اسے انجام دینے والا ایسے ہی ہے جیسے آپ کے کئے ہوئے کو ترک کر دینے والا، دونوں میں کوئی فرق نہیں۔^②

تیسری قسم: بدعت قولی اعتقادی اور بدعت عملی

(۱) بدعت قولی اعتقادی:..... بدعت قولی اعتقادی جیسے جہمیہ، معتزلہ، رافضہ اور دیگر گمراہ فرقوں کے اقوال اور ان کے عقائد وغیرہ، نیز انہی میں وہ فرقے بھی شامل ہیں جو موجودہ زمانہ کی پیداوار ہیں، جیسے قادیانیت، بہائیت اور باطنیہ کے تمام فرقے جیسے اسماعیلیہ، نصیریہ، دروز اور رافضہ وغیرہ۔

① دیکھئے: فتح الباری، از حافظ ابن حجر، ۱۰۵/۹۔

② دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبیؒ ۱/۵۷-۶۰ و ۴۷۹، ۴۸۵، ۴۹۸ والامر بالاتباع والنہی عن الابتداع، از امام جلال الدین سیوطیؒ ص: ۲۰۵ و اصول فی البدع و السنن، از شیخ محمد احمد عدوی، ص: ۷۰ و حقیقۃ البدع و احکامها، از سعید الغامدی، ۲/۳۷-۵۸ و تنبیہ اولی الابصار الی کمال الدین و مافی البدع من اخطار، از صالح سحیمی، ص: ۹۷ و علم اصول البدع از علی بن حسن الاثری، ص: ۱۰۷ و تحذیر المسلمین عن الابتداع و البدع فی الدین، از شیخ احمد بن حجر آل بو طامی ص: ۸۳۔

(۲) بدعت عملی:..... بدعت عملی کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

* وہ بدعت جو اصل عبادت میں ہو جیسے کوئی ایسی عبادت ایجاد کرے جس کی شریعت میں کوئی اصل ہی نہ ہو، مثلاً کوئی غیر مشروع صلاۃ یا غیر مشروع صیام یا عید میلاد (Birthday) کی طرح کوئی غیر مشروع عید ایجاد کرے، وغیرہ۔

* وہ بدعت جو کسی مشروع عبادت پر اضافہ اور زیادتی کی شکل میں ہو، مثال کے طور پر ظہر یا عصر کی نماز میں پانچویں رکعت کا اضافہ کر دے، وغیرہ

* وہ بدعت جو کسی مشروع عبادت کی ادائیگی کے طریقہ میں ہو، مثلاً: کوئی شخص کسی مشروع عبادت کو غیر شرعی طریقہ سے ادا کرے، جیسے مشروع اذکار کو اجتماعی آواز میں گا گا کر پڑھنا، اسی طرح عبادات میں اپنے آپ پر بے جا سختی کرنا کہ سنت کی حد سے خارج ہو جائے۔

* وہ بدعت جو کسی مشروع عبادت کو کسی خاص وقت میں ادا کرنے کی شکل میں ہو، جس کی شریعت میں کوئی تخصیص نہ ہو، مثال کے طور پر شعبان کے پندرہویں دن کو روزہ اور اس کی شب کو قیام (عبادات وغیرہ) کے لئے خاص کر لینا کہ اصل صیام و قیام تو مشروع ہے، لیکن کسی وقت کی تخصیص کے لئے دلیل درکار ہے۔^①

چھٹا مطلب..... دین میں بدعت کا حکم:

اس میں کوئی شک نہیں کہ دین اسلام میں ایجاد کی جانے والی ہر بدعت گمراہی ہے اور حرام ہے کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ، وَكُلُّ

① مجموع فتاویٰ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۱۸/۳۴۶-۴۱۴ و کتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح الفوزان ص: ۸۱-۸۲ و مجلۃ الدعوة شمارہ نمبر (۱۱۳۹) ۹/رمضان ۱۴۰۸ ہجری مقالہ از ڈاکٹر صالح الفوزان، بدعات کی قسمیں، و تنبیہ اولی الابصار الی کمال الدین و مافی البدع من اخطار از ڈاکٹر صالح سجیمی، ص: ۱۰۰۔

بِدْعَةٍ ضَالَّةٍ.))^①

”دین میں نئی نئی باتوں سے بچو، کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

نیز فرمایا:

((مَنْ أَحَدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))

”جس نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ بات مردود ہے۔“

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))^②

”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ عمل مردود ہے۔“

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام میں ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی اور ناقابل قبول ہے، عبادات میں ہر بدعت حرام ہے لیکن بدعت کی نوعیت کے اعتبار سے اس کی حرمت کا حکم بھی مختلف ہوتا ہے چنانچہ:

✽ بعض بدعتیں کفر ہوتی ہیں: جیسے اہل قبور کے تقرب کی خاطر ان کی قبروں کا طواف کرنا، ذبائح اور قربانیاں پیش کرنا، نذریں ماننا، ان کی دہائی دینا، ان سے فریاد کرنا، اسی طرح عالی جہمیہ، معتزلہ اور روافض کے اقوال وغیرہ۔

✽ بعض بدعتیں شرک تک پہنچنے کا وسیلہ ہوتی ہیں: جیسے قبروں پر عمارتوں کی تعمیر، اور وہاں صلاۃ ادا کرنا، دعا کرنا وغیرہ۔

① سنن ابوداؤد، ۴/۲۰۱ حدیث نمبر (۴۶۰۷) وجامع الترمذی، ۵/۴۴ حدیث نمبر (۲۶۷۶) مفصل تخریج ص: (۶۵) میں گذر چکی ہے۔

② متفق علیہ: صحیح البخاری ۳/۲۲ حدیث نمبر (۲۶۹۷) و صحیح مسلم ۳/۱۳۴۳، حدیث نمبر (۱۷۱۸) مفصل تخریج ص: (۵۲) میں گذر چکی ہے۔

بعض بدعتیں معصیت ہوتی ہیں: جیسے (تجرو) شادی نہ کرنے، دھوپ میں کھڑے رہ کر روزہ رکھنے، اور کسر شہوت کی خاطر خصی ہونے کی بدعتیں۔^①

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”بدعتی کا گناہ ہمیشہ یکساں نہیں ہوتا، بلکہ اس کے مختلف مراتب و درجات ہوتے ہیں اور ان اختلافِ درجات کا سبب درج ذیل امور ہیں:

۱: بدعتی، مدعی اجتہاد یا مقلد ہو۔

۲: بدعت کا وقوع بدیہی امور میں ہو، مثلاً دین، نفس، عزت و آبرو عقل اور مال وغیرہ۔

۳: بدعتی، اپنی بدعت کو چھپا رہا ہو یا اعلانیہ انجام دے رہا ہو۔

۴: بدعتی، اپنی بدعت کی طرف دوسروں کو بلا رہا ہو یا خاموش ہو۔

۵: بدعتی، اہل سنت و جماعت سے بغاوت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔

۶: بدعت، حقیقی ہے یا اضافی ہے۔

۷: بدعت، واضح ہے یا غیر واضح ہے۔

۸: بدعت، کفر ہے یا کفر نہیں ہے۔

۹: بدعتی، اپنی بدعت پر مصر ہے یا مصر نہیں ہے۔

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”یہ مراتب و درجات اپنی خطرناکی کے اعتبار سے گناہ میں مختلف ہوتے ہیں۔“^②، نیز وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”ان مراتب میں سے بعض مراتب حرام اور ناپسندیدہ (مکروہ) ہیں، البتہ ضلالت و گمراہی کی صفت ان تمام اقسام میں مشترک اور لازم ہے“^③، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ گناہ کے اعتبار سے بدعت کی تین قسمیں ہیں:

۱: کفر بواح یعنی کھلا ہوا (واضح) کفر۔^④

① دیکھئے: کتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح بن فوزان، ص: ۸۲۔

② دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۲۱۶/۱-۲۲۴، نیز ۵۱۵/۲-۵۰۹۔

③ دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۵۱۶/۲۔

④ دیکھئے: مصدر سابق، ۵۱۶/۲۔

۲: گناہ کبیرہ۔^①۳: گناہ صغیرہ۔^②

البتہ بدعت کے گناہ صغیرہ ہونے کی درج ذیل شرطیں ہیں:
پہلی شرط: بدعتی اس بدعت پر ہمیشگی نہ برتے، کیونکہ ایسا کرنے سے وہ صغیرہ اس کے حق میں کبیرہ بن جائے گا۔

دوسری شرط: اس کی دعوت نہ دے، کیونکہ کثرت عمل سے گناہ صغیرہ بھی کبیرہ ہو جاتا ہے۔

تیسری شرط: اسے لوگوں کی مجلس اور اس معاشرے میں انجام نہ دے جہاں سنتوں پر عمل ہوتا ہو۔

چوتھی شرط: بدعت کو معمولی اور حقیر نہ جانے، کیونکہ ایسا کرنا گناہ کو کمتر سمجھنا ہے اور گناہ کو کمتر سمجھنے کا جرم گناہ سے بڑھ کر ہوتا ہے۔^③

بدعت کی ان تینوں قسموں پر ضلالت (گمراہی) کا اطلاق ہوتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہر بدعت کو گمراہی قرار دیا ہے، جس میں بدعت مکفرہ اور بدعت مفسدہ سب شامل ہیں، خواہ وہ گناہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ۔^④

کچھ لوگوں نے احکام شریعت کی پانچ قسموں کی طرح بدعت کی بھی درج ذیل پانچ قسمیں کی ہیں:

(۱) بدعت واجب (۲) بدعت حرام (۳) بدعت مستحب (۴) بدعت مکروہ (۵) بدعت

مباح (جائز)

① دیکھئے: مصدر سابق، ۵۱۷/۲، نیز ۵۴۳/۲-۵۴۴۔

② دیکھئے: مصدر سابق ۵۱۷/۲، نیز ۵۳۹/۲، ۵۴۳-۵۵۰۔

③ دیکھئے: یہ شرطیں اور ان کی شاندار شرح الاعتصام، از امام شاطبیؒ ۲/۵۵۱-۵۵۹۔

④ دیکھئے: مصدر سابق، ۵۱۶/۲۔

لیکن یہ تقسیم فرمان نبوی: "فَإِنَّ كُلَّ مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٍ، وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ" ❶،
 ”بے شک ہر نئی چیز بدعت ہے، اور ہر بدعت گمراہی ہے“ کے خلاف ہے۔

اسی بنیاد پر امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بدعت کی اس تقسیم اور صاحب تقسیم کا تذکرہ فرماتے ہوئے اس کی سخت تردید کی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

”اور جواب یہ ہے کہ تقسیم نو ایجاد ہے جس پر کوئی شرعی دلیل نہیں، بلکہ یہ تقسیم بذات خود غلط ہے کیونکہ بدعت کی حقیقت یہ ہے کہ اس پر کوئی شرعی دلیل نص سے یا قاعدہ شرعیہ سے نہ ہو، اس لیے کہ اگر اس کے واجب یا مستحب یا جائز ہونے پر کوئی دلیل ہوتی تو وہ ہر چیز بدعت ہی نہ کہلاتی، بلکہ وہ عمل ان اعمال کے ضمن میں شمار ہوتا جن کا شریعت میں حکم دیا گیا ہے، یا جن میں مکلف کو کرنے اور نہ کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ الغرض ایک طرف ان تمام چیزوں کا بدعت ہونا اور دوسری طرف ان کے واجب یا مندوب یا مباح ہونے پر شرعی دلائل کا دلالت کرنا، دو باہم متعارض چیزوں کے جمع ہونے کے مترادف ہے، البتہ جہاں تک بدعت مکروہ اور بدعت حرام کا مسئلہ ہے تو یہ تو صرف اس کے بدعت ہونے کے پہلو سے قابل تسلیم ہے، کسی اور پہلو سے نہیں۔“ ❷

ساتواں مطلب..... قبروں کے پاس انجام دی جانے والی بدعات:

پہلی قسم:..... میت (مردے) سے حاجت روائی کا سوال کرنا، ایسا کرنے والے بت پرستوں کے زمرہ میں شامل ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفِ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ❶﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمْ

❶ ابوداؤد، ۲۰۱/۴، حدیث نمبر (۴۶۰۷)، و جامع الترمذی، ۴۴/۵، حدیث نمبر: ۲۶۷۶، مفصل تخریج ص: ۶۵ میں گذر چکی ہے۔

❷ دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبی، ۲۴۶/۱.

الْوَسِيلَةَ إِلَيْهِمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ عَذَابَهُ إِنَّ
عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿٥٦﴾ (الاسراء: ٥٦ تا ٥٧)

”آپ کہہ دیجیے کہ اللہ کے سوا جنہیں تم معبود سمجھ رہے ہو انہیں پکارو لیکن وہ کسی تکلیف کو نہ تو تم سے دور کر سکتے ہیں اور نہ ہی بدل سکتے ہیں، جنہیں یہ لوگ پکارتے ہیں وہ تو خود اپنے رب کے تقرب کی جستجو میں رہتے ہیں کہ ان میں سے کون زیادہ نزدیک ہو جائے، وہ خود اس کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف زدہ رہتے ہیں۔“

چنانچہ کسی بھی نبی، یا ولی، یا صالح (نیکوکار) کو پکارنے والا اور ان میں الوہیت کا تصور رکھنے والا، اس آیت کریمہ کے حکم میں شامل ہے، کیونکہ یہ آیت کریمہ ہر اس شخص کو عام ہے جو اللہ کے سوا کسی کو پکارے، حالانکہ وہ پکاری جانے والی ذات خود اللہ کے وسیلہ کی متلاشی، اس کی رحمت سے پُر امید، اور اس کے عذاب سے خائف ہو، لہذا جس کسی نے کسی مردہ، یا غائب، نبی یا صالح (نیکوکار) کو استغاثہ (فریادری) یا کسی اور لفظ سے پکارا تو اُس نے اس شرک کا ارتکاب کیا جسے اللہ تعالیٰ توبہ کے بغیر نہیں معاف کر سکتا۔ جس کسی نے کسی نبی، یا صالح کی ذات میں غلو کیا یا اس میں کسی بھی قسم کی عبادت کا تصور کیا، مثلاً یہ کہا کہ ”اے میرے فلاں سردار میری مدد کیجئے“ یا ”میری اعانت کیجئے“ یا ”میری فریاد سنیے“ یا ”مجھے روزی دیجئے“ یا ”میں آپ کی حفاظت میں ہوں“ وغیرہ، تو یہ ساری باتیں شرک باللہ اور ضلالت و گمراہی ہیں، اس کے مرتکب سے توبہ کروائی جائے گی، اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اسی لیے بھیجے ہیں اور کتابیں اسی لیے اتاری ہیں کہ دنیا میں صرف اسی کی عبادت کی جائے، اس کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کیا جائے۔

دوسری قسم:..... میت کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا، یہ دین اسلام میں ایک نو ایجاد بدعت ہے، البتہ یہ قسم پہلی قسم کی طرح نہیں ہے، کیونکہ یہ شرک اکبر تک نہیں

پہنچتی، اور لوگ جو انبیاء و صالحین کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں: ”اے اللہ! میں تجھ سے تیرے نبی، یا تیرے انبیاء یا تیرے فرشتوں، یا تیرے نیک بندوں یا شیخ فلاں کے حق یا اس کی حرمت کے وسیلہ سے، یا لوح و قلم کے واسطے سے تجھ سے دعا کرتا ہوں“ وغیرہ، تو یہ ساری باتیں بدترین قسم کی بدعات ہیں۔ سنت رسول ﷺ میں صرف اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات، اعمال صالحہ (جیسا کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں اہل غار کے واقعہ میں وارد ہے) اور زندہ حاضر و متقی کی دعا کا وسیلہ جائز ہے۔

تیسری قسم:..... کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ قبروں کے پاس دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں، یا مسجد میں دعا کرنے کی بہ نسبت وہاں دعا کرنا زیادہ افضل ہے، اور پھر اس غرض سے وہ قبروں کا قصد کرے۔ تو یہ ساری حرکتیں متفقہ طور پر حرام اور ناجائز ہیں، اس سلسلہ میں ائمہ اسلام میں کسی کا کوئی اختلاف ہمیں معلوم نہیں، چنانچہ یہ ایک ایسا عمل ہے جسے نہ تو اللہ تعالیٰ نے مشروع کیا ہے نہ اس کے رسول ﷺ نے، اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور ائمہ اسلام میں سے کسی نے انجام دیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عہد رسالت کے بعد کئی مرتبہ قحط سالی سے دوچار ہوئے، مصائب کے شکار ہوئے لیکن کبھی بھی رسول ﷺ کی قبر کی پاس نہ آئے، بلکہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت عباس (عم رسول) رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکلے اور ان سے طلب باران کے لیے دعا کروائی۔ سلف صالحین قبروں کے پاس دعا کرنے سے منع فرمایا کرتے تھے، چنانچہ حضرت علی بن الحسین رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو رسول اللہ ﷺ کی قبر کے پاس موجود ایک شگاف میں داخل ہو کر دعا کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: کیا میں تمہیں ایک حدیث نہ سناؤں جسے میں نے اپنے والد، اپنے دادا کے واسطے سے اللہ کے رسول ﷺ سے سنی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيْدًا، وَلَا تَجْعَلُوا بِيُوتِكُمْ قُبُورًا، وَصَلُّوا، عَلَيَّ وَسَلِّمُوا حَيْثُمَا كُنْتُمْ، فَسَيَلِّغُنِي سَلَامَكُمْ

وَصَلَاتُكُمْ ۝۱

”میری قبر کو عید (میلا ٹھیلا) نہ بناؤ اور اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ اور جہاں کہیں بھی رہو مجھ پر درود و سلام بھیجتے رہو کیونکہ تمہارا درود و سلام مجھے پہنچ جائے گا۔“

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک سطح زمین پر پائی جانے والی تمام قبروں سے افضل ہے اور اللہ کے رسول ﷺ نے اسے عید (میلا ٹھیلا) بنانے سے منع فرمایا ہے، تو دیگر قبروں کے پاس اس غرض سے جانا بدرجہ اولیٰ حرام اور ممنوع ہوگا، خواہ وہ کسی کی قبر ہو۔ ۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَجْعَلُوا بَيْوتَكُمْ قُبُورًا وَلَا تَجْعَلُوا قَبْرِي عِيدًا، وَصَلُّوا،

عَلَىٰ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِي حَيْثُ كُنْتُمْ ۝۱))

”اپنے گھروں کو قبرستان نہ بناؤ، اور میری قبر کو عید (میلا ٹھیلا) نہ بناؤ اور مجھ پر درود بھیجتے رہو کیونکہ تمہارا درود مجھے پہنچتا ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔“

آٹھواں مطلب..... عصر حاضر کی بدعات:

دور حاضر میں پائی جانے والی بدعات بہت زیادہ ہیں، چند بدعات بطور مثال حسب

ذیل ہیں:

۱ فضل الصلاة على النبي ﷺ، از امام اسماعیل قاضی، ص: ۳۳، اور امام البانی رحمہ اللہ نے اسے صحیح قرار دیا ہے، اور اس کی بہت ساری سندیں ہیں جنہیں اپنی کتاب ”تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد“ (ص: ۱۳۰) میں ذکر فرمایا ہے۔

۲ الدرر السنية في الأجوبة النجدية، از عبد الرحمن بن قاسم، ۱۶۵/۶-۱۷۴.

۳ سنن ابو داؤد، (بلفظہ) کتاب المناسك، باب زيارة القبور، ۲/۲۱۸، حدیث نمبر: (۲۰۴۲) و مسند احمد، ۷/۳۶، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”تحذیر الساجد من اتخاذ القبور مساجد“ (ص: ۱۳۲) میں اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

(۱) نبی کریم ﷺ کی یوم پیدائش کا جشن منانا:

یوم پیدائش کا جشن منانا ایک گھناؤنی قسم کی بدعت ہے، جسے سب سے پہلے چوتھی صدی ہجری میں عبیدیوں نے ایجاد کیا، اہل علم ہر زمانہ میں اس بدعت کے بطلان کی وضاحت اور اس کے موجد اور اس پر عمل کرنے والوں کی تردید کرتے رہے، چنانچہ مندرجہ ذیل دلائل و براہین کی روشنی میں کسی کی یوم ولادت کا جشن منانا جائز نہیں۔

۱: یوم پیدائش کا جشن منانا دین اسلام میں ان نو ایجاد بدعات میں سے ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں اتاری، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اسے مشروع نہیں فرمایا، نہ اپنے قول سے، نہ اپنے فعل سے اور نہ ہی اپنی تقریر سے، جب کہ آپ ﷺ ہی ہمارے راہبر اور امام ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾

(الحشر: ۷)

”جو کچھ رسول اللہ ﷺ تمہیں دیں اسے لے لو اور جس چیز سے منع فرمائیں اس سے باز آ جاؤ۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ
وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝۲۱﴾ (الاحزاب: ۲۱)

”یقیناً تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ میں عمدہ نمونہ موجود ہے، ہر اس شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی توقع رکھتا ہے، اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔“

نیز نبی رحمت ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.)) ①

① اس حدیث کی تخریج پہلے گزر چکی ہے۔

”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں وہ مردود ہے۔“

۲: رسول اللہ ﷺ، آپ کے خلفائے راشدین اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے یوم پیدائش کا جشن منایا، نہ ہی اس کی دعوت دی، جب کہ وہ نبی رحمت ﷺ کے بعد امت کے سب سے افضل لوگ تھے، خلفائے راشدین کی بابت رسول گرامی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ مِنْ بَعْدِي، عَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِدِ، وَإِيَّاكُمْ وَمُحَدَّثَاتِ الْأُمُورِ، فَإِنَّ كُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ.))^①

”میری سنت کو لازم پکڑو اور میرے بعد میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو، اسے دانتوں سے مضبوطی کے ساتھ جکڑ لو، اور دین میں نئی نئی باتوں سے بچو، کیونکہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔“

۳: یوم پیدائش کا جشن منانا جادہ حق سے منحرف گمراہوں کا طور طریقہ ہے، کیونکہ سب سے پہلے عبیدیوں فاطمیوں (شیعوں کا ایک فرقہ) نے چوتھی صدی ہجری میں اس بدعت کو ایجاد کیا، یہ لوگ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سراسر جھوٹ کے سہارے منسوب ہیں، حقیقت میں یہ لوگ باختلاف اقوال یہودی یا مجوسی (آتش پرست) یا دہریہ بددین لوگ تھے۔^② ان کا سب سے پہلا بادشاہ المعز لدین اللہ عبیدی مغربی تھا، جو شوال ۳۶۱ھ میں مغرب سے مصر کی طرف نکلا اور رمضان ۳۶۲ میں مصر پہنچا۔^③ تو کیا کسی صاحب فہم کے لیے جائز

① اس حدیث کی تخریج ص: ۶۵ میں گزر چکی ہے۔

② دیکھئے: الإبداع في مضار الابتداع، از شیخ علی محفوظ، ص: ۲۵۱، والتبرک أنواعه وأحكامه، از ڈاکٹر ناصر بن عبد الرحمن الحدادی، ص: ۳۵۹-۳۷۳، وتنبيه أولى الأبصار إلى كمال الدين وما في البدع من أخطار، از ڈاکٹر صالح السحیسی، ص: ۲۳۲۔

③ دیکھئے: البداية والنهاية، از امام حافظ ابن کثیر رضی اللہ عنہ، ۲۷۲/۱۱-۲۷۳، ۳۴۵، ۲۶۷/۱۲-۲۶۸، و ۲۳۳/۶ و ۶۳/۱۲، و ۱۶۱/۱۱، ۱۳/۱۲، و ۱۱۳/۱۲ و ۲۶۶/۱۲، نیز دیکھئے: سیر أعلام النبلاء، از امام ذہبی رضی اللہ عنہ، ۱۰۹/۱۵-۲۱۵۔

بتایا جاتا ہے کہ عبیدیوں کا سب سے آخری بادشاہ عاضد الدین اللہ تھا، جسے صلاح الدین ایوبی رضی اللہ عنہ نے ۵۵

ہے کہ اپنے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے روافض (شیعوں) کی تقلید اور ان کے طریقہ کی پیروی کرے؟

۴: اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تکمیل فرمادی ہے، ارشاد ہے:

﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدہ: ۳)

”آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھر پور کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضا مند ہو گیا۔“

اللہ کے رسول ﷺ نے اللہ کے کھلے پیغام کو لوگوں تک پہنچا دیا ہے اور انہیں جنت تک پہنچانے اور جہنم سے دور کرنے والے ہر راستے کی راہنمائی کر دی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ ہمارے نبی ﷺ جو کہ انبیائے کرام میں سب سے افضل اور سلسلہ نبوت کی آخری کڑی ہیں، اور انبیاء میں از روئے تبلیغ و نصیحت سب سے اکمل ہیں، اگر یوم پیدائش کا جشن منانا اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ دین میں سے ہوتا تو اسے اپنی امت کو ضرور بتلاتے یا اپنی حیات مبارکہ میں اس کا اہتمام ضرور کرتے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَا بَعَثَ اللَّهُ مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ أَنْ يَدُلَّ أُمَّتَهُ عَلَى خَيْرٍ مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ، وَيَنْذِرُهُمْ شَرًّا مَا يَعْلَمُهُ لَهُمْ)) ❶

”اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا اس پر یہ واجب تھا کہ وہ جو بھی خیر و بھلائی جانتا ہو اپنی امت کو اس کی راہنمائی کر دے، اور جو بھی برائی جانتا ہو اس پر

⇐ ⇐ ۵۶۴ھ میں قتل کیا، امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”عاضد کا معاملہ صلاح الدین ایوبی رحمہ اللہ کے ہاتھوں سرانجام پایا، یہاں تک کہ انہوں نے اسے نکال بھگایا اور بنو عباس کو بحال کیا اور بنو عبید کو تیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا، اور روافض کی حکومت کو کچل کر رکھ دیا، یہ چودہ لوگ تھے جو من مانی خلیفہ بن بیٹھے تھے۔ ”عاضد“ کے معنی ”کاٹنے والے“ کے ہوتے ہیں، چنانچہ عاضد خود اپنے اہل خانہ کی حکومت کو کاٹ دینے والا ثابت ہوا، ۲۱۲/۱۵۔

❶ صحیح مسلم، کتاب الإمارة، باب وجوب الوفاء ببيعة الخلفاء، الأول فالأول، ۱۴۷۳/۲، حدیث: (۱۸۴۴)۔

تنبیہ کر دے۔“

۵: اس طرح کی سالگرہ کے ایجاد کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے دین مکمل نہیں فرمایا، لہذا اس کی تکمیل کے لیے کچھ تشریحی امور کا ایجاد کرنا ضروری ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنی امت تک لائق عمل چیزیں نہیں پہنچائیں یہاں تک کہ بعد میں یہ بدعتی لوگ آئے اور اللہ کی شریعت میں اللہ کی غیر مشروع چیزیں یہ سوچ کر ہوئے ایجاد کر دیں کہ یہ اعمال انہیں اللہ سے قریب کر دیں گے!! جبکہ یہ بڑی خطرناک اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر اعتراض والی بات ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے دین مکمل کر دیا ہے اور اپنے بندوں پر اپنی نعمت پوری کر دی ہے۔

۶: کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے وہ نصوص جن سے اسلام میں بدعات کے ایجاد پر تنبیہ، اتباع سنت کا حکم، اور قول و عمل میں حکم رسول کی مخالفت سے ڈرایا گیا ہے ان نصوص کی روشنی میں علمائے محققین نے ایامِ پیدائش کی محفلوں کا انکار کیا ہے اور ان سے بچنے کی تلقین کی ہے۔

۷: یومِ ولادت نبوی کا جشن منانے سے محبت رسول ﷺ کا تحقق نہیں ہوتا، بلکہ آپ کی محبت کا تحقق آپ ﷺ کی اتباع، آپ کی سنت پر عمل اور آپ کی اطاعت و فرماں برداری سے ہوتا ہے، ارشادِ ربانی ہے:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ

ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۳۱﴾ (آل عمران: ۳۱)

”آپ (ﷺ) کہہ دیجئے کہ اگر تمہیں اللہ سے محبت ہے تو میری پیروی کرو،

اللہ تم سے محبت فرمائے گا اور تمہارے گناہوں کو بخش دے گا۔“

۸: رسول اللہ ﷺ کی یومِ پیدائش کا جشن منانے اور اسے عید بنانے (اس پر سالانہ محفل منعقد کرنے) میں اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی مشابہت ہے، جب کہ ہمیں ان کی

مشابہت اختیار کرنے اور ان کی تقلید کرنے سے منع کیا گیا ہے۔^①
 ۹: عقل مند کو اس بات سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے کہ جا بجا لوگ کثرت سے محفل میلاد منعقد کرتے ہیں، کیونکہ حق زیادہ لوگوں کے کرنے سے نہیں پہچانا جاتا بلکہ حق شریعت کی دلیلوں سے پہچانا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

﴿وَإِنْ تَطَّعْ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ ط﴾

(الانعام: ۱۱۶)

“اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہا ماننے لگیں تو وہ آپ کو اللہ کی راہ سے بے راہ کر دیں گے۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۱۰۳﴾﴾ (یوسف: ۱۰۳)

”اور آپ کی خواہش کے باوجود اکثر ایمان نہیں لاسکتے۔“

اور فرمایا:

﴿وَ قَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّاكِرُونَ ﴿۱۳﴾﴾ (السبا: ۱۳)

”اور میرے بندوں میں بہت کم ہی شکر گزار ہیں۔“

۱۰: شریعت کا قاعدہ ہے کہ جس مسئلہ میں لوگوں کا اختلاف ہو جائے اسے کتاب اللہ اور

سنت رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹا دیا جائے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ

مِنْكُمْ فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَ الرَّسُولِ إِنْ كُنْتُمْ

تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْرٌ وَ أَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿۵۹﴾﴾

(النساء: ۵۹)

① دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفة أصحاب الجحیم، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ، ۶۱۲/۲-۶۱۵،
 و زاد المعاد، از امام ابن القیم رحمہ اللہ، ۵۹/۱.

”اے ایمان والو! فرمانبرداری کرو اللہ کی اور فرمانبرداری کرو رسول کی اور تم میں سے اختیار والوں کی، پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹا دو اللہ تعالیٰ کی طرف اور رسول اللہ ﷺ کی طرف اگر تمہیں اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، یہ بہت بہتر ہے اور باعتبار انجام کے بہت اچھا ہے۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهُ إِلَى اللَّهِ﴾ (الشوری: ۱۰)

”اور جس چیز میں تمہارا اختلاف ہو جائے اس کا فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے۔“ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص بھی محفل میلاد کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف لوٹائے گا وہ اسی نتیجے پر پہنچے گا۔ اللہ تعالیٰ رسول اللہ ﷺ کی اتباع و پیروی کرنے کا حکم دیتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا﴾

(الحشر: ۷)

”اور تمہیں جو رسول دیں لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ۔“

اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ اس بات کی وضاحت فرماتا ہے کہ اہل ایمان پر اس نے اپنے دین کی تکمیل اور اپنی نعمت تمام کر دی ہے، نیز یہ چیز بھی اس سے پوشیدہ نہ رہے گی کہ رسول اللہ ﷺ نے نہ تو میلاد منانے کا حکم دیا، نہ ہی خود منایا اور نہ آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کیا، لہذا معلوم ہوا کہ محفل میلاد دین اسلام کی کوئی چیز نہیں، بلکہ ایک نو مولود بدعت ہے۔

۱۱: مسلمان کے لیے مشروع یہ ہے کہ اگر چاہے تو پیر کے دن کا روزہ رکھے، کیونکہ نبی

کریم ﷺ سے پیر کے روزہ سے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((ذَٰكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيهِ، وَيَوْمٌ بُعِثْتُ، أَوْ أُنزِلَ عَلَيَّ .))^①

① صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب استحباب صیام ثلاثة أيام من كل شهر، وصوم يوم عرفة،

وعاشوراء، والإثنين والخميس، ۸۱۹/۲، حدیث نمبر: ۱۱۶۲.

”اسی دن میری ولادت ہوئی ہے، اور اسی دن نبی و رسول بنا کر مبعوث ہوا ہوں
یا مجھ پر وحی نازل کی گئی۔“

لہذا اسوۂ نبی کی روشنی میں پیر کے روز صرف روزہ رکھنا ثابت ہے، آپ کی ولادت
باسعادت کا جشن منانا نہیں!!

۱۲: جشن عید میلاد النبی میں اکثر و بیشتر منکرات اور مفاسد کی بھرمار ہوتی ہے، چنانچہ اس
طرح کی محفلوں میں شریک ہونے والے اور ان کا مشاہدہ کرنے والے اس سے بخوبی
واقف ہیں۔ بطور مثال (ان مجلسوں میں انجام پانے والے) چند حرام اور منکر امور
درج ذیل ہیں:

اولاً:..... میلادی حضرات جو بھی قصائد یا مدحیہ اشعار ان محفلوں میں گاتے ہیں ان میں
سے اکثر و بیشتر اشعار شرکیہ کلمات، غلو آرائی اور مبالغہ آمیزی سے خالی نہیں ہوتے، جن سے
نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا ہے، ارشاد ہے:

((لَا تُطْرُونِي كَمَا أَطْرَتِ النَّصَارَى عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ فَإِنَّمَا أَنَا
عَبْدُهُ، فَقُولُوا: عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ.))^①

”تم (حد سے زیادہ تعریفیں کر کے) مجھے حد سے آگے نہ بڑھاؤ، جیسا کہ نصاریٰ
(عیسائیوں) نے عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کو حد سے آگے بڑھا دیا تھا، میں اللہ کا
بندہ ہوں، لہذا مجھے اللہ کا بندہ اور رسول ہی کہو۔“

ثانیاً: میلاد کی ان محفلوں میں دیگر حرام کاریاں بھی ہوتی ہیں، مثلاً مرد و زن کا اختلاط،
گانے بجانے، ڈھول تاشے کے آلات کا استعمال، نشہ آور اشیا کا استعمال اور بسا اوقات ان
محفلوں میں شرک اکبر تک کا ارتکاب کیا جاتا ہے، جیسے رسول اکرم ﷺ کی ذات یا دیگر
اولیائے کرام سے استغاثہ (فریاد) وغیرہ کرنا، اسی طرح قرآن کریم کی بے حرمتی کی جاتی ہے،

① صحیح البخاری، کتاب الأنبياء باب قوله تعالى ﴿واذ كرفي الكتاب مريم.....﴾ ۱۷۱/۴، حدیث

چنانچہ اسی مجلس میں بیٹھ کر لوگ سگریٹ نوشی کرتے ہیں، اسی طرح ان مجلسوں میں بے حساب فضول خرچی بھی ہوتی ہے، نیز ان ایام میں مساجد میں سراسر باطل پر مبنی ذکر کی مجلسیں اور حلقے قائم کیے جاتے ہیں جن میں بڑے زور زور سے لوگ قوالیاں گاتے ہیں اور حلقہ ذکر کا رئیس تیزی سے تالیاں بجاتا ہے، یہ ساری چیزیں بالاتفاق علمائے حق، باطل اور حرام ہیں۔^①

ثالثاً: میلاد کی ان محفلوں میں ایک قبیح اور بدترین عمل یہ بھی انجام پاتا ہے کہ آپ کی ولادت کا ذکر آنے پر بعض لوگ از روئے تعظیم و تکریم کھڑے ہوتے ہیں کیونکہ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ میلاد کی اس محفل میں حاضر ہوتے ہیں، چنانچہ اسی عقیدہ کے مطابق آپ کا خیر مقدم کرتے ہوئے اور مرحبا کہتے ہوئے کھڑے ہوتے ہیں، اور یہ عظیم ترین جھوٹ اور بدترین جہالت ہے، کیونکہ رسول کریم ﷺ قیامت سے قبل اپنی قبر مبارک سے نہ تو نکل سکتے ہیں نہ لوگوں میں سے کسی سے مل سکتے ہیں اور نہ ان مجلسوں میں حاضر ہو سکتے ہیں، بلکہ آپ اپنی قبر پاک میں قیامت تک کے لیے مقیم ہیں اور آپ کی روح مبارک دارِ کرامت (جنت) میں اپنے رب کے پاس اعلیٰ علیین میں سے ہے (۱) جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذَلِكَ لَمَيِّتُونَ ﴿۱۵﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

تُبْعَثُونَ ﴿۱۶﴾ (المؤمنون: ۱۵ تا ۱۶)

”اس کے بعد پھر تم سب یقیناً مر جانے والے ہو، پھر قیامت کے دن بلاشبہ تم

سب اٹھائے جاؤ گے۔“

اور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ، وَأَوَّلُ

شَافِعٍ وَأَوَّلُ مُشَفِّعٍ.))^②

① دیکھئے: الإبداع في مضار الابتداع، از شیخ علی محفوظ، ص: ۲۵۱-۲۵۷۔

② مسلم، کتاب الفضائل، باب تفضیل نبینا محمد علی جمیع الخلائق، ۴/۱۷۸۲، حدیث: ۲۲۷۸۔

”میں قیامت کے روز تمام اولادِ آدم کا سردار ہوں گا اور سب سے پہلے میری قبر پھٹے گی اور میں قبر سے باہر نکلوں گا اور میں سب سے پہلا سفارشی ہوں گا اور سب سے پہلے میری سفارش قبول ہوگی۔“

یہ آیتِ کریمہ اور حدیث شریف اور اس معنی کی دیگر آیات و احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ نبی رحمت ﷺ اور آپ کے علاوہ دیگر اموات قیامت کے روز ہی اپنی اپنی قبروں سے نکلیں گے۔ ساحتہ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”یہ علمائے اسلام کا متفق علیہ مسئلہ ہے اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں۔“^①

(۲) ماہِ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں جشن منانا:

ماہِ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں جشن منانا ایک گھناؤنی قسم کی بدعت ہے، امام ابو بکر طروشی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ انہیں ابو محمد المقدسی رحمہ اللہ نے خبر دی، وہ فرماتے ہیں:

”جہاں تک ماہِ رجب کی نماز کا مسئلہ ہے تو ہمارے یہاں بیت المقدس میں اس کی ایجاد (وجود) ۴۸۰ھ کے بعد ہوئی ہے، اس سے قبل اس نماز کو بھی ہم نے کبھی دیکھا تھا، اور نہ ہی اس کے متعلق کچھ سنا تھا۔“^②

اور امام ابو شامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”جہاں تک ”صلاة الرغائب“ کا مسئلہ ہے تو آج کل لوگوں کے درمیان یہ مشہور ہے کہ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں مغرب اور عشاء کے درمیان یہی نماز پڑھی جاتی ہے۔“^③

امام حافظ ابن رجب رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

① التحذیر من البدع، ص: ۱۴، و ص: ۷-۱۴ اور دیکھئے: الإبداع فی مضار الابتداع از شیخ علی محفوظ، ص: ۲۵۰-۲۵۸، والتبرک أنواعه وأحكامه، از ڈاکٹر ناصر بن عبدالرحمن المجدلیع، ص: ۳۵۸-۳۷۳، وتنبیہ اولی الأبصار.....، ص: ۲۲۸-۲۵۰۔

② الحوادث والبدع، از امام ابو بکر طوشی، ص: ۲۶۷، نمبر (۲۳۸)۔

③ کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابو شامہ، ص: ۱۳۸۔

”جہاں تک نماز کی بات ہے تو ماہِ رجب میں کوئی مخصوص نماز ثابت نہیں ہے اور ماہِ رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں پڑھی جانے والی نماز ”صلاة الرغائب“ کے سلسلہ میں جتنی بھی روایتیں مروی ہیں جھوٹ، باطل اور غیر صحیح ہیں اور یہ نماز جمہور اہل علم (علمائے کرام) کے نزدیک بدعت ہے۔“^①

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ماہِ رجب یا اس کے روزوں یا اس ماہ کے کسی مخصوص دن کے روزہ اور اس کی کسی مخصوص رات کی عبادت کی فضیلت کے سلسلہ میں کوئی بھی صحیح اور قابل حجت حدیث وارد نہیں ہے۔“^②

پھر حافظ ابن حجر رحمہ اللہ وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جو حدیثیں رجب کی فضیلت، یا اس کے روزوں، یا اس کے کسی بھی خاص دن کے روزوں کی فضیلت میں وارد ہوئی ہیں وہ دو طرح کی ہیں، ضعیف اور موضوع۔^③

پھر حدیثِ صلاة الرغائب کا تذکرہ فرمایا ہے، جس میں یہ ہے کہ رجب کی پہلی جمعرات کو روزہ رکھے، پھر جمعہ کی شب مغرب اور عشاء کے درمیان بارہ رکعتیں پڑھے، ہر رکعت میں ایک بار سورہ فاتحہ، تین بار ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾ اور بارہ بار ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ کی تلاوت کرے اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرے۔ اس کے بعد حافظ ابن حجر نے تسبیح، استغفار، سجدہ اور درود نبوی ﷺ کے سلسلہ میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔

پھر یہ وضاحت فرمائی ہے کہ یہ حدیث موضوع اور نبی کریم ﷺ پر بہتان ہے، نیز بتایا ہے کہ اس میں اس بات کا بھی ذکر ہے کہ جو یہ نماز پڑھے اس پر ضروری ہے کہ اس دن کا روزہ بھی رکھے، جبکہ بسا اوقات دن میں کافی سخت گرمی پڑتی ہے اور ظاہر ہے کہ جب انسان

① لطائف المعارف فیما لمواسم العام من الوطائف، ص: ۲۲۸.

② تبیین العجب بما ورد فی شهر رجب، ص: ۲۳.

③ دیکھئے: مصدر سابق: ص: ۲۳.

روزہ رکھے گا تو اسے نماز مغرب تک کھانے پینے سے احتراز کرنا ضروری ہوگا اور پھر مغرب کے بعد اس نماز کی ادائیگی کے لیے کھڑا ہوگا اور پھر ان لمبی تسبیحات اور طویل سجدوں میں اپنے آپ کو کھپائے گا تو کس قدر تکلیف اور اذیت رسائی سے دوچار ہوگا؟ نیز فرماتے ہیں:

”مجھے ماہ رمضان اور صلاۃ تراویح پر غیرت آتی ہے کہ اس میں اہل ایمان کی کس قدر بھیڑ ہوتی ہے، لیکن جاہل عوام کے نزدیک یہ نماز (صلاۃ الرغائب) اُس سے بھی افضل اور عظیم تر ہے، کیوں کہ اس میں وہ لوگ بھی حاضر ہوتے ہیں جو فرائض تک نہیں ادا کرتے۔“^①

امام ابن الصلاح رحمہ اللہ ”صلاۃ الرغائب“ کے متعلق فرماتے ہیں:

”صلاۃ الرغائب“ والی حدیث نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے اور یہ ایک ایسی بدعت ہے جو چوتھی صدی ہجری کے بعد معرض وجود میں آئی۔“^②

امام عز بن عبد السلام رحمہ اللہ نے ۶۳۷ھ میں فتویٰ دیا ہے کہ ”صلاۃ الرغائب“ ایک بدترین قسم کی بدعت ہے اور اس سلسلہ میں بیان کی جانے والی حدیث نبی کریم ﷺ پر جھوٹ ہے۔“^③

”صلاۃ الرغائب“ کے بطلان اور مفاسد کے سلسلہ میں امام ابوشامہ رحمہ اللہ کی بات کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے ائمہ کرام رحمہم اللہ کی گفتگو ختم کرتا ہوں، امام ابوشامہ رحمہ اللہ نے اس نماز کے مفاسد کو یوں بیان فرمایا ہے:

۱: اس نماز کے بدعت ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور ان کے علاوہ تمام لوگ جنہوں نے کتب شریعت کی جمع و تدوین فرمائی ہے، جنہیں دین اسلام کے منارہ اور مسلمانوں کے امام ہونے کی حیثیت حاصل ہے

① دیکھئے: تبیین العجب بما ورد فی شہر رجب، ص ۵۴.

② کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، ص: ۱۴۵.

③ دیکھئے: کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، ص: ۱۴۵.

اور جو لوگوں کو فرائض و سنن کی تعلیم دینے کے انتہائی حریص اور خواہش مند تھے، لیکن اس کے باوجود ان سے کہیں منقول نہیں کہ ان میں سے کسی ایک نے اس نماز کا تذکرہ کیا ہو، یا اپنی کتاب میں لکھا ہو یا اپنی مجلس میں اس سے کوئی تعرض کیا ہو، جبکہ عرف و عادت میں ایسا ہونا محال ہے کہ اس نماز کو سنت کی حیثیت حاصل ہو اور ان ائمہ کی نگاہ بصیرت سے اوچھل رہ جائے۔

۲: یہ نماز درج ذیل تین وجوہات کے سبب شریعت کے مخالف ہے:
 پہلی وجہ:..... یہ نماز حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے مخالف ہے جس میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَخْصُوا لَيْلَةَ الْجُمُعَةِ بِقِيَامٍ مِنْ بَيْنِ اللَّيَالِي ، وَلَا تَخْصُوا يَوْمَ الْجُمُعَةِ بِصِيَامٍ مِنْ بَيْنِ الْأَيَّامِ ، إِلَّا أَنْ يَكُونَ فِي صَوْمٍ يَصُومُهُ أَحَدُكُمْ .)) ①

”راتوں میں سے جمعہ کی رات کو عبادت کے لیے خاص نہ کرو اور نہ ہی دنوں میں سے جمعہ کے دن کو روزہ رکھنے کے لیے خاص کرو، ہاں اگر تم میں سے کوئی پہلے سے روزہ رکھ رہا ہو اور اس دن جمعہ پڑ جائے (تو کوئی بات نہیں)۔“
 لہذا اس حدیث کی بنیاد پر یہ جائز نہیں کہ جمعہ کی رات کو دیگر راتوں کے بالمقابل کسی اضافی نماز کے لیے خاص کیا جائے۔ ②

یہ حدیث رجب کے پہلے جمعہ کی شب کو اور اس کے علاوہ کسی بھی شب کو عام ہے۔
 دوسری وجہ:..... رجب اور شعبان کی دونوں نمازیں بدعت ہیں، کیونکہ ان دونوں نمازوں کے بارے میں حدیثیں وضع کر کے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ کا بہتان لگایا

① متفق علیہ: البخاری، کتاب الصوم، باب صوم يوم الجمعة ۲/۳۰۳، حدیث نمبر: ۱۹۸۵ و مسلم

کتاب الصیام، باب کراهة صوم يوم الجمعة منفرداً، ۲/۸۰۱، حدیث نمبر ۱۱۴۴ و

② دیکھئے: کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابو شامہ، ص: ۱۵۶۔

گیا ہے، اور اعمال کی جزاء میں من مانی اور بلا دلیل تقدیر فرض کر کے اللہ رب العالمین پر جھوٹ کا طومار باندھا گیا ہے، لہذا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خاطر غیرت کا تقاضہ یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر گھڑی ہوئی چیزوں کو معطل قرار دیا جائے اور اس کی قباحت و شاعت کو آشکارا کیا جائے اور اس سے لوگوں کو متنفر کیا جائے کیونکہ اس کی موافقت کرنے سے درج ذیل مفاسد لازم آتے ہیں:

۱: اس نماز کی فضیلت اور کفارہ بننے کے سلسلے میں جو چیزیں آئی ہیں ان پر عوام کا اعتماد کر لینا، جب کہ یہ چیز انہیں درج ذیل دو خطرناکیوں میں ڈال دینے کا سبب ہے:

۱: فرائض میں کوتاہی ۲: گناہوں میں انہماک

چنانچہ دیکھا جاتا ہے کہ لوگ اس شب کی آمد کے انتظار میں رہتے ہیں اور اسے ادا کر کے اپنی تمام کوتاہیوں کی تلافی کا سامان اور گناہوں کا کفارہ سمجھتے ہیں اور اس طرح حدیث صلاۃ الرغائب کے وضع کرنے والے کے مقصد کی تکمیل ہوتی ہے یعنی نیکیوں کی ترغیب میں بہ کثرت معاصی کا ارتکاب ہوتا ہے۔

۲: اہل بدعت کو بدعتی اعمال کے ذریعے لوگوں کو گمراہ کرنے میں شہ ملتی ہے، جب وہ اپنی وضع کردہ بدعات کو رواج پاتے اور لوگوں کو اس میں منہمک ہوتے دیکھتے ہیں تو وہ لوگوں کو نئی نئی بدعات میں ملوث کرتے رہتے ہیں، جب کہ بدعات کے ترک کر دینے سے بدعتیوں کو بدعت گری سے زجر و توبیخ ہوتی ہے۔

۳: جب ایک عالم اور جانکار شخص اس بدعت پر عمل کرتا ہے تو عوام کو اس کے سنت ہونے کا فریب دیتا ہے اور اس طرح وہ شخص زبان حال سے رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی پر جھوٹ منسوب کرنے والا قرار پاتا ہے اور بسا اوقات زبان حال زبانِ قال (کلام) کے قائم مقام ہوتی ہے۔ لوگ اکثر اسی سبب سے بدعات کا شکار ہوئے ہیں۔

۴: ایک عالم آدمی جب اس بدعتی نماز کو پڑھتا ہے تو گویا وہ لوگوں کے نبی کریم ﷺ پر جھوٹ منسوب کرنے کا سبب بنتا ہے، چنانچہ لوگ اس نماز کو سنت کہنے لگتے ہیں۔

تیسری وجہ:..... یہ بدعی نماز، نماز سے متعلق کئی مسائل میں شریعت کے اصولوں کی مخالفت پر مشتمل ہے:

۱: یہ نماز سجدوں کی تعداد، تسبیحوں کی تعداد اور اسی طرح ہر رکعت میں سورہ قدر و سورہ اخلاص کی تلاوت کی تعداد کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ کی دیگر نمازوں میں معروف سنتوں کے خلاف ہے۔

۲: نماز میں خشوع و خضوع، استحضار قلبی، اللہ کے لیے فارغ البالی، نیز قرآن کریم کے معانی سے واقفیت وغیرہ جیسی سنتوں کے خلاف ہے۔

۳: گھروں میں نوافل کی ادائیگی کی سنت کے خلاف ہے، کیونکہ نوافل کی ادائیگی مساجد کی بہ نسبت گھروں میں زیادہ افضل ہے، اسی طرح فرداً فرداً ادا کرنا بھی مستون ہے سوائے رمضان میں نماز تراویح کے۔

۴: اس بدعی نماز کے وضع کرنے والوں کے نزدیک اس نماز کا کمال یہ ہے کہ اس دن (جمعرات کو) روزہ رکھا جائے اور ایسا کرنے سے دو سنتوں کا معطل کرنا لازم آتا ہے، افطار کی سنت، اور بھوک و پیاس کی شدت سے دل کا فارغ رکھنا۔

۵: اس نماز سے فارغ ہونے کے بعد کئے جانے والے دو سجدے بلا وجہ ہیں۔^① سابقہ تمام دلائل، ائمہ کرام کے فرمودات، بطلان کی وجوہات اور مفاسد کی اقسام سے ایک عقلمند کے لیے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ”صلاة الرغائب“ ایک بدترین قسم کی بدعت اور اسلام میں ایک بے اصل اور نوا ایجاد شے ہے۔

① کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابو شامہ، ص: ۱۵۲-۱۹۶، یہ تمام مفاسد اور بطلان کی وجوہات رجب کے پہلے جمعہ کی شب میں پڑھی جانے والی نماز ”صلاة الرغائب“ اور اسی طرح پندرہویں شعبان کی شب میں ادا کی جانے والی نماز ہر دو کو شامل ہیں، جیسا کہ ابو شامہ برصغیر نے اپنی کتاب ”الباعث علی انکار البدع والحوادث“ (ص: ۱۷۳) میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے۔

(۳) اسراء و معراج کی شب میں جشن منانا:

اسراء و معراج کی شب اللہ عزوجل کی ان عظیم الشان نشانیوں میں سے ہے جو نبی کریم ﷺ کی حقانیت و صداقت، عند اللہ آپ کی عظیم قدر و منزلت، اللہ کی قدرت بے پایاں اور اللہ عزوجل کے اپنے تمام مخلوقات پر عالی و بلند ہونے پر دلالت کرتی ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلٰی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بَرَكْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا ۗ اِنَّہٗ هُوَ السَّبِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝۱﴾ (الاسراء: ۱)

”پاک ہے وہ اللہ تعالیٰ جس نے اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ کی سیر کرائی، جس کے آس پاس ہم نے برکت عطا فرمائی ہے، تاکہ ہم انہیں اپنی قدرت کی بعض نشانیوں کا مشاہدہ کرائیں، یقیناً اللہ تعالیٰ خوب سننے والا، دیکھنے والا ہے۔“

رسول اکرم ﷺ سے تو اتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ ﷺ کو آسمان پر لے جایا گیا، آپ کی خاطر آسمانوں کے دروازے کھولے گئے، یہاں تک کہ آپ ساتوں آسمانوں سے بھی آگے تشریف لے گئے، وہاں آپ کے رب نے اپنے ارادے کے مطابق آپ سے گفتگو فرمائی اور پانچ نمازیں فرض کیں، اللہ عزوجل نے ابتدا میں پچاس نمازیں فرض کی تھیں، لیکن ہمارے نبی جناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنے رب سے برابر مراجعہ کرتے رہے اور تخفیف کی درخواست کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے باعتبار فرضیت پانچ نمازیں رکھیں اور باعتبار اجز و ثواب پچاس، کیونکہ ہر نیکی کا ثواب دس گنا دیا جاتا ہے، پس ہر طرح کی حمد و شکر اس اللہ تعالیٰ کے لیے لائق و زیبا ہے جس نے ہمیں ان گنت و بے شمار نعمتوں سے

نوازا۔ ①

① یعنی التحذیر من البدع، از علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بازہ رحمہ اللہ، ص: ۱۶۔

یہ شب جس میں واقعہ اسراء پیش آیا، درج ذیل وجوہات کی بنا پر اس میں کسی طرح کا جشن منانا اور اسے کسی بھی طرح کی غیر مشروع عبادت کے لیے خاص کرنا جائز نہیں۔

اولاً: یہ شب جس میں واقعہ اسراء و معراج پیش آیا اس کی تحدید و تعیین کے سلسلہ میں کوئی صحیح حدیث وارد نہیں ہے نہ رجب کی نہ کسی اور مہینہ کی، چنانچہ کہا گیا ہے کہ یہ واقعہ آپ ﷺ کی بعثت کے پندرہ ماہ بعد پیش آیا اور کہا گیا ہے کہ ہجرت سے ایک سال قبل ربیع الآخر کی ستائیسویں شب میں پیش آیا اور کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کی بعثت کے پانچ سال بعد پیش آیا ❶ اور کہا گیا ہے کہ ربیع الاول کی ستائیسویں شب میں پیش آیا۔ ❷

امام ابوشامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”بعض قصہ گوؤں کے حوالہ سے جو ذکر کیا جاتا ہے کہ واقعہ اسراء ماہ رجب میں

پیش آیا، یہ بات اصحاب جرح و تعدیل کے نزدیک سراسر جھوٹ ہے۔“ ❸

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”شب اسراء کے بارے میں پتا نہیں کہ وہ کون سی رات تھی؟“ ❹

علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

”یہ شب جس میں واقعہ اسراء و معراج رونما ہوا صحیح احادیث میں اس کی کوئی تعیین

موجود نہیں ہے، نہ رجب میں اور نہ کسی اور مہینہ کی، اس رات کی تعیین کے

سلسلہ میں جو روایتیں بھی وارد ہوئی ہیں وہ محدثین کے نزدیک نبی کریم ﷺ

سے ثابت نہیں ہیں اور اس شب کے بھلا دینے (نامعلوم رکھنے) میں بھی اللہ کی

کوئی حکمت بالغہ کار فرما ہے۔“ ❺

❶ دیکھئے: صحیح مسلم بشرح امام نووی، ۲/۲۶۷-۲۶۸.

❷ دیکھئے: کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، از امام ابوشامہ، ص: ۲۳۲.

❸ کتاب الباعث علی انکار البدع والحوادث، ص: ۲۳۲ نیز دیکھئے: تبیین العجب بما ورد فی رجب،

از امام ابن حجر، ص: ۱۹، ۵۲، ۶۳، ۶۵.

❹ دیکھئے: زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، از امام ابن القیم، ۱/۵۸. ❺ التحذیر من البدع، ص: ۱۷.

اور اگر اس کی تعین ثابت بھی ہو جائے تب بھی بلا دلیل خصوصیت کے ساتھ اس میں کسی قسم کی عبادت کرنا جائز نہیں۔^①

ثانیاً: اصحاب ایمان اور اہل علم میں سے کسی سے بھی یہ ثابت نہیں کہ کسی نے شب اسراء و معراج کو دیگر راتوں پر کسی بھی قسم کی کوئی فضیلت دی ہو اور یہ کہ نبی کریم ﷺ، آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، اور تبع تابعین وغیرہم نے نہ تو اس شب میں کوئی جشن منایا اور نہ ہی اسے کسی عبادت کے لیے خاص کیا اور نہ ہی اس کا ذکر کیا، لہذا اگر اس شب میں تقریب منانے اور محفل معراج منعقد کرنے کی کوئی شرعی حیثیت ہوتی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو اپنے قول یا فعل سے اس کی راہنمائی ضرور فرمائی ہوتی اور اگر فی الحقیقت ایسی کوئی بات ہوتی تو معروف و مشہور ہوتی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور رسول اللہ ﷺ سے نقل کر کے ہم تک ضرور پہنچاتے۔^②

ثالثاً: اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس امت کے لیے اپنے دین کی تکمیل فرمادی ہے اور ان پر اپنی نعمت تمام کر دی ہے، ارشادِ ربانی ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدہ: ۳)

”آج میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھر پور کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضا مند ہو گیا۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّينِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللَّهُ وَلَوْ لَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ (الشوری: ۲۱)

① دیکھئے: مصدر سابق: ص ۱۷.

② دیکھئے: زاد المعاد، از امام ابن القیم، ۵۸/۱، والتحذیر من البدع، از علامہ عبد العزیز بن باز، ص: ۱۷.

”کیا ان کے لیے ایسے شرکاء ہیں جنہوں نے اللہ کے دین میں اللہ کی فرمائی ہوئی چیزوں کے علاوہ احکامِ دین مقرر کر دیے ہیں، اگر فیصلہ کے دن کا وعدہ نہ ہوتا تو ان میں فیصلہ کر دیا جاتا، یقیناً ظالموں کے لیے ہی دردناک عذاب ہے۔“

رابعاً: نبی کریم ﷺ نے بدعات سے بچنے اور دور رہنے کی تنبیہ کی ہے اور صراحت فرمادی ہے کہ ہر بدعت گمراہی اور بدعتی کے منہ پر دے ماری جانے والی (ناقابل قبول) ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.))^①

”جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی بات ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔“

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.))^②

”جس نے کوئی ایسا عمل کیا جو ہمارے اسلام میں نہیں تو وہ مردود ہے۔“

سلف صالحین نے بھی بدعات سے ڈرایا ہے کیونکہ بدعات دین اسلام میں زیادتی اور شریعت کا ایک ایسا طریقہ ہے جس کی نہ اللہ عزوجل نے اجازت دی ہے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ نے، بلکہ یہ اللہ کے دشمن یہود و نصاریٰ کی مشابہت ہے، جس طرح انہوں نے اپنے اپنے دین (یہودیت و عیسائیت) میں نئی نئی چیزوں کا اضافہ کر لیا۔^③

(۴) شعبان کی پندرہویں شب میں جشن منانا:

امام محمد بن وضاح القرطبی اپنی سند سے بروایت عبدالرحمن بن زید بن اسلم نقل فرماتے

ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

① اس حدیث کی تخریج ص: ۵۲ میں گزر چکی ہے۔

② اس حدیث کی تخریج ص: ۵۲ میں گزر چکی ہے۔

③ دیکھئے: التحذیر من البدع، از شیخ ابن باز، ص: ۱۹۔

”میں نے اپنے مشائخ و فقہاء میں سے کسی کو نہ پایا کہ وہ شعبان کی پندرہویں شب کی طرف ذرا بھی نظر التفات کرتے ہوں اور نہ مکحول کی حدیث کی طرف ❶ اور نہ ہی دوسری راتوں پر اس رات کی کوئی فضیلت سمجھتے تھے۔“ ❷

امام ابو بکر طرطوشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”ابو محمد المقدسی نے مجھے خبر دی وہ فرماتے ہیں: ”ماہ رجب اور شعبان میں جو یہ ”صلاة الرغائب“ پڑھی جاتی ہے، ہمارے یہاں بیت المقدس میں کبھی نہ تھی، ہمارے یہاں سب سے پہلے اس کا وجود ۴۲۸ھ میں ہوا، وہ اس طرح کہ ابن ابوالحمرام نامی ایک شخص نابلس سے ہمارے یہاں بیت المقدس آیا، وہ ذرا خوش آواز تھا، چنانچہ پندرہویں شعبان کی شب مسجد اقصیٰ میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگا، اسے دیکھ کر ایک شخص اس کے پیچھے اور کھڑا ہو گیا، پھر تیسرے اور اسی طرح

❶ حدیث مکحول کی تخریج یوں ہے: ابن عاصم، فی السنة، حدیث نمبر (۵۱۲)، وابن حبان، ۴۸۱/۱۲، حدیث نمبر (۵۲۶۵)، والطبرانی فی الکبیر، ۱۰۹/۲۰، حدیث نمبر (۲۱۵)، و ابو نعیم فی الحلیة، ۱۹۱/۵، والبیہقی فی شعب الایمان ۲۷۲/۵، حدیث نمبر (۶۲۲۸)، بروایت حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ مرفوعاً:

”یطلع اللہ الی خلقہ فی لیلة النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقہ إلا لمشرك أو مشاحن.“

”پندرہویں شعبان کی شب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف تجلی فرماتا ہے اور اپنی تمام مخلوق کو بخش دیتا ہے سوائے مشرک اور باہمی بغض و عداوت رکھنے والے کے۔“

محدث العصر امام البانی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”سلسلة الأحادیث الصحیحة“ میں فرماتے ہیں: ”یہ حدیث صحیح ہے، صحابہ کرام کی ایک جماعت سے مختلف سندوں سے مروی ہے، بعض سے بعض کو تقویت حاصل ہوتی ہے، وہ صحابہ یہ ہیں: معاذ بن جبل، ابولعبہ الخشنی، عبداللہ بن عمرو، ابوموسیٰ اشعری، ابو ہریرہ، ابوبکر صدیق، عوف بن مالک اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم، پھر ان آٹھوں سندوں کی تخریج کی ہے اور ان کے رجال پر چار صفحات پر مشتمل طویل گفتگو فرمائی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر پندرہویں شعبان کی شب کی فضیلت میں امام البانی رحمہ اللہ کے بقول یہ روایت صحیح ہے، تب بھی اس سے اس شب میں خصوصیت کے ساتھ عبادتیں کرنا اور اس کے دن میں روزہ رکھنا ثابت نہیں ہوتا، سوائے اتنی مشروع عبادت کے جسے مسلمان سال کے دیگر ایام میں انجام دیتا ہے، کیونکہ عبادت تو قیفی ہیں۔ (بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہو سکتیں)

❷ کتاب فیہ ما جاء فی البدع، از امام وضاح، متونی ۲۸۷ھ، ص: ۱۰۰، نمبر ۱۱۹۔

چوتھے کا اضافہ ہوا، یہاں تک کہ ختم ہوتے ہوتے پوری ایک جماعت ہوگئی، پھر آئندہ سال بھی وہ شخص آیا اور اسی طرح لوگوں کی ایک جماعت نے اس کے ساتھ نماز ادا کی، اسی طرح اس کے بعد بھی، یہاں تک کہ مسجد اقصیٰ اور لوگوں کے گھر گھر میں اس نماز کا چرچا ہو گیا، پھر یوں ہی معاملہ چلتا رہا اور آج تک لوگ اسے سنت سمجھ کر اس پر عمل کرتے آرہے ہیں۔^①

امام ابن وضاح اپنی سند سے نقل کرتے ہیں کہ ابن ابی ملیکہ سے کہا گیا کہ زیاد نمیری کہتا ہے:

”شعبان کی پندرہویں شب کا ثواب لیلۃ القدر کی طرح ہے“، انہوں نے فرمایا: ”اگر میں اسے یہ کہتے ہوئے سنتا اور میرے ہاتھ میں لاشیٰ ہوتی تو میں اس کی پٹائی کرتا“ زیادہ تو ایک قصہ گو شخص تھا۔^②

امام ابو شامہ شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”جہاں تک الفیہ (ہزارہ) کا مسئلہ ہے تو شعبان کی پندرہویں شب کی نماز کا نام الفیہ (ہزارہ) اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس نماز میں ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ کی تلاوت ایک ہزار مرتبہ ہوتی ہے، وہ اس طرح سے کہ یہ نماز سو (۱۰۰) رکعات کی ہے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ ایک بار اور سورۃ اخلاص دس بار پڑھی جاتی ہے۔ یہ ایک انتہائی لمبی اور پریشان کن نماز ہے۔ اور اس بارے میں جو بھی خبر یا اثر وارد ہے وہ یا تو ضعیف ہے یا موضوع۔ اور اس کی نماز کی وجہ سے عوام بڑے عظیم فتنے میں مبتلا ہیں اور اس نماز کے سبب آبادی کی جن جن مساجد میں اس

① کتاب الحوادث والبدع، از امام طرطوشی، متوفی ۵۴۷۴ھ، ص: ۲۶۶، نمبر ۲۳۸.

② کتاب فیہ ما جاء فی البدع، از امام وضاح، ص: ۱۰۱، نمبر ۱۲۰، اور امام طرطوشی نے اسے امام ابن وضاح سے اپنی کتاب الحوادث والبدع میں روایت کیا ہے، ص: ۲۶۳، نمبر (۲۳۵)، البتہ مذکورہ الفاظ مصنف عبدالرزاق کے ہیں، دیکھئے: روایت نمبر ۷۹۲۸.

صلوات کا اہتمام کیا جاتا ہے ان میں بہت زیادہ آگ روشن کی جاتی ہے اور رات بھر یہ سلسلہ جاری رہتا ہے، اس میں فسق و فجور، اختلاط مرد و زن اور دیگر بہت ساری ناشائستہ و نازیبا حرکتیں ہوتی ہیں جو محتاج بیان نہیں۔ اور عبادت گزار عوام کے اس میں بڑے پختہ عقائد وابستہ ہوتے ہیں، شیطان لعین ان کی خاطر ان ساری چیزوں کو آراستہ کرتا ہے اور انہیں عین شعائر اسلام بنا کر پیش کرتا ہے۔^①

امام حافظ ابن رجب رحمہ اللہ ایک بڑی عمدہ گفتگو کے بعد فرماتے ہیں:

”شام کے کچھ تابعین جیسے خالد بن معدان، مکحول، لقمان بن عامر وغیرہم شعبان کی پندرہویں شب کی تعظیم کرتے تھے اور اس میں عبادت کا خصوصی اہتمام کرتے تھے، اس رات کی فضیلت لوگوں نے انہی سے لی ہے۔ اور بتایا جاتا ہے کہ ان لوگوں کو اس سلسلہ میں کچھ اسرائیلی آثار (یعنی یہودیوں اور نصرانیوں کی بیان کی ہوئی جھوٹی روایتیں اور من گھڑت قصے کہانیاں) مل گئے تھے اور جب یہ چیز ان کے ذریعہ سے مختلف شہروں میں مشہور ہوئی تو لوگ اختلاف کرنے لگے، بعض لوگ ان کی بات مان کر ان کے موافق ہو گئے، ان میں بصرہ کے عالیدوں وغیرہ کی بھی ایک جماعت تھی، جب کہ اکثر علمائے حجاز نے اس کا انکار کیا، ان میں سے حضرت عطاء رحمہ اللہ، ابن ابی ملیکہ رحمہ اللہ وغیرہما ہیں اور یہی بات عبد الرحمن بن زید بن مسلم رحمہ اللہ نے فقہائے اہل مدینہ سے بھی نقل فرمائی ہے، امام مالک رحمہ اللہ کے اصحاب وغیرہم کا بھی یہی کہتا ہے، ان سبھوں نے ان ساری چیزوں کو بدعت قرار دیا ہے۔

اس رات میں عبادت کے طریقہ کے بارے میں علمائے اہل شام کی مندرجہ ذیل دو

راہیں ہیں:

پہلی راہ:..... مسجد میں اکٹھا ہو کر اس رات میں عبادت کرنا مستحب ہے، خالد ابن معدان اور لقمان بن عامر اور دوسرے لوگ اس رات میں اچھے کپڑے زیب تن کرتے،

① کتاب الیاعث علی انکار البدع والحوادث، از عبد الرحمن بن اسماعیل، معروف بہ ابو شامہ، (متونی

دھونی دیتے، سرمہ لگاتے اور رات بھر مسجد میں عبادت کرتے۔ اسحاق بن راہویہ اس رائے کی موافقت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اس رات میں مساجد میں اکٹھا ہو کر عبادت کرنا بدعت نہیں ہے اسے حرب کرمانی نے اپنے ”مسائل“ میں ذکر فرمایا ہے۔

دوسری رائے:..... اس رات میں نماز، قصص اور دعاؤں وغیرہ کے لیے مساجد میں جمع ہونا مکروہ و ناپسندیدہ ہے، البتہ اگر آدمی تنہا نماز پڑھے تو مکروہ نہیں، یہ اہل شام کے امام اور فقیہ اوزاعی کا قول ہے اور ان شاء اللہ یہی قریب ترین قول ہے۔

آگے فرماتے ہیں:

”شعبان کی پندرہویں رات کے بارے میں امام احمد بن حنبل سے کوئی بات نہیں ملتی، البتہ اس رات میں عبادت کے استحباب کے بارے میں ان سے دو روایتیں ان دو روایتوں سے نکلتی ہیں جن میں عید کی دونوں راتوں میں عبادت کا ذکر ہے۔ عید کی ان دو روایتوں میں سے ایک میں آپ رات میں اکٹھا ہو کر عبادت کے عدم استحباب کے قائل ہیں، کیونکہ اس سلسلہ میں آپ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی بات منقول نہیں ہے، جبکہ دوسری روایت میں استحباب کے قائل ہیں کیونکہ تابعین میں سے عبدالرحمن بن زید بن اسود ایسا کیا کرتے تھے تو اسی طرح سے شعبان کی پندرہویں شب کا مسئلہ بھی ہے کہ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم سے کوئی چیز ثابت نہیں ہے، بلکہ تابعین کی ایک جماعت سے ثابت ہے جو اہل شام کے مشہور فقہاء میں سے ہیں۔“^①

امام علامہ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”جہاں تک امام اوزاعی رحمہ اللہ کے علیحدہ طور پر عبادت کرنے کو مستحب کہنے اور حافظ ابن رجب رحمہ اللہ کے اس قول کو اختیار کرنے کا مسئلہ ہے، تو وہ ایک عجیب و

① لطائف المعارف، لحافظ ابن رجب، ص: ۲۶۳.

غریب اور ضعیف امر ہے، کیونکہ ہر وہ چیز جس کی مشروعیت شرعی دلائل سے ثابت نہ ہو کسی مسلمان کے لیے اللہ کے دین میں اس کا ایجاد کرنا جائز نہیں، چاہے وہ انفرادی طور پر ہو یا اجتماعی طور پر، خفیہ طور پر ہو یا علانیہ طور پر، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان عام ہے کہ

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.)) ❶

”جس کسی نے ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہ ہو تو وہ مردود ہے۔“

اور اس کے علاوہ دیگر دلائل ہیں جو بدعت کے انکار اور اس سے بچنے پر دلالت کرتے ہیں۔ ❷

ائمہ کرام امام ابن وضاح، امام طرطوشی، امام عبدالرحمن بن اسماعیل المعروف بہ ابوشامہ، امام حافظ ابن رجب، اور امام ابوالعصر عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہم اللہ کے سابقہ تمام اقوال سے یہ بات واضح اور آشکارا ہو جاتی ہے کہ شعبان کی پندرہویں شب کو نماز یا کسی بھی قسم کی غیر شرعی عبادت کے لیے خاص کرنا بدعت ہے، کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ میں اس کی کوئی اصل نہیں ہے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے ایسا عمل کیا ہے۔

(۵) تبرک (حصول برکت):

”التبرک“ کے معنی حصول برکت (برکت طلبی) کے ہیں اور ”التبرک بالشیء“ کے

معنی ہوتے ہیں کسی چیز کے واسطے سے برکت حاصل کرنا۔ ❸

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر طرح کی خیر و برکت اللہ عزوجل کے ہاتھ میں ہے، تاہم

اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض مخلوقات کو اپنی مشیت کے مطابق فضل و برکت سے خاص فرمایا ہے۔

❶ اس حدیث کی تخریج پہلے گزر چکی ہے۔

❷ التحذیر من البدع، ص: ۲۶.

❸ دیکھئے: النہایۃ فی غریب الحدیث، از ابن الاثیر، باب باء مع راء، مادہ، ”برک“ ۱/۱۲۰، والتبرک أنواعہ وأحكامہ، از ڈاکٹر ناصر المجدلی، ص: ۳۰.

اصل میں برکت کے معنی جماؤ اور لزوم کے ہیں اور کبھی کبھی بڑھوتری اور اضافہ کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، ”التبرک“ کے معنی دعا کے ہیں، عربی زبان میں کہا جاتا ہے ”برک علیہ“ یعنی کسی کے لیے برکت کی دعا کی اور اسی طرح کہا جاتا ہے ”بارک اللہ الشیء“ اور ”بارک اللہ فیہ“ یا ”بارک علیہ“ یعنی اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز میں برکت رکھ دی اور ”تبارک“ صرف اور صرف اللہ تبارک و تعالیٰ کی شان ہے، وہی اس سے متصف ہو سکتا ہے، لہذا کسی اور کے لیے ”تبارک فلاں“ نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ ”تبارک“ کے معنی باعظمت ہونے کے ہیں اور یہ ایک ایسا وصف ہے جو صرف اللہ تعالیٰ ہی کے شایان شان ہے۔

”الیمن“ کے معنی بھی برکت ہی کے ہوتے ہیں، لہذا ”برکۃ“ اور ”یمن“ دونوں

مترادف الفاظ ہیں۔

الفاظ قرآن کے معانی سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن کریم میں ”برکت“ کئی معانی میں

استعمال ہوا ہے، چند معانی درج ذیل ہیں:

۱: پیہم خیر و بھلائی۔

۲: خیر و بھلائی کی کثرت اور بتدریج اس میں اضافہ و بڑھوتری۔

۳: لفظ ”تبارک“ سے صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات متصف کی جاسکتی ہے اور اس لفظ کی

اضافت بھی صرف اللہ سبحانہ و تعالیٰ ہی کی طرف ہو سکتی ہے۔

علامہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

”اللہ تبارک و تعالیٰ کے ”تبارک“ کا مفہوم (سے مراد) اللہ تعالیٰ کا جود و کرم، خیر

و بھلائی کی فراوانی، بزرگی و برتری، عظمت و تقدس، ہمہ قسم کی خیر و برکت کی آمد

کا مرجع اور حسب منشا برکات کا نزول وغیرہ ہے، قرآن کریم کے معانی پر غور

کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ ”تبارک“ متعدد معانی پر دلالت کرتا ہے۔^①

① جلاء الأفہام، از امام ابن قیم، ص: ۱۸۰، وتیسیر الکریم الرحمن فی تفسیر کلام المنان، از

بارکت چیزیں کئی قسم کی ہیں، چند درج ذیل ہیں:

۱: قرآن کریم مبارک کتاب ہے، یعنی انتہائی خیر و برکت والی کتاب ہے، کیونکہ اس کتاب عظیم میں دین و دنیا کی بھلائیاں محفوظ ہیں۔

قرآن کریم سے برکت کا حصول اس کی کماحقہ تلاوت اور رضائے الہی کے مطابق اس کے پیغام پر عمل پیرا ہونے پر موقوف ہے۔

۲: رسول گرامی ﷺ مبارک ہیں، اللہ عزوجل نے آپ ﷺ کی ذات میں برکت رکھی ہے اور یہ برکت دو طرح کی ہے:

(۱) برکت معنوی:..... برکت معنوی وہ ہے جو دنیا و آخرت میں آپ ﷺ کی رسالت عظمیٰ سے حاصل ہوتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے، آپ ہی کے ذریعہ سے دنیائے انسانیت کو شرک و بدعت کی تاریکیوں سے نکال کر توحید و سنت کی روشنی عطا کی ہے اور آپ کی امت کی خاطر پاکیزہ حلال چیزیں حلال کر رکھی ہیں اور پلید اور گندی چیزیں حرام قرار دی ہیں اور آپ ﷺ پر سلسلہ رسالت کو ختم کر دیا ہے اور آپ ﷺ کا لایا ہوا دین (اسلام) نرمی و سماعت کا حامل ہے۔

(۲) برکت حسی:..... اور اس کی دو اقسام ہیں:

پہلی قسم: آپ ﷺ کے افعال کی برکت، یعنی آپ کی رسالت و نبوت کی صداقت پر دلالت کرنے والے وہ ظاہر و باہر معجزات جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو اعزاز بخشا ہے۔

دوسری قسم: آپ ﷺ کی ذات مبارکہ اور ظاہری و حسی آثار کی برکت، یعنی وہ برکت جو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات میں رکھی ہے اور اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کی حیات مبارکہ میں آپ کی ذات سے اور آپ کی وفات کے بعد آپ کے جسم سے منسلک آثار سے برکت حاصل کی۔^①

① دیکھئے: التبرک أنواعه وأحكامه، از ڈاکٹر ناصر المجدلیج، ص: ۲۱-۶۹۔

اور نبی کریم ﷺ سے آپ کی زندگی میں برکت کے حصول پر اللہ کی مخلوق میں سے کسی کو قیاس نہیں جاسکتا، کیونکہ اللہ عزوجل نے آپ کی ذات میں برکت رکھی ہے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیائے کرام کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اندر برکت رکھی ہے اور اسی طرح ملائکہ (فرشتوں) اور صالحین وغیرہم میں برکت رکھی ہے، لیکن ان سے برکت کا حصول جائز نہیں، کیونکہ اس کے جواز پر شریعت کی کوئی دلیل نہیں، اسی طرح بعض جگہیں (مقامات) بھی مبارک ہیں، جیسے مساجد ثلاثہ: یعنی مسجد حرام، مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ اور ان کے بعد بقیہ تمام مسجدیں، اسی طرح بعض اوقات میں بھی اللہ تعالیٰ نے برکت رکھی ہے، جیسے ماہ رمضان، شب قدر، ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن، حرام مہینے، پیر، جمعرات اور جمعہ کا دن اور رات کے آخری تہائی حصہ میں باری تعالیٰ کے نزول کا وقت اور ان کے علاوہ بہت سارے تبرک اوقات ہیں، لیکن ان مقامات و اوقات سے ایک مسلمان کے لیے برکت کا حصول جائز نہیں، البتہ ان میں مشروع اعمال صالحہ انجام دے کر اللہ کی ذات بابرکات سے برکت کا حصول کیا جاسکتا ہے۔^①

۳: بعض اشیا بھی مبارک ہیں، جیسے آب زم زم اور بارش کیونکہ اس کی برکات یہ ہیں کہ اس پانی سے انسان، مویشی اور چوپائے سیراب ہوتے ہیں، نیز میوہ جات اور درختوں کی پیدائش و پرداخت ہوتی ہے، اسی طرح شجرہ زیتون، دودھ، گھوڑے، بکریاں، کھجور وغیرہ اشیا بھی مبارک ہیں۔^②

مشروع تبرک کی کئی اقسام ہیں، چند درج ذیل ہیں:

۱: ذکر الہی اور تلاوت قرآن کریم سے شرعی طریقہ کے مطابق برکت کا حصول، مطلب یہ ہے کہ دل و زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کر کے اور قرآن اور سنت پر شرعی اصولوں کے مطابق عمل پیرا ہو کر اللہ کی ذات سے برکت طلب کرنا۔

① دیکھئے: التبرک أنواعه وأحكامه، از ڈاکٹر ناصر الحدید، ص: ۱۷۰-۱۸۲۔

② دیکھئے: مصدق سابق، ص: ۱۸۲-۱۹۷۔

قرآن کریم کی برکات میں اطمینان قلب، اطاعت پر دل کی قوت، آفات و مصائب سے شفا یابی، دنیا و آخرت کی سعادت، گناہوں کی بخشش، سکینت کا نزول، نیز یہ کہ قرآن کریم اپنی تلاوت اور اس پر عمل کرنے والوں کے لیے روز قیامت سفارشی ہوگا وغیرہ شامل ہیں۔

واضح رہے کہ عین مصحف (قرآن کریم) سے برکت کا حصول نہیں کیا جاسکتا، مثلاً: حصول برکت کی خاطر قرآن کریم کو گھریا گاڑی میں رکھا جائے بلکہ برکت کا حصول اس کی تلاوت اور اس کے پیغام پر عمل کر کے ہی ہو سکتا ہے۔^①

۲: نبی کریم ﷺ کی ذات مبارکہ سے آپ کی زندگی میں مشروع طریقہ پر برکت کا حصول، کیونکہ نبی کریم ﷺ بذات خود اور آپ کی ذات مبارکہ سے متصل ہونے والی تمام چیزیں بابرکت ہیں۔ چنانچہ اسی بنیاد پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کی ذات مقدسہ سے برکت حاصل کی، حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے وہ فرماتے ہیں:

”رسول اللہ ﷺ دوپہر کے وقت بطحاء کی جانب نمودار ہوئے دوپہر کے وقت بطحاء کی جانب نمودار ہوئے (نکلے)، پھر آپ ﷺ نے وضو فرمایا اور دو رکعت نماز ظہر اور دو رکعت نماز عصر پڑھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے اور آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کو لے کر اپنے اپنے چہروں پر ملنے لگے“ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”میں نے بھی آپ ﷺ کے ہاتھ کو لے کر اپنے چہرے پر لگایا تو آپ کا دست مبارک برف سے زیادہ سرد اور مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ اور خوشبودار تھا۔“^②

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ منیٰ تشریف لائے، پھر جمرہ کے پاس آ کر اس کی رمی فرمائی، پھر منیٰ میں اپنی منزل پر تشریف لائے اور قربانی کی اور پھر نائی سے فرمایا: ”لے لو“ (یعنی سر کے بال مونڈنے کا حکم دیا) اور دائیں اور پھر بائیں جانب اشارہ کیا اور پھر ان بالوں کو لوگوں کو دینے لگے، اور ایک روایت میں ہے کہ ”پھر آپ ﷺ

① دیکھئے: التبرک أنواعه وأحكامه، از ڈاکٹر ناصر المجد لاج، ص: ۲۰۱-۲۲۱۔

② صحیح البخاری، کتاب المناقب باب صفة النبی ﷺ، ۴/۲۰۰، حدیث نمبر (۳۵۵۳)۔

نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلوایا اور انہیں وہ بال دے دیے، پھر بائیں جانب کونائی کی طرف کرتے ہوئے فرمایا: ”موٹڈو“، نائی نے حکم کی تعمیل کی تو آپ ﷺ نے ان بالوں کو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو دیتے ہوئے فرمایا: ”اقسمہ بین الناس“..... ”اسے لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔“^①

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے کپڑوں، انگلیوں کے نشانات، وضو کے پانی اور جوٹھے وغیرہ سے تبرک حاصل کرتے تھے اور یہ ساری چیزیں بکثرت وارد ہیں۔^② اسی طرح ان اشیاء سے بھی برکت حاصل کرتے تھے جو آپ ﷺ کے جسم مبارک سے الگ ہوئی ہوں، جیسے بال (موئے مبارک) اور اسی طرح ان اشیاء سے جنہیں آپ نے اپنی حیات مبارکہ میں استعمال فرمایا اور وہ بعد از وفات باقی رہیں، جیسے کپڑے، برتن، جوتے، اسی طرح دیگر وہ ساری چیزیں جو آپ ﷺ کے جسم مبارک سے متصل تھیں۔^③ لیکن آپ ﷺ کی ذات گرامی پر کسی اور کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ نبی رحمت ﷺ سے کہیں منقول نہیں ہے کہ آپ نے اپنے علاوہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے یا ان کے علاوہ کسی اور کی ذات سے حصول برکت کا حکم دیا ہو اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کہیں منقول ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کے علاوہ کسی سے برکت حاصل کی ہو، نہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں اور نہ ہی وفات کے بعد، چنانچہ نہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے صحابہ سابقین اولین (مہاجرین و انصار) کے ساتھ ایسا کیا، نہ ہی ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کے ساتھ اور نہ ہی عشرہ مبشرہ بالجنۃ (وہ دس جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جنہیں دنیا ہی میں جنت کی بشارت دی گئی) کے ساتھ۔

امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

① صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان أن السنة يوم النحر أن یرمی، ثم ینحر، ثم یحلق.....

② ۹۴۷/۲، حدیث نمبر ۱۳۰۵۔

③ دیکھئے: التبرک أنواعه وأحكامه، از ڈاکٹر ناصر الجدیج، ص: ۲۲۸-۲۵۰۔

④ دیکھئے: مصدر سابق، ص: ۲۵۲-۲۶۰۔

سے کسی سے اپنے سابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعلق سے ایسی چیز کا صدور نہ ہوا، نبی کریم ﷺ نے اپنی وفات کے بعد امت میں سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل کسی کو نہ چھوڑا، چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ کے خلیفہ تھے، لیکن آپ کے ساتھ ایسا کوئی عمل نہیں کیا گیا اور نہ ہی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد امت میں سب سے افضل ہیں، پھر اسی طرح حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دیگر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہ امت میں ان سے افضل کوئی نہیں، ان تمام چیزوں کے باوجود ان میں سے کسی ایک سے بھی صحیح معروف سند سے ثابت نہیں کہ کسی تبرک حاصل کرنے والے نے ان تمام صورتوں میں سے کسی بھی صورت میں تبرک حاصل کیا ہو۔^①

اس میں کوئی شک نہیں کہ علماء کرام کے علم سے فائدہ اٹھانا، ان کے وعظ و نصیحت اور دعاؤں کو سننا اور ان کے ساتھ رہ کر مجالس ذکر کی فضیلت حاصل کرنا انتہائی خیر و برکت اور نہایت مفید شے ہے، لیکن ان کی ذات و شخصیات سے تبرک کا حصول نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ صرف ان کے صحیح علم پر عمل کیا جائے گا اور ان میں جو اہل سنت و جماعت کے منہج پر عامل ہوں اور ان کی اقتدا اور پیروی کی جائے گی۔^②

(۳) زم زم نوشی سے تبرک کا حصول:

کیونکہ آب زم زم روئے زمین کا سب سے افضل پانی ہے، اسے پینے سے سیرابی حاصل ہوتی ہے اور وہ کھانے کے قائم مقام ہوتا ہے اور اسے نیک نیتی کے ساتھ نوش کرنے سے بیماریوں سے شفا یابی حاصل ہوتی ہے، کیونکہ آب زم زم جس مقصد کے لیے نوش کیا جائے اس سے اس مقصد کی تکمیل ہوتی ہے، نبی کریم ﷺ نے آب زم زم کے بارے میں فرمایا:

① الاعتصام، از امام شاطبیؒ ۲/۸، ۹ نیز دیکھئے: التبرک أنواعه وأحكامه: از ڈاکٹر ناصر امجدی، ص: ۲۶۱-۲۶۹۔

② دیکھئے: التبرک أنواعه وأحكامه، از ڈاکٹر ناصر امجدی، ص: ۲۶۹-۲۷۸۔

((إِنَّهَا مُبَارَكَةٌ، إِنَّهَا طَعَامٌ طَعِيمٌ وَشِفَاءٌ سَقِيمٌ.))^①

”یہ بڑا بابرکت پانی ہے، یہ بھوکے کی غذا اور مریض کی شفا یابی کا ذریعہ ہے۔“

اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے، فرماتے ہیں:

((مَاءٌ زَمَزَمٌ لِمَا شَرِبَ لَهُ.))^②

”آب زم زم جس مقصد کے لیے نوش کیا جائے اس سے اس مقصد کی تکمیل

ہوتی ہے۔“

نیز بیان کیا جاتا ہے کہ

”نبی کریم ﷺ آب زم زم برتنوں اور مشکوں میں بھر کر لے جاتے اور اسے

مریضوں پر چھڑکتے اور انہیں پلاتے تھے۔“^③

(۴) آب باراں سے برکت کا حصول:

اس میں کوئی شک نہیں کہ بارش ایک بڑی بابرکت شے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت رکھی ہے، وہ یوں کہ اس بارش سے لوگ مویشی اور چوپائے سیراب ہوتے ہیں اور اسی طرح اس سے درخت اور میوے پیدا ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اس بارش کے ذریعہ ہر شے میں زندگی کی روح ڈالتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

① صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضل أبي ذر رضي الله عنه، ۱۹۲۲/۴، حدیث نمبر: ۲۳۷۳، قوسین کے درمیان کا جملہ مسند بزار، سنن بیہقی اور معجم طبرانی میں ہے، امام پیشی مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں کہ ”اس کے سارے رواۃ ثقہ ہیں“، ۲۸۶/۳۔

② سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الشرب من ماء زمزم، ۱۰۱۸/۲، حدیث نمبر: ۳۰۶۲، امام العصر علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ابن ماجہ (۱۸۳/۲) اور ارواء الغلیل (۳۲۰/۳) میں اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

③ سنن الترمذی بنحوہ، بروایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، کتاب الحج، باب، حدثنا أبو کریب، ۲۸۶/۳، حدیث نمبر ۹۶۳، والبیہقی، ۲۰۲/۵، علامہ البانی رحمہ اللہ نے صحیح سنن ترمذی (۲۴۸/۱) اور سلسلۃ الأحادیث الصحیحہ (۵۷۲/۲) میں اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

”ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے کہ بارش ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے جسم سے کپڑا اتارا، یہاں تک کہ بارش کا پانی آپ ﷺ کے جسم تک پہنچا، ہم نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لأنه حديث عهد بربه“^① ”کیونکہ وہ ابھی اپنے رب کے پاس سے آیا ہے۔“

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”حدیث عہد بربہ“ کا معنی یہ ہے کہ اللہ رب العالمین نے اسے مسخر فرمایا ہے، یعنی بارش ایک رحمت ہے، جو ابھی ابھی اپنے رب کے پاس سے اللہ کی مخلوقات کی طرف آئی ہے، لہذا اس سے تبرک حاصل کیا جاتا ہے۔^②

ناجائز تبرکات:

ممنوع اور ناجائز تبرکات میں سے چند درج ذیل ہیں:

(۱) نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد آپ کی ذات سے تبرک حاصل کرنا درج ذیل دو صورتوں کے علاوہ ممنوع ہے:

۱: آپ ﷺ پر ایمان لانا، آپ کی اطاعت اور اتباع کرنا۔

ایسا کرنے والا خوب خوب بھلائیوں اور اجر عظیم سے بہرہ مند ہوگا اور دنیاوی و عقبیٰ کی سعادتوں سے سرفراز ہوگا۔

۲: ان تمام چیزوں سے تبرک کا حصول جو آپ ﷺ کے جسم مبارک سے جدا ہوئی ہیں، مثلاً: آپ کے کپڑے، موئے مبارک یا برتن وغیرہ۔ (ان تمام چیزوں کی تفصیل گزر چکی ہے)

ان دو صورتوں کے علاوہ اور کسی چیز سے برکت کا حصول جائز نہیں، چنانچہ نہ تو آپ ﷺ کی قبر مبارک سے برکت کا حصول جائز ہے اور نہ ہی آپ کی قبر کی زیارت کی

① صحیح مسلم، کتاب صلاة الاستسقاء، باب الدعاء في الاستسقاء ۲/۶۱۵، حدیث: ۸۹۸۔

② صحیح مسلم بشرح امام نووی ۶/۴۴۸۔

غرض سے سفر کرنا جائز ہے، سفر صرف مسجد حرام، مسجد نبوی ﷺ اور مسجد اقصیٰ میں سے کسی مسجد کی زیارت کے لیے جائز ہے، ہاں! آپ ﷺ کی قبر کی زیارت اس شخص کے لیے مستحب ہے جو مدین منورہ میں ہے یا پھر اس شخص کے لیے جو مسجد نبوی کی زیارت کے لیے جائے تو قبر نبی کی بھی زیارت کرے۔

زیارت کا طریقہ یہ ہے کہ مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہو کر پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے، پھر قبر نبی کے پاس جائے اور انتہائی ادب کے ساتھ حجرہ کے بالمقابل کھڑا ہو اور پھر نہایت ادب و وقار اور پست آواز کے ساتھ کہے:

((السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ))

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما زیارت کے وقت اس سے زیادہ نہیں رکھتے تھے۔

اور اگر زیارت کرنے والا حسب ذیل الفاظ کہے:

((السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ! يَا خَيْرَةَ اللَّهِ مِنْ خَلْقِهِ، أَشْهَدُ

أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ حَقًّا، وَأَنَّكَ قَدْ بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ، وَأَدَّيْتَ

الْأَمَانَةَ، وَجَاهَدْتَ فِي اللَّهِ حَقَّ جِهَادِهِ، وَنَصَحْتَ الْأُمَّةَ))

”اے اللہ کے رسول، اے اللہ کی مخلوق میں سب سے برگزیدہ ذات! آپ پر

سلامتی ہو، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول برحق ہیں اور یہ کہ

آپ نے پیغام رسالت تمام پہنچا دیا، امانت ادا کر دی اور اللہ کی راہ میں کما حقہ

جہاد کیا اور امت کو نصیحت کر دی۔“

تو بھی کوئی حرج نہیں، کیونکہ مذکورہ تمام باتیں آپ ﷺ کے اوصاف میں شامل

ہیں۔^①

اور قبر نبوی ﷺ کے پاس اس خیال سے دعا نہ کرے کہ وہاں دعا زیادہ قبول ہوتی

ہے، نہ آپ سے شفاعت کا سوال کرے، نہ قبر اور بقیہ دیواروں کو چھوئے اور نہ ہی انہیں

① دیکھئے: مجموع فتاویٰ ابن باز فی الحج والعمرة، ۲۸۹/۵.

بوسہ دے (چومے) اور ان جگہوں سے تبرک کا حصول نہ کرے جہاں آپ ﷺ بیٹھے ہوں، یا نماز ادا فرمائی ہو اور نہ ان راستوں سے جن پر آپ چلے اور نہ اس جگہ سے جہاں وحی نازل ہوئی، نہ جائے ولادت سے، نہ ہی شب ولادت سے، نہ شب اسراء و معراج سے اور نہ ہی ہجرت کی یاد وغیرہ سے، کیونکہ یہ ساری چیزیں ایسی ہیں جنہیں نہ اللہ تعالیٰ نے مشروع فرمایا ہے اور نہ اللہ کے رسول ﷺ نے۔^①

(۲) ناجائز تبرکات میں سے صالحین (نیکوکاروں) سے برکت کا حصول بھی ہے، اس لیے نہ تو ان کی ذاتوں سے برکت کا حصول جائز ہے اور نہ ہی ان کے آثار سے، نہ ان کی عبادات کی جگہوں سے، نہ ان کی جائے اقامت سے، نہ ان کی قبروں سے اور نہ ہی ان کی قبروں کی زیارت کی خاطر سفر کرنا جائز ہے، نہ وہاں نماز ادا کرنا، نہ حاجات کا سوال کرنا، نہ انہیں چھونا، نہ ہی وہاں اعتکاف کرنا (چمٹ کر بیٹھنا) اور نہ ہی ان کی تاریخ ولادت سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔

ان تمام چیزوں میں سے کچھ بھی بغرض تقرب انجام دینے والا اگر اس بات کا عقیدہ رکھے کہ یہ لوگ نقصان پہنچا سکتے ہیں یا نفع پہنچا سکتے ہیں یا دے سکتے ہیں یا منع کر سکتے ہیں تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اکبر کا مرتکب ہے، البتہ جو شخص ان کے تبرک کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے برکت کا خواہاں ہو تو وہ شخص بھی ایک بدترین قسم کی بدعت کا مرتکب اور ایک گھناؤنے عمل کا شکار ہے۔^②

(۳) ممنوع اور ناجائز تبرکات میں سے پہاڑوں اور دیگر مقامات سے تبرک کا حصول بھی ہے، کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کے طریقہ کے خلاف ہے، ان پہاڑوں اور جگہوں سے تبرک کے حصول سے ان کی عظمت ثابت ہوتی ہے اور ان ساری چیزوں کو حجر اسود کو بوسہ دینے یا خانہ کعبہ کے طواف کرنے پر قیاس کرنا جائز نہیں، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی توقیفی عبادتیں

① دیکھئے: التبرک أنواعه وأحكامه، از ڈاکٹر ناصر الجدیج، ص: ۳۱۵-۳۸۰۔

② دیکھئے: التبرک أنواعه وأحكامه، از ڈاکٹر ناصر الجدیج، ص: ۳۱۸-۳۸۱۔

ہیں۔ (جن میں عقل و قیاس کا کوئی دخل نہیں)

اور خانہ کعبہ میں سے بھی سوائے حجر اسود اور رکن یمانی کے اور کسی چیز کا چھونا جائز نہیں، اس لیے کہ بالاتفاق اہل علم نبی کریم ﷺ نے حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ اور کسی چیز کو نہ چھوا۔^①

علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”روئے زمین پر حجر اسود اور رکن یمانی کے علاوہ کوئی ایسی جگہ نہیں جس کا چھونا

اور بوسہ دینا مشروع ہو اور جہاں گناہ مٹائے جاتے ہوں۔“^②

مکہ مکرمہ کے خصائص پر گفتگو کرتے ہوئے علامہ ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”روئے زمین پر ایسی کوئی جگہ نہیں جہاں ہر قدرت رکھنے والے کا جانا اور اس

جگہ پائے جانے والے گھر کا طواف کرنا واجب اور ضروری ہو سوائے مکہ کے۔“^③

خانہ کعبہ کے علاوہ کسی چیز کے طواف کرنے کے حکم کے سلسلہ میں شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ رقمطراز ہیں:

”رہا غیر کعبہ کے طواف کا مسئلہ تو وہ عظیم قسم کی حرام بدعات میں سے ہے اور

جس نے اسے دین سمجھ لیا ہو، اس سے توبہ کروائی جائے، اگر توبہ کر لے تو ٹھیک

ورنہ اسے قتل کر دیا جائے۔“^④

مقام ابراہیم، حطیم اور مسجد حرام کی کسی دیوار کو چھونا جائز نہیں، اور نہ ہی حراء پہاڑی

(جسے جبل نور بھی کہا جاتا ہے) سے تبرک لینا جائز ہے، نہ اس کی زیارت مشروع ہے، نہ ہی

اس پر چڑھنا اور نماز کی غرض سے اس کا قصد کرنا جائز ہے، اسی طرح جبل ثور سے برکت

حاصل کرنا اور اس کی زیارت کرنا بھی جائز نہیں ہے اور نہ ہی جبل عرفات، جبل ابوقبیس اور

① دیکھئے: اقتضاء الصراط المستقیم، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۲/۴۹۹۔

② زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، از علامہ ابن القیم، ۱/۲۸۔

③ زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، از علامہ ابن القیم، ۱/۲۸۔

④ مجموع فتاویٰ، شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۲۶/۱۲۱۔

جبل شیبہ وغیرہ کی زیارت کرنا مشروع ہے اور نہ ہی (عہد نبوی سے معروف) گھروں سے برکت حاصل کرنا جائز ہے، خواہ دار ارقم ہو یا دیگر دیار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، اسی طرح کوہ طور کی زیارت کرنا اور اس کے لیے سفر کرنا بھی جائز نہیں اور نہ ہی کسی قسم بھی کے درختوں اور پتھروں سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔^①

ممنوع تبرکات کے اسباب:

ممنوع تبرکات کے اسباب میں سے دین سے جہالت، نیکوکاروں کے سلسلہ میں غلو، کفار کی مشابہت اور مکانی آثار و نشانات کی تعظیم کرنا وغیرہ ہیں۔^②

ممنوع تبرکات کے آثار و مظاہر:

ممنوع تبرکات کے آثار و مظاہر بہ کثرت ہیں، علی سبیل المثال ان میں سے چند درج ذیل ہیں:

شُرک اکبر، اگر تبرک فی نفسہ شرک ہو تو وہ ناجائز تبرکات کا سب سے عظیم اور خطرناک مظہر ہے اور اگر تبرک شرک اکبر تک پہنچنے کا ذریعہ ہو تو اس کا شمار شرک اکبر کے وسائل میں سے ہوگا۔

اسی طرح ناجائز تبرکات کے مظاہر میں سے دین میں بدعت کی ایجاد، گناہوں کا ارتکاب، قسم قسم کے جھوٹ کا شکار ہونا، نصوص کی تحریف اور باطل تاویلات، سنتوں کا ضیاع، جاہلوں کو دھوکہ میں ڈالنا اور نسلوں کو برباد کرنا، وغیرہ یہ ساری چیزیں ناجائز و حرام تبرکات کے آثار و مظاہر ہیں۔

ناجائز و ممنوع تبرکات کے دفاع کے وسائل و ذرائع:

ناجائز تبرکات کے دفاع کے چند وسائل درج ذیل ہیں:

علم کی نشر و اشاعت، صحیح اور حق منہج کی دعوت، غلو اور ناجائز تبرکات کے وسائل کا ازالہ

① دیکھئے: التبرک أنواعه وأحكامه، از ڈاکٹر ناصر الجدید، ص: ۴۱۹-۴۶۴۔

② دیکھئے: التبرک أنواعه وأحكامه، از ڈاکٹر ناصر الجدید، ص: ۴۲۰-۴۸۱۔

اور اس طرح کے دیگر تمام ذرائع کا خاتمہ وغیرہ۔^①

علامہ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کتاب التوحید کی تعلق میں ”باب من تبرک بشرة أو حجرة أو نحوها“ (درخت یا پتھر سے تبرک کے حصول کا بیان) کے تحت فرماتے ہیں:

”یعنی یہ شرک اور مشرکین کے اعمال میں سے ہے، اس لیے کہ اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ کسی بھی درخت، پتھر، جگہ اور مشاہد وغیرہ سے تبرک حاصل کرنا جائز نہیں ہے، اس لیے کہ یہ تبرک ان اشیا میں غلو ہے، جس کا انجام رفتہ رفتہ انہیں پکارنا اور ان کی عبادت کرنا ہے اور یہی شرک اکبر ہے، جیسا کہ اس سلسلہ میں حدیث گزر چکی ہے اور یہ حکم تمام چیزوں کو عام ہے، حتیٰ کہ مقام ابراہیم، حجرہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، قبۃ بیت المقدس اور اس کے علاوہ دیگر مقامات مقدسہ بھی اس میں شامل ہیں۔

رہا خانہ کعبہ میں حجر اسود کو چھونا اور چومنا اور رکن یمانی کو چھونا تو یہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کی عبادت، اس کی تعظیم اور اس کی عظمت و جلال کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ہے، جو کہ عبادت کی روح ہے۔

چنانچہ یہ باری تعالیٰ کی تعظیم اور اس کی عبادت ہے اور وہ مخلوق کی تعظیم اور اس کی عبادت ہے اور ان دونوں کے درمیان اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ اللہ تعالیٰ کو پکارنے اور مخلوق کو پکارنے کے درمیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کو پکارنا اور اس کی دہائی دینا توحید و اخلاص ہے اور مخلوق کو پکارنا شرک باللہ ہے۔^②

(۶) مختلف قسم کی منکر بدعات:

بطور مثال چند بدعات درج ذیل ہیں:

۱: مثلاً: کوئی شخص یوں کہے کہ: ”نَوَيْتُ أَنْ أُصَلِّيَ لِلَّهِ كَذَا وَكَذَا“ (میں نیت کرتا

① دیکھئے: التبرک أنواعه وأحكامه، از ڈاکٹر ناصر الجدیج، ص: ۴۸۳-۵۰۶، واقتضاء الصراط المستقیم، از ابن تیمیہ، ص: ۷۹۵-۸۰۲، و کتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح بن فوزان الفوزان، ص: ۹۳۔

② القول السدید فی مقاصد التوحید، ص: ۵۱۔

ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اتنی نماز پڑھوں گا) یا ”نَوَيْتُ أَنْ أَصُومَ هَذَا الْيَوْمَ فَرَضًا أَوْ نَفْلًا لِلَّهِ تَعَالَى“ (میں نیت کرتا ہوں کہ آج اللہ تعالیٰ کے لیے فرض یا نفل روزہ رکھوں گا) یا یہ کہے کہ ”نَوَيْتُ أَنْ أَتَوَضَّأَ ، أَوْ نَوَيْتُ أَنْ أَعْتَسِلُ ، أَوْ نَحْوَ ذَلِكَ .“ (میں وضو کرنے کی نیت کرتا ہوں یا غسل کرنے کی نیت کرتا ہوں، وغیرہ)

اس طرح زبان سے بول کر نیت کرنا بدعت ہے، کیونکہ یہ نبی کریم ﷺ کی سنت سے ثابت نہیں ہے اور اس لیے بھی اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿قُلْ أَتَعْلَمُونَ اللَّهُ بِدِينِكُمْ ۖ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي السُّبُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿١٦﴾﴾ (الحجرات: ۱۶)

”کہہ دیجیے! کیا تم اللہ تعالیٰ کو اپنی دین داری سے آگاہ کر رہے ہو، اللہ تعالیٰ ہر اس چیز سے جو آسمانوں اور زمین میں ہے بخوبی آگاہ ہے اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔“

نیت کی جگہ دل ہے، اس لیے کہ نیت قلبی عمل ہے نہ کہ زبانی عمل، حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”نیت دل کے ارادے کا نام ہے، اس لیے کسی بھی قسم کی عبادت کے سلسلہ میں جو چیز دل میں ہو اسے زبان سے کہنا واجب نہیں۔“^①

۲: مشروع یہ ہے کہ ہر شخص انفرادی طور پر ذکر و دعا کرے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ پنج وقتہ نمازوں کے بعد اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے اور جس طرح آپ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھلایا تھا، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی نبی کریم ﷺ کی سنتوں کو عملی جامہ پہنانے والے تھے، لہذا اس میں کوئی شک نہیں کہ اجتماعی ذکر و دعا بدعت اور نبی کریم ﷺ کی سنت کے خلاف ہے۔

① جامع العلوم والحکم، ۱/۹۲۔

۳: مردوں کی روحوں پر فاتحہ خوانی یا مردوں پر فاتحہ خوانی یا مردوں کے حق میں دعا کرنے کے بعد یا خطبہ نکاح کے وقت فاتحہ خوانی وغیرہ۔

یہ ساری چیزیں انتہائی بدترین قسم کی بدعات ہیں: جو نہ تو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہیں اور نہ ہی انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے انجام دیا ہے، حالانکہ وہ نبی کریم ﷺ کے احوال کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے، لہذا معلوم ہوا کہ یہ بدترین قسم کی نو ایجاد بدعت ہے۔

۴: مردوں پر ماتم اور بین کرنا، کھانے پکوانا اور اجرت پر قاریوں کو لا کر قرآن خوانی کرانا وغیرہ۔

یہ ساری چیزیں لوگ بطور تعزیت اور اس خوش فہمی میں انجام دیتے ہیں کہ یہ میت کے حق میں نفع بخش ہیں، حالانکہ یہ ساری چیزیں بدعت اور وہ طوق اور بیڑیاں ہیں جن کی کوئی دلیل اللہ تعالیٰ نے نازل نہیں فرمائی ہے۔

۵: صوفیوں کے وہ مختلف اذکار اور دعائیں (بھی بدعت ہیں) جو سنت رسول ﷺ کی مخالف ہیں، خواہ صیغہ میں مخالف ہوں یا ہیئت اور وقت میں مخالف ہوں، کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ))^①

”جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔“

۶: قبروں پر عمارت کی تعمیر، انہیں سجدہ گاہ بنانا، ان پر مسجد کی تعمیر کرنا، ان میں مردوں کو دفنانا، قبروں کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا، تبرک کی خاطر ان کی زیارت کرنا، ان قبروں میں مدفون یا ان کے علاوہ دیگر اموات سے وسیلہ لینا، ان کی قبروں کے پاس نماز ادا کر کے یا دعا کر کے تبرک حاصل کرنا، عورتوں کا قبروں کی زیارت کرنا اور ان پر چراغاں کرنا وغیرہ، یہ ساری چیزیں انتہائی گھناؤنی اور قبیح قسم کی بدعات ہیں۔^②

① اس حدیث کی تخریج ص: ۵۲ میں گزر چکی ہے۔

② دیکھئے: کتاب التوحید، از ڈاکٹر صالح فوزان الفوزان، ص: ۹۴۔

نواں مطلب..... بدعتی کی توبہ:

اس میں کوئی شک نہیں کہ بدعت گناہوں سے خطرناک ہے، کیونکہ جب انسان پر گناہوں کا ڈھیر لگ جاتا ہے اور وہ اسی پر مصر رہتا ہے تو وہ گناہ اسے ہلاک و برباد کر دیتے ہیں، لیکن بدعت ان سے کہیں زیادہ ہلاکت انگیز ہے، جیسا کہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”ابلیس لعین کو گناہوں کی بہ نسبت بدعت زیادہ محبوب ہے، کیونکہ گناہوں سے توبہ کر لی جاتی ہے لیکن بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی۔“^①

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”سلف کے قول ”إِنَّ الْبِدْعَةَ لَا يَتَابُ مِنْهَا“ (بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی) کا مطلب یہ ہے کہ بدعتی کسی ایسی چیز کو جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے مشروع نہ کیا ہو، جب اسے دین سمجھ لیتا ہے تو اسے اس کی یہ بد عملی اچھی اور خوبصورت معلوم ہوتی ہے اور جب وہ اسے اچھی معلوم ہوتی ہے تو ظاہر ہے کہ اس سے توبہ نہیں کر سکتا، کیونکہ توبہ کی ابتدا ہی انسان کے اس شعور سے ہوتی ہے کہ اس کا عمل برا ہے اس سے توبہ کر لینی چاہیے، اسی طرح اس شعور سے ہوتی ہے کہ وہ کسی واجب یا مستحب عمل کا تارک ہے، اسے تائب ہو کر اس نیک عمل کو انجام دینا چاہیے، لیکن جب وہ اپنے کسی عمل کو اچھا تصور کر رہا ہے، حالانکہ وہ نفسہ برا ہے، تو ظاہر ہے اس سے توبہ نہیں کر سکتا۔“^②

پھر فرماتے ہیں:

”البتہ توبہ اس طور پر ممکن اور واقع ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہدایت دے کر اس کی راہنمائی فرمائے، یہاں تک کہ حق اس کے لیے آشکارا ہو جائے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سارے کفار و منافقین اور اہل بدعت و ضلالت کو ہدایت

① شرح السنة، از امام بغوی، ۱/۲۱۶۔

② مجموع فتاویٰ، از شیخ الاسلام ابن تیمیہ، ۱۰/۹۔

عطا فرمائی۔“^①

نیز فرماتے ہیں:

”جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ بدعتی کی توبہ مطلقاً قبول نہ ہوگی، ایسے لوگ

انتہائی فاش غلطی کا شکار ہیں۔“^②

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس گفتگو کے ذریعہ بدعتی کی توبہ کی عدم قبولیت والی

حدیث کی بڑی واضح تشریح فرمائی ہے۔ ولہ الحمد

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ حَجَبَ التَّوْبَةَ عَنْ صَاحِبِ كُلِّ بِدْعَةٍ .))^③

”اللہ تعالیٰ نے ہر بدعتی سے توبہ کو روک دیا ہے۔“

اس حدیث کے مفہوم کی وضاحت ابھی ابھی شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو سے

ہوئی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض نصوص سے بعض نصوص کی تفسیر ہوتی ہے اور اللہ

عزوجل نے اپنے بندوں سے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ وہ توبہ کرنے والوں کی توبہ

حسب ذیل شرطوں کے ساتھ قبول فرماتا ہے:

✽ اپنے جرائم اور غلطیوں سے باز آ جائیں۔

✽ سابقہ جرائم پر نادم ہوں اور آئندہ نہ کرنے کا پختہ عزم کریں۔

✽ اگر جرائم حقوق العباد سے متعلق ہوں تو انہیں حقداروں کو واپس کریں۔

مشرکین، قاتلین اور زنا کاروں کا ذکر کرنے اور انہیں ذلت و اہانت کی وعید سنانے کے

بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

① مصدر سابق، ۱۰/۹-۱۰۔

② مصدر سابق، ۱۱/۶۸۵۔

③ المعجم الأوسط للطبرانی، ۶۲/۸، حدیث: ۴۷۱۳، مجمع البحرین فی زوائد المعجمین، امام

ہشامی رحمۃ اللہ علیہ مجمع الزوائد میں فرماتے ہیں: ”اس حدیث کے رواۃ صحیح بخاری کے رواۃ ہیں، سوائے ہارون بن موسیٰ فروی

کے اور وہ بھی ثقہ ہیں“، ۱۸۹/۱۰، نیز اس حدیث کی سند کو علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ”سلسلة الأحادیث

الصحيحة“ میں صحیح قرار دیا ہے، ۱۵۳/۴، حدیث نمبر: ۱۶۲۰ اور اس کی دیگر سندیں ذکر کی ہیں۔

﴿إِلَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۗ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿٧٠﴾﴾ (الفرقان: ٧٠)

”سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کریں اور ایمان لائیں اور نیک کام کریں، ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکوں سے بدل دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَن تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدَىٰ ﴿٨٢﴾﴾

(طہ: ٨٢)

”اور یقیناً میں انہیں بخش دینے والا ہوں جو توبہ کریں ایمان لائیں، نیک عمل کریں اور راہِ راست پر بھی رہیں۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿قُلْ يُعْبَادِي الَّذِينَ اسْرَفُوا عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِن رَّحْمَةِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۗ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿٥٣﴾﴾

(الزمر: ٥٣)

”(میری جانب سے) کہہ دیجیے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے، تم اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ، بالیقین اللہ تعالیٰ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے واقعی وہ بڑی بخشش بڑی رحمت والا ہے۔“

مزید ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَعْمَلْ سُوءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللَّهَ يَجِدِ اللَّهَ غَفُورًا رَحِيمًا ﴿١١٠﴾﴾ (النساء: ١١٠)

”جو شخص کوئی برائی کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر اللہ سے استغفار کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کو بخشنے والا، مہربان پائے گا۔“

اور یہ توبہ ملحدوں، کافروں، مشرکوں، بدعتیوں اور ان کے علاوہ ان تمام لوگوں کو شامل ہے جو اپنے گناہوں اور معاصی سے توبہ کر لیں، بشرطیکہ توبہ کے شرائط مکمل ہوں۔ واللہ الحمد
دسواں مطلب..... بدعات کے آثار و نقصانات:

بدعات کے انتہائی خطرناک آثار، بھیانک نتائج اور تباہ کن نقصانات ہیں، چند حسب ذیل ہیں:

(۱) بدعات کفر کی ڈاک ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَأْخُذَ أُمَّتِي بِأَخْذِ الْقُرُونِ قَبْلَهَا شِبْرًا بِشِبْرٍ ، وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ)) فَقِيلَ : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، كَفَّارِسَ وَالرُّومِ ؟ فَقَالَ : « وَمَنْ النَّاسُ إِلَّا أَوْلِيكَ . » ❶

”قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ میری امت اپنے سے پہلے لوگوں کی راہوں پر نہ چلے، بالشت بہ بالشت اور ہاتھ بہ ہاتھ، دریافت کیا گیا: اے اللہ کے رسول! کیا اہل فارس و روم (یہود و نصاریٰ) کی طرح؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان کے علاوہ اور کن لوگوں کی طرح؟“

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((لَتَتَّبِعَنَّ سُنَنَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ ، شِبْرًا بِشِبْرٍ ، وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ ، حَتَّى لَوْ دَخَلُوا جُحْرَ ضَبٍّ تَبِعْتُمُوهُمْ)) قُلْنَا : يَا رَسُولَ اللَّهِ ، الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى ؟ قَالَ : « فَمَنْ . » ❷

❶ صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ: ”لتتبعن سنن من کان قبلکم“، ۱۹۱/۸، حدیث: ۷۳۱۹.

❷ متفق علیہ: صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ: ”لتتبعن سنن من کان قبلکم“، ۱۹۱/۱۸، حدیث نمبر ۷۳۲۰، وصحیح مسلم، کتاب العلم، باب اتباع سنن الیہود والنصاری ۴/۲۰۵۴، حدیث نمبر: ۲۶۶۹.

”تم لوگ ضرور با ضرور اپنے سے پہلے لوگوں کی راہوں کی پیروی کرو گے، بالشت بہ بالشت اور ہاتھ بہ ہاتھ، یہاں تک کہ اگر وہ کسی گوہ کے سوراخ میں بھی داخل ہوئے ہوں گے تو ان کی پیروی میں تم بھی اس میں داخل ہو گے۔“ ہم نے عرض کیا: ”اے اللہ کے رسول! کیا یہود و نصاریٰ کی؟“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ان کے علاوہ اور کس کی۔“

(۲) بلا علم اللہ پر جھوٹ بات کہنا، کیونکہ جو شخص بھی بدعتیوں کو دیکھے گا اور ان کے حالات کا جائزہ لے گا، وہ لوگوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر سب سے زیادہ جھوٹ باندھنے والا انہی کو پائے گا، جب کہ اللہ رب العالمین نے اپنی ذات پر جھوٹ بات منسوب کرنے سے ڈرایا ہے، ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ ﴿۳۳﴾ لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ﴿۳۵﴾ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ ﴿۳۶﴾﴾ (الحاقة: ۴۴ تا ۴۶)

”اور اگر یہ ہم پر کوئی جھوٹی بات گھڑ لیتا تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور پھر اس کی شہ رگ کاٹ دیتے۔“

اور نبی کریم ﷺ نے اپنی ذات پر جھوٹ منسوب کرنے سے متنبہ فرمایا ہے اور ایسا کرنے والے کے لیے سخت عذاب کی وعید فرمائی ہے، ارشاد نبوی ہے:

((مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَذِبًا فَلْيَتَّبِعُوا مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ .)) ❶

”جس نے جان بوجھ کر میری طرف کوئی جھوٹی بات منسوب کی تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنا لے۔“

(۳) بدعتیوں کا سنت اور اہل سنت سے بغض رکھنا: اس سے بدعات کی خطرناکی کی

وضاحت ہوتی ہے۔ امام اسماعیل بن عبد الرحمن صابونی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

❶ متفق علیہ: بروایت حضرت انس رضی اللہ عنہ، صحیح البخاری، کتاب العلم، باب إثم من كذب على النبي ﷺ، ۴۱/۱، حدیث نمبر ۱۰۸، و صحیح مسلم، المقدمة، باب تغليظ الكذب على رسول الله ﷺ، ۷/۱، حدیث نمبر ۲.

”اہل بدعت کی نشانیاں ظاہر و باہر ہیں، ان کی سب سے واضح علامت یہ ہے کہ وہ حاملین سنت رسول ﷺ سے شدید دشمنی اور عداوت رکھتے ہیں اور انہیں حقارت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔“^①

(۳) بدعتی کے عمل کی عدم قبولیت: کیونکہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

((مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ.))

”جس کسی نے ہمارے اس دین میں کوئی ایسی نئی چیز ایجاد کی جو اس میں سے نہیں تو وہ مردود ہے۔“

اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے:

((مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لَيْسَ عَلَيْهِ أَمْرُنَا فَهُوَ رَدٌّ.))^②

”جس کسی نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا حکم نہیں تو وہ مردود ہے۔“

(۵) بدعتی کا برا انجام: کیونکہ شیطان کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ انسان کو مختلف

گھاٹیوں میں سے کسی گھاٹی میں جالے، چنانچہ اس کی سب سے پہلی گھاٹی شرک باللہ ہے، اگر بندہ مومن اس گھاٹی سے نجات پالیتا ہے تو وہ اسے بدعت کی گھاٹی پر طلب کرتا اور دعوت دیتا ہے۔

اس سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ بدعات عام گناہوں کی بہ نسبت زیادہ

خطرناک ہیں۔^③

اسی لیے حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ

”ابلیس لعین کو گناہوں کی بہ نسبت بدعت زیادہ محبوب ہے، کیونکہ گناہوں سے تو

توبہ کر لی جاتی ہے لیکن بدعت سے توبہ نہیں کی جاتی۔“^④

① عقیدة أهل السنة وأصحاب الحديث، ص: ۲۹۹. ② اس حدیث کی تخریج ص: ۵۲ میں گزر چکی ہے۔

③ دیکھئے: مدارج السالکین، از ابن القیم، ۲۲۲/۱.

④ شرح السنة، لامام بغوی، ۲۱۶/۱.

اکثر و بیشتر ایسا ہی ہوتا ہے، البتہ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے صراطِ مستقیم کی ہدایت عطا فرماتا ہے۔

(۶) بدعتی کی سمجھ کا الٹا ہو جانا: چنانچہ بدعتی نیکی کو بدی اور بدی کو نیکی، اسی طرح سنت کو بدعت اور بدعت کو سنت سمجھتا ہے، حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں:

((وَاللّٰهُ لَتَفْشُوْنَ الْبِدْعَ حَتّٰى اِذَا تُرِكَ شَيْءٌ مِنْهَا، قَالُوْا: "تُرِكَتِ السُّنَّةُ".))^①

”اللہ کی قسم! بدعات اس طرح عام ہو جائیں گی کہ اگر ان میں سے کوئی چیز چھوڑ دی جائے گی تو لوگ کہیں گے کہ سنت چھوڑ دی گئی۔“

(۷) بدعتی کی شہادت (گواہی) اور روایت کی عدم قبولیت: تمام اہل علم، محدثین، فقہاء اور اصحاب اصول کا اس بات پر اجماع ہے کہ کفریہ بدعت والے بدعتی کی روایت قبول نہ کی جائے گی، البتہ جس کی بدعت کفریہ نہ ہو اس کی روایت قبول کرنے کے سلسلہ میں اہل علم کا اختلاف ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے اس بات کو راجح قرار دیا ہے کہ اگر وہ اپنی بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت نہ دیتا ہو تو اس کی روایت قبول کی جائے گی اور اگر اس کی طرف لوگوں کو دعوت دیتا ہو تو قبول نہ کی جائے گی۔^②

(۸) بدعتی سب سے زیادہ فتنوں سے دو چار ہوتے ہیں: جب کہ اللہ تعالیٰ نے فتنوں سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے، ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَاعْلَمُوا

أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝۲۵﴾ (الانفال: ۲۵)

① اس اثر کی تخریج محمد بن وضاح نے ”کتاب فیہ ما جاء فی البدع“ میں کی ہے، ص: ۱۲۳، حدیث نمبر ۱۶۲، اس طرح کے دیگر آثار کے لیے دیکھئے مذکورہ کتاب کا صفحہ ۱۲۳-۱۵۶۔

② دیکھئے: صحیح مسلم بشرح نووی، ۱/۱۷۶۔

”اور ایسے فتنہ سے بچو جو صرف تم میں سے ظلم کرنے والوں ہی پر نہ واقع ہوگا اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔“

نیز ارشاد ہے:

﴿ فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴾ (النور: ۶۳)

”سنو! جو لوگ حکم رسول ﷺ کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں ان پر زبردست آفت نہ آ پڑے یا انہیں دردناک عذاب نہ پہنچے۔“

کیا سنت رسول ﷺ کی مخالفت اور آپ کے حکم کی نافرمانی سے زیادہ خطرناک کوئی اور فتنہ ہو سکتا ہے؟

نبی کریم ﷺ نے فتنوں کے وقوع سے قبل اعمال صالحہ کی ترغیب دلائی ہے، ارشاد ہے:

((بَادِرُوا بِالْأَعْمَالِ فِتْنًا كَقَطْعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ، يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا، أَوْ يُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا، يَبِيعُ دِينَهُ بِعَرَضٍ مِنَ الدُّنْيَا.))^①

”ان فتنوں کے وقوع سے پہلے نیک اعمال کی طرف سبقت اور جلدی کرو جو شب دہجور کے ٹکڑوں کی طرح ہوں گے کہ آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر، یا شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر، اپنے دین کو ایک دنیوی سامان کے عوض فروخت کرے گا۔“

(۹) بدعتی شریعت کا استدراک (نکتہ چینی) کرتا ہے: کیونکہ اپنی بدعت کے ذریعہ وہ اپنے آپ کو شریعت ساز اور دین کی تکمیل کرنے والے کی حیثیت سے کھڑا کرتا ہے، جبکہ

① صحیح مسلم، بروایت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، کتاب الإیمان، باب الحث علی المبادرة بالأعمال

قبل تظاهر الفتن، ۱/۱۱۰، حدیث نمبر: ۲۱۸.

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کی تکمیل فرمادی ہے اور اپنی نعمت تمام کر دی ہے۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ دِينًا﴾ (المائدہ: ۳)

”آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھرپور کر دیا اور تمہارے لیے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔“

اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کی وضاحت کر دی ہے کہ اس نے قرآن کریم میں ہر چیز کو کھول کھول کر بیان فرمادیا ہے، ارشاد ہے:

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ﴾ (النحل: ۸۹)

”اور ہم نے آپ (ﷺ) پر یہ کتاب نازل فرمائی ہے، جس میں ہر چیز کا شافی بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور خوش خبری ہے مسلمانوں کے لیے۔“

(۱۰) بدعتی پر حق و باطل خلط ملط ہو جاتے ہیں: کیونکہ علم ایک نور ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرماتا ہے اور بدعتی اس تقویٰ سے محروم ہوتا ہے جس کے ذریعہ اصابت حق کی توفیق نصیب ہوتی ہے، ارشاد الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ﴾ (۲۹)

(الانفال: ۲۹)

”اے ایمان والو! اگر تم اللہ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہوں کو دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔“

(۱۱) بدعتی اپنا اور اپنے متبعین کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْأَجْرِ مِثْلُ أُجُورٍ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ أُجُورِهِمْ شَيْئًا، وَمَنْ دَعَا إِلَى ضَلَالَةٍ كَانَ عَلَيْهِ مِنَ الْإِثْمِ مِثْلُ آثَامٍ مَنْ تَبِعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ آثَامِهِمْ شَيْئًا.))^①

”جس نے کسی کو ہدایت کی بات کی طرف دعوت دی تو اسے اسی طرح اجر و ثواب ملے گا جس طرح اس پر عمل کرنے والے کو، لیکن ان کے ثوابوں میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی اور جس نے کسی کو گمراہی کی بات کی طرف بلایا اسے اتنا ہی گناہ ملے گا جتنا اس گمراہی پر عمل کرنے والے کو، لیکن ان کے گناہوں میں کسی طرح کی کمی واقع نہ ہوگی۔“

(۱۲) بدعت بدعتی کو لعنت کا مستحق بناتی ہے: چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ایک

حدیث میں نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں بدعت ایجاد کرنے والے کے سلسلہ میں ارشاد فرمایا:

((مَنْ أَحَدَثَ فِيهَا حَدِيثًا أَوْ آوَى مُحَدِّثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللَّهِ، وَالْمَلَائِكَةِ، وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ، لَا يَقْبَلُ اللَّهُ مِنْهُ صَرْفًا وَلَا عَدْلًا.))^②

”جس نے مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کی یا کسی بدعتی کو پناہ دی، اس پر اللہ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ اس کی کوئی فرض یا نفل عبادت قبول نہ فرمائے گا۔“

امام شاطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

① صحیح مسلم، ۴/۲۰۶، حدیث نمبر: ۲۶۷۴، مفصل تخریج ص ۶۳ میں گزر چکی ہے۔

② متفق علیہ: البخاری، کتاب الاعتصام، باب إثم من آوى محدثاً، ۱۸۷/۸، حدیث نمبر ۳۷۰۶،

ومسلم، کتاب الحج، باب فضل المدينة، ودعاء النبي ﷺ فيها بالبركة ۲/۹۹۴، حدیث نمبر: ۱۳۶۶.

”یہ حدیث عموم کے سیاق میں ہے، لہذا اس میں شریعت کی منافی ہر نئی چیز شامل ہے اور بدعت سب سے بدترین شے ہے۔“^①

(۱۳) قیامت کے روز بدعتی کو رسول اللہ ﷺ کے حوض کوثر سے پینے سے روک دیا جائے گا: چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَنَا فَرَطُكُمْ عَلَى الْحَوْضِ، مَنْ وَرَدَ شَرِبَ وَمَنْ شَرِبَ لَمْ يَظْمَأْ أَبَدًا وَلَيَرَدَنَّ عَلَيَّ أَقْوَامٌ أَعْرِفُهُمْ وَيَعْرِفُونَنِي، ثُمَّ يُحَالُ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ.))^②

”میں حوض کوثر پر تمہارا پیش رفت ہوں گا، جو بھی آئے گا نوش کرے گا اور جو بھی نوش کرے گا اسے پھر کبھی پیاس نہ لگے گی اور میرے پاس کچھ لوگ ایسے آئیں گے جنہیں میں پہچانتا ہوں گا اور وہ مجھے پہچانتے ہوں گے، پھر میرے اور ان کے درمیان دیوار حائل کر دی جائے گی۔“

اور ایک روایت میں ہے کہ میں کہوں گا: ”إِنَّهُمْ مِنِّي“، ”یہ میرے امتی ہیں“ تو کہا جائے گا: ”إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحَدَثُوا بَعْدَكَ“، ”آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا بدعتیں ایجاد کر لی تھیں“ تو میں کہوں گا: ”سُحُفًا سُحُفًا لِمَنْ غَيْرَ بَعْدِي“، ”ایسے لوگوں کو مجھ سے دور ہٹاؤ جنہوں نے میرے بعد میرے دین میں تبدیلیاں کر لی تھیں۔“^③

اور حضرت شقیق سے بروایت حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ

① الاعتصام، از امام شاطبی، ۶۹/۱۔

② متفق علیہ: البخاری، کتاب الرقائق، باب فی حوض النبی ﷺ، ۲۶۴/۷، ومسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا ﷺ وصفاته، ۱۷۹۳/۴، حدیث نمبر ۲۲۹۰۔

③ البخاری، کتاب الرقائق، باب فی حوض النبی ﷺ، ۲۶۴/۷، حدیث نمبر: ۶۵۸۳۔

نے فرمایا:

((يَا رَبِّ أَصْحَابِي أَصْحَابِي، فَيُقَالُ: إِنَّكَ لَا تَدْرِي مَا أَحَدَثُوا
بَعْدَكَ.))^①

”(کہ میں کہوں گا) اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں، یہ میرے اصحاب
ہیں، تو کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا کیا
بدعتیں ایجاد کر لی تھیں۔“

نیز حضرت اسماء بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
((إِنِّي عَلَى الْحَوْضِ حَتَّى أَنْظَرَ مِنْ يَرِدُ عَلَيَّ مِنْكُمْ، وَسَيُؤْخَذُ
نَاسٌ مِنْ دُونِي فَأَقُولُ: يَا رَبِّ مِنِّي وَمِنْ أُمَّي، فَيُقَالُ: هَلْ
شَعَرْتَ مَا عَمِلُوا بَعْدَكَ، وَاللَّهِ مَا بَرِحُوا يَرْجِعُونَ عَلَيَّ
أَعْقَابِهِمْ، فَكَانَ ابْنُ أَبِي مُلَيْكَةَ يَقُولُ: ”اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ أَنْ
نَرْجِعَ عَلَيَّ أَعْقَابِنَا وَأَنْ نُفْتَنَ فِي دِينِنَا.))^②

”میں حوض کوثر پر ہوں گا تاکہ تم میں جو لوگ میرے پاس آتے ہیں انہیں
دیکھوں، اور کچھ لوگوں کو مجھ سے ہٹا دیا جائے گا، تو میں کہوں گا: اے میرے
رب! یہ مجھ سے اور میری امت کے لوگ ہیں، تو کہا جائے گا: آپ نہیں جانتے
کہ ان لوگوں نے آپ کے بعد کیا عمل کیا؟ اللہ کی قسم! یہ اپنی ایڑیوں کے بل
پلٹ گئے تھے، چنانچہ حضرت ابن ابوملیکہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے: ”اے اللہ!
ہم تجھ سے پناہ مانگتے ہیں کہ اپنی ایڑیوں کے بل پلٹیں یا اپنے دین میں فتنہ سے

① متفق علیہ: البخاری، کتاب الرقائق، باب فی حوض النبی ﷺ، ۲۶۲/۷، حدیث نمبر ۶۵۷۵،
ومسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا ﷺ وصفاته، ۱۷۹۶/۴، حدیث نمبر: ۲۲۹۷.
② متفق علیہ: البخاری، کتاب الرقائق، باب فی حوض النبی ﷺ، ۲۶۶/۷، حدیث نمبر (۶۵۹۳)،
ومسلم، کتاب الفضائل، باب إثبات حوض نبینا ﷺ وصفاته، ۱۷۹۴/۴، حدیث نمبر: ۲۲۹۳.

دو چار ہوں۔“

(۱۴) بدعتی ذکر الہی سے اعراض کرنے والا ہوتا ہے: کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اور اپنے رسول ﷺ کی زبانی ہمارے لیے کچھ اذکار اور دعائیں مشروع فرمائی ہیں، جن میں سے کچھ اذکار مقید ہیں، مثلاً: پنج وقتہ نمازوں کے بعد کے اذکار، صبح و شام کی دعائیں، سونے اور بیدار ہونے کے وقت کے اذکار وغیرہ اور کچھ مطلق ہیں جن کے لیے کسی زمان یا مکان کی قید نہیں ہے، ارشاد الہی ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۝۳۱ وَ سَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝۳۲﴾ (الاحزاب: ۴۱ تا ۴۲)

”اے ایمان والو! اللہ کا خوب خوب ذکر کرو اور صبح و شام اس کی پاکیزگی بیان کرو۔“

لیکن بدعتی ان اذکار اور دعاؤں سے اعراض کرتے ہیں، اپنی بدعات میں مشغول رہنے اور اس فتنہ میں پڑنے کے سبب یا مشروع اذکار اور دعاؤں کو بدعتی اذکار اور دعاؤں سے تبدیل کر دینے کے سبب، انہوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے مشروع کردہ اذکار کو ترک کر رکھا ہے اور اس بنیاد پر وہ ذکر الہی سے غافل ہیں۔^①

(۱۵) بدعتی حق کو چھپاتے ہیں اور اپنے تبعین سے حق کو پوشیدہ رکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے انہیں اور ان جیسے لوگوں کو لعنت کی وعید سنائی ہے، ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ ۝۱۵۹﴾

(البقرة: ۱۵۹)

”جو لوگ ہماری نازل کردہ دلیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں باوجودیکہ ہم اسے اپنی کتاب میں لوگوں کے لیے بیان کر چکے ہیں، ان لوگوں پر اللہ کی اور تمام

① دیکھئے: تنبیہ اولی الأَبصار إلی کمال الدین وما فی البدع من أخطار، از ڈاکٹر صالح سعدی، ص: ۱۸۹۔

لعنت کرنے والوں کی لعنت ہوتی ہے۔“

(۱۶) بدعتی کا عمل اسلام سے نفرت دلاتا ہے: چنانچہ جب بدعتی اپنی بدعت کے خرافات پر عمل کرتا ہے تو یہ چیز دشمنانِ اسلام کے دین اسلام سے ٹھٹھا اور استہزا کرنے کا سبب بنتی ہے، جب کہ دین اسلام ان تمام بدعات سے بری ہے۔^①

(۱۷) بدعتی امت میں تفرقہ پیدا کرتا ہے: اس لیے کہ بدعتی اور اس کے متبعین اس بدعت کے ذریعہ مسلمانوں میں تفریق پیدا کرتے ہیں، جس کے نتیجہ میں وہ گروہوں اور مختلف ٹولیوں میں بٹے نظر آتے ہیں، اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ اٰمَنًا

اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُوْنَ ﴿١٥﴾ (الانعام: ۱۵۹)

”بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر لیا اور گروہ گروہ بن گئے، آپ

کا ان سے کوئی تعلق نہیں، بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے، پھر اللہ

تعالیٰ انہیں ان کے کیے کی خبر کر دے گا۔“

(۱۸)..... ایسا بدعتی جو اپنی بدعت کو علانیہ طور پر بیان کرتا اور اس کی تشہیر کرتا ہو، امت

کو اس کی بدعت سے متنبہ کرنے کے لیے اس کی غیبت جائز ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ بدعت کو ظاہر کرنے والا شخص فسق کے ظاہر کرنے والے کی بہ نسبت زیادہ خطرناک ہے۔

غیبت کتاب و سنت کی روشنی میں حرام ہے، لیکن شرعی مقاصد کے تحت مندرجہ ذیل چھ

امور میں غیبت جائز ہے۔^②

ظلم کی شکایت کی غرض سے، منکر کی تبدیلی پر مدد طلبی کی خاطر، استفتا کے لیے، مسلمانوں

کو کسی شر و فساد سے محفوظ رکھنے کے لیے، اسی طرح جب کوئی شخص اپنے فسق اور بدعت کو

① دیکھئے: تنبیہ اولی الأبصار إلی کمال الدین..... از ڈاکٹر صالح سعد حمیدی، ص: ۱۹۵۔

② دیکھئے: صحیح مسلم بشرح نووی، ۱/۱۶، ۱۴۲/۱۶، نیز دیکھئے: تنبیہ اولی الأبصار..... از ڈاکٹر صالح سعد حمیدی،

علانیہ طور پر ظاہر کرتا ہو، اور کسی کا تعارف (پہچان) کروانے کے لیے۔^①
اور کسی نے ان چھ اسباب کو حسب ذیل دو شعروں میں یوں جمع کیا ہے:

الْقَدْحُ لَيْسَ بِغَيْبَةٍ فِي سِتَّةٍ
مُتَّظِلِّمٍ وَمَعْرُوفٍ وَمُحَذِرٍ
وَمُجَاهِرٍ فِسْقًا وَمُسْتَفْتٍ وَمِنْ

طَلْبِ الْإِعَانَةِ فِي إِزَالَةِ مُنْكَرٍ^②

”چھ امور میں برائی غیبت نہیں ہے: ظلم کی شکایت میں، تعارف کے لیے، کسی شر سے بچانے کے لیے، علانیہ فسق کرنے والے کے بالمقابل، فتویٰ طلب کرنے والے کے لیے اور کسی منکر کے ازالہ کی خاطر مدد طلب کرنے والے کے لیے۔“

(۱۹) بدعتی اپنی خواہشات نفسانی کا پیروکار، شریعت کا باغی اور اس کی مخالفت کرنے والا

ہوتا ہے۔^③

(۲۰) بدعتی اپنے آپ کو شارع کے درجہ میں سمجھتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے شریعت کے اصول وضع فرمائے ہیں اور مکلفین پر ان اصولوں اور ان راہوں پر چلنا لازمی قرار دیا ہے۔^④

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو دنیا و آخرت کی عفو و عافیت سے نوازے۔ (آمین)

((وَصَلَّى اللّٰهُ وَسَلَّمْ وَبَارَكَ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ
وَأَصْحَابِهِ وَمَنْ تَبِعَهُمْ بِإِحْسَانٍ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ .))

① دیکھئے: فتح الباری شرح صحیح البخاری، از حافظ ابن حجرؒ، ۱۰/۴۷۱، ۷/۸۶۔

② دیکھئے: شرح العقيدة الطحاوية، از ابن ابوالعز، ص: ۴۳۔

③ دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبیؒ، ۱/۶۱۔

④ دیکھئے: الاعتصام، از امام شاطبیؒ، ۱/۶۱-۷۰۔

يَهْدِنِي بِهٖ اِلٰهَ مَنْ اَتَّبَعَتْ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

انذرها اور انذار

تالیف

فضیلۃ الشیخ سعید بن عابد بن القحطانی

ترجمہ

فضیلۃ الشیخ ابو عبد اللہ عثمان بن اللہ سنابلی

نظر ثانی

فضیلۃ الشیخ ابو المکرّم عبد الجلیل

AL-FURQAN TRUST